ابن صفی
جلد نمبر
24
جاسوسی دنیا
فریدی، حمید اور عمران
کا مشترکہ کارنامہ
پلاٹینم جوبلی نمبر 75
زمین کے بادل

پیشرس

یہ میری ایک سو دوسری کہانی ہے۔ اب تک اٹھائیس ناول عمران کے سلسلے کے لکھے ہیں اور چوہتر جاسوسی دنیا کے سلسلے کے اور ان سلسلوں نے مجھے کچھ ایسا "مسلسل" بنا کر رکھ دیا ہے کہ بعض اوقات کسی مشین ہی کی طرح ٹھپ بھی ہو جانا پڑتا ہے۔ یہ جو اکثر میری کتابیں آپ تک دیر سے پہنچتی ہیں اس کی یہی وجہ ہے۔ اب دیکھئے نا کہ یہی کتاب آپ تک اعلان کے خلاف کچھ تاخیر سے پہنچ رہی ہے۔ مشین کی طرح ٹھپ ضرور ہو جاتا ہوں مگر دماغ مشین نہیں ہے۔ کبھی کبھی وہ معدے کے اُنجرات سے بھی شکست کھا جاتا ہے.... لہٰذا نتیجہ معلوم۔

میرا پہلا ناول دلیر مجرم تھا! پہلا ناول تھا اس لئے کسی بیرونی سہارے کی بھی ضرورت تھی! لہٰذا اس کا مرکزی خیال مغربی ادب سے لیا گیا تھا یہ ایک جرمن مصنف کا کارنامہ تھا جس پر دنیا کے کئی مصنفوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ مثال کے طور پر پیٹر شینی نے اسی پلاٹ کو سینٹرل ڈیزائن کے نام سے پیش کیا ہے۔ وکٹر گن نے یہی کہانی آئرن سائیڈس کے نام سے لکھی ہے.... وکٹر گن کا انداز پیٹر شینی سے کہیں بہتر ہے۔ اس کے مقابلے میں پیٹر شینی کا ناول کسی بچے کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے.... حالانکہ پیٹر شینی وکٹر گن سے زیادہ مشہور ہے! ہندی میں بھی آپ کو اسی پلاٹ پر ایک ناول "قیامت کی رات" کے نام سے مل جائے گا۔ اس کے مصنف کا نام مجھے یاد نہیں رہا! ہاں تو دلیر مجرم کا پلاٹ میں نے انگریزی سے لیا تھا لیکن فریدی اور حمید میرے اپنے کردار تھے۔ میں نے اس کہانی میں کچھ ایسی دل چسپیوں کا اضافہ بھی کیا ہے جو اوریجنل پلاٹ میں نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جاسوسی دنیا میں ایسے ناول اور بھی ہیں جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لئے تھے! مثلاً

پُر اسرار اجنبی، رقاصہ کا قتل ہیرے کی کان، خونی پتھر!.... ان پانچ ناولوں کے علاوہ آپ کو میرے ایک سو دو ناولوں میں ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس کا پلاٹ میرا اپنا نہ ہو۔ انور.... رشیدہ عمران اور قاسم جیسے خاص کردار میرے اپنے تخلیق کردہ ہیں۔ ذہنوں سے چپک جانے والے دوسرے کردار بھی اوریجنل ہی ہیں مثلاً سنگ ہی اور ایسے ہی دوسرے کردار۔ البتہ "خوفناک ہنگامہ" کا کردار پروفیسر درانی انگریزی سے آیا ہے صرف کردار ہی! کہانی میری اپنی ہے۔ اسی طرح پہاڑوں کی ملکہ کا بن مانس اور سفید ملکہ بھی انگریزی ہی سے آئے ہیں لیکن پلاٹ میرا اپنا ہے.... عمران کے سارے ناول بے داغ ہیں۔ ان میں نہ آپ کو کوئی ایسی کہانی ملے گی جس کا پلاٹ انگریزی سے لیا گیا ہو اور نہ کوئی ایسا کردار ملے گا۔

اس طرح ان ایک سو دو ناولوں میں بمشکل سات یا آٹھ ناول ایسے نکلیں گے جن میں کسی قسم کی ملاوٹ مل سکے۔ ورنہ بقیہ سب خالص ہیں! وہ پانچ ناول جن کے پلاٹ میں نے انگریزی سے لئے ہیں ترجمے نہیں ہیں۔ ان کی ایک ایک سطر پر میرا دعویٰ ہے۔

اب آیئے "زمین کے بادل" کی طرف.... میں نے موجودہ ذہنی انتشار کے عالم میں بھی انتہائی کوشش کی ہے کہ یہ دلچسپ بن سکے! میں کہاں تک اس میں کامیاب ہو سکا ہوں اس کا فیصلہ آپ ہی کر سکیں گے۔ عرصہ سے تاریک وادی کا تقاضا تھا۔ میں نے کہا اسی نمبر میں اپنا یہ وعدہ پورا کر دوں.... بہت دنوں سے پڑھنے والے خواہاں تھے کہ عمران حمید اور فریدی کو کسی ایک کہانی میں پیش کیا جائے۔ یہ خواہش بھی پوری کی جا رہی ہے۔

عمران اور قاسم کی گٹھ جوڑ سے آپ کافی محظوظ ہوں گے.... حمید نے بھی خاصے شگوفے چھوڑے ہیں.... کہانی میں بھی میں نے نیا پن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے آپ پچھلے تمام ناولوں سے مختلف پائیں گے۔

ابنِ صفی

۱۶/اپریل ۱۹۵۸ء

دیو کی بیہوشی

جیسے ہی ہوائی جہاز نے زمین چھوڑی قاسم کے چہرے پر ایسے ہی آثار نظر آنے لگے جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔

حمید نے مسکرا کر اُسے آنکھ ماری اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ایئر ہوسٹس کی طرف دیکھنے لگا۔

"فرمایئے جناب!" ایئر ہوسٹس بڑے ادب سے اس کی طرف جھکی۔

"کک.... کچھ نہیں....!" قاسم بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "لیکن ایئر ہوسٹس نے اسے قے کرنے کی تھیلی پکڑا ہی دی۔"

اس کے بعد وہ قریب ہی کے دوسرے مسافر کی طرف متوجہ ہو گئی! حمید قاسم کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ "پتہ نہیں کیوں ہوائی سفر کے دوران میں عشق کرنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔"

قاسم نے کچھ کہنے کیلئے ہونٹ کھولے لیکن حلق سے صرف اوبکائی کی آواز نکلی۔ پھر تھیلی بھی کیوں نہ اس کے منہ سے جا لگتی۔ وہ دیر تک کسی زخمی جنگلی بھینسے کی طرح حلق پھاڑ تا رہا۔

پھر جب جہاز کی اٹھان کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ ایک مخصوص بلندی پر تیرنے لگا تو قاسم کی چنگھاڑیں بھی بتدریج ہلکی ہوتی گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

چہرے تو سب کے فق نظر آ رہے تھے۔ لیکن بھینسوں کی طرح ڈکرانے والے کم ہی تھے۔

تھوڑی دیر بعد قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ جو سالا جہاز اوپر چڑھنے لگتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آنتیں حلق کی طرف کھنچ رہی ہوں۔ اب ٹھیک ہے حمید بھائی۔"

"ٹھیک ہی ہو گا....“ حمید نے بیزاری سی کہا۔

"اے تو تم کھفا.... خفا.... کیوں ہو گئے.... اب کوئی قے بھی نہ کرے۔“

"اگر یہ جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو کیسی رہے گی۔“ حمید نے کہا۔

"ارے.... باپ رے....!“ قاسم نے بوکھلا کر توند پر ہاتھ پھیرا۔

"ایسی باتیں زبان سے نہ نکالئے جناب۔“ ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے کہا جو اگلی سیٹ پر تھا۔

"اگر ہو ہی گیا تو ہم کیا کر لیں گے۔“ حمید بولا۔

"پھر بھی ایسی باتیں نہ کہنی چاہئیں۔“

"خدا کرے یہ جہاز یہیں پھٹ پڑے۔“ حمید نے کہا۔

"آپ عجیب آدمی ہیں۔“ ادھیڑ آدمی کو غصہ آ گیا۔

"اللہ نے چاہا تو اس جہاز میں آگ لگ جائے گی....!“ حمید کا انداز چڑانے کا سا تھا۔

"آپ کو شرم آنی چاہئے۔“ پچھلی سیٹ سے ایک عورت نے کہا۔

"اب تو یہ جہاز ضرور غارت ہو جائے گا۔“

"آپ خود غارت ہو جائیں گی۔“ عورت کو بھی غصہ آ گیا۔

"جہاز کے غارت ہو جانے کے بعد میری سلامتی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“

"اچھا خاموش رہئے۔“ تیسرا آدمی بول پڑا۔

"جہاز میں بولنا ممنوع نہیں ہے۔“ حمید نے کہا۔ "اور اگر ہے تو یقینی طور پر کریش ہو گا۔“

"زبان بند کیجئے۔“ ادھیڑ عمر کا آدمی پھر گرجا۔

"خدا غارت کرے اس جہاز کو.... خدا غارت کرے۔“

"چپ رہئے۔“ ادھیڑ آدمی جو بہت زیادہ ضعیف الاعتقاد معلوم ہوتا تھا حلق پھاڑ کر چیخا اور سارے ہی مسافران کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر یہ بات ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی۔ لوگ حمید کو اس طرح گھورنے لگے جیسے وہ پاگل ہو۔ ایئر ہوسٹس فرانسیسی تھی۔ اُسے جب اس ہنگامے کی وجہ معلوم ہوئی تو وہ سیدھی حمید کی طرف آئی۔

"دوسروں کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ جناب۔“ اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"کیا یہ سب پاگل ہو گئے ہیں۔“ حمید نے اس سے پوچھا۔

"ضروری نہیں ہے کہ سارے ہی مسافر آپ کی طرح اس مزاح سے محظوظ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔“

"آپ کا کیا خیال ہے۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔

"میں بھی اسے اچھا نہیں سمجھتی کہ دوسروں کو دہشت زدہ کیا جائے۔“

"پہلے میں نے صرف خود کو دہشت زدہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر کام نہیں چلا۔“

"اے.... چوپ بھی رہو حمید بھائی۔“ قاسم نے اردو میں کہا۔ "کہیں بُرا نہ مان جائے۔“

ہوسٹس بُرا سا منہ بنائے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔ حمید خاموش ہو گیا۔

"کھفا ہو گئی....!“ قاسم بڑبڑایا۔

"منا لو دوڑ کر.... گدھے کہیں کے۔“

"دیکھو پیارے۔“ قاسم آنکھیں نکال کر بولا.... "میں جہاز پر جھگڑا نہیں کرنا چاہتا۔“

"اگر کرو بھی تو میرا کیا بگاڑ لو گے۔“

"بتاؤں۔“ قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"انگریزی میں بتانا، تاکہ غیر ملکی مسافر بھی سمجھ سکیں۔“

"اچھا.... اچھا.... جہاز کو لینڈ کرنے دو پھر میں تمہیں بتاؤں گا۔“

"اگر یہیں اسی وقت لڑ جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اس طرح میں شرمندگی سے بچ جاؤں گا۔“

"کیسی شرمندگی!“

"اگر جہاز تباہ نہ ہوا.... لیکن اگر تم اٹھ کر مجھ سے کشتی لڑنا شروع کر دو.... تو جہاز یقینی طور پر الٹ کر زمین پر جا پڑے گا۔“

"ارے باپ رے....!“

"چلو اٹھو.... میں نہیں چاہتا کہ میری بات بگڑے۔“

قاسم پتھر کی مورتی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہلنے جلنے میں بھی جہاز کے گر جانے کا خطرہ محسوس کر رہا ہو۔ بس ذہنی رو کی بات تھی۔ بہک گئی ہو گی۔ قاسم ہی ٹھہرا.... حمید شرارتوں کے موڈ میں تھا۔ اب ایئر ہوسٹس اس کی طرف مسکرا کر نہیں دیکھتی تھی۔ اس پر اُسے اور زیادہ تاؤ آیا.... مگر پھر اس نے سوچا کہ اگر سارے ہی لوگ اس کے

خلاف ہو گئے اور انہوں نے متفقہ طور پر اسے پاگل سمجھ لیا تو یہ سفر جاری نہ رہ سکے گا۔

قاسم جو کسی خوف زدہ پرندے کی طرح پلکیں جھپکا رہا تھا کچھ دیر بعد اچانک اس طرح چونک پڑا جیسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔

"اے جاؤ۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تباہ ہو جانے دو سالے کو میں تو مرنے ہی کے لئے نکلا تھا۔"

"کیا بک رہے ہو۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں.... دیکھتا ہوں کون سالا مجھے مرنے سے روکتا ہے۔ میں چگد نہیں ہوں۔"

"چغد....!" حمید نے تصحیح کی۔

"نہیں چگد....!"

"کس گدھے نے بتایا ہے۔"

"اے تم خود گدھے! اب ذرا سنبھل کر بات کرنا۔ میں مرنے کے لئے گھر سے نکلا ہوں سمجھے۔"

"مرنے کا انتظام تو وہیں ہو سکتا تھا.... تم نے پہلے ہی کیوں نہیں بتایا۔"

"پتہ نہیں آپ لوگ کیسے ہیں!" پیچھے بیٹھی ہوئی عورت نے کہا۔ "میں بہت دیر سے سن رہی ہوں۔ آپ لوگ مستقل طور پر مرنے کی باتیں کئے جا رہے ہیں۔"

"ارے.... ہی ہی....!" قاسم مڑ کر احمقانہ انداز میں ہنسا۔ "میں یہی چاہتا ہوں محترمہ۔" عورت کچھ نہ بولی۔ اتنے میں ایئر ہوسٹس نے بلند آواز میں کہا۔ "کیپٹن حمید پلیز! آپ کا فون ہے۔" حمید اٹھ گیا۔

"اوہ.... آپ ہیں۔" ہوسٹس زبردستی مسکرائی۔

حمید کچھ کہے بغیر لاسلکی فون کے کیبن میں آیا۔

"ہیلو....!" اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کو مخاطب کیا۔

"کیپٹن حمید....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں فریدی ہوں! تم لوگ میڈرڈ میں اتر جاؤ اور میرے دوسرے پیغام کا انتظار کرو۔ تمہارے قیام کے لئے اجازت حاصل کر لی ہے.... بومینو میں قیام کرنا۔"

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔

وہ سر پیٹ کر پھر اپنی نشست پر واپس آ گیا۔ یہ کال لندن سے آئی تھی۔ حمید کو صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ فریدی نے طویل مدت کے لئے رخصت حاصل کی ہے اور یورپ کی سیاحت کا ارادہ رکھتا ہے۔ خود ایک ہفتہ پہلے انگلینڈ کے لئے روانہ ہوا تھا اور کہہ گیا تھا کہ حمید اس کے پیغام کا انتظار کرے۔ پچھلے دن حمید کو اس کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ وہ قاسم سمیت روانہ ہو جائے۔ لہٰذا لندن تک کے دو ٹکٹ حاصل کر لئے گئے اور اب جہاز پر اطلاع ملی کہ دونوں میڈرڈ ہی میں رک کر اس کے دوسرے پیغام کا انتظار کریں.... ظاہر ہے کہ یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں.... کہ اس لاسلکی فون کال نے حمید کی کھوپڑی کا کیا حال کیا ہو گا!

"کس کا فون تھا....!" قاسم نے پوچھا۔

"میری دادا کی روح عالم بالا سے بول رہی تھی....!" حمید نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

"اے تو کھفا کیوں ہو رہے ہو.... میرے ٹھینگے کی روح بول رہی تھی.... آنکھیں نہ دکھایا کرو مجھے! اب میں اپنے باپ سے بھی نہیں ڈرتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کئی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ آخر قاسم کو اس بار فریدی نے کیوں دعوت دی ہے۔ قاسم سے پوچھنا اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا.... اور فریدی بھلا کیوں بتانے لگا۔ ویسے قاسم سے بھی اس نے اصل بات نہ بتائی ہو گی۔ پھر پوچھنے سے فائدہ ہی کیا۔ مگر اس وقت چونکہ اس لاسلکی مخاطبے نے اُسے کھوپڑی سے باہر کر دیا تھا اس لئے پوچھ ہی بیٹھا۔

"تم کہاں مرنے جا رہے ہو۔"

"تم سے مطلب....!"

"میں تو میڈرڈ میں اتر جاؤں گا۔"

"میں بھی اتر جاؤں گا....!" قاسم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ پھر آہستہ سے بولا۔

"اے حمید بھائی.... اس عورت کی کیا عمر ہو گی جو پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔"

"پوچھ کر بتاتا ہوں۔" حمید نے عورت کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"ارے.... آ غے.... غ....!" قاسم بوکھلا گیا۔

عورت بھی شائد یہی سمجھی تھی کہ حمید اس سے مخاطب ہو گا۔ مگر حمید پھر قاسم کی طرف

متوجہ ہو کر بولا۔

"ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"اچھا.... اچھا....!" قاسم احمقانہ انداز میں سر ہلانے لگا۔

"کرنل نے اس سفر کے بارے میں تم سے کیا کہا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔"

"ارے تم تیار کیسے ہو گئے تھے۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"بس کچھ روپیہ الائیڈ بنک آف انگلینڈ میں منتقل کرایا۔ سامان درست کیا اور تیار ہو گیا۔ بس تیار ہونے میں کیا لگتا ہے حمید بھائی۔"

حمید کا غصہ تیز ہونے لگا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر قاسم یک بیک اتنے لمبے سفر کے لئے تیار کیسے ہو گیا تھا۔

"ابے میں پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سفر پر تیار کیوں ہو گئے تھے۔"

"کہہ تو دیا کہ میں مرنا چاہتا ہوں۔"

"ابے تو گھر ہی پر زہر پی لیا ہوتا۔"

"نہیں حمید بھائی۔" قاسم مغموم لہجے میں بولا۔ "میں اس اُلو کی پٹھی کے سامنے نہیں مرنا چاہتا۔ وہ میری لاش کی بھی جان جلائے گی۔"

"آخر وہ اُلو کی پٹھی....!"

"اے.... یوشٹ اپ.... تم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" قاسم غرایا۔ "تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔"

"مجھے حق ہے۔"

"بس ہے! خاموش رہو۔"

"امے کیوں خواہ مخواہ جھگڑا کرنا چاہتے ہو۔"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔"

"اچھی بات ہے...." قاسم غصیلی آواز میں بولا.... "لیکن اب مجھ سے بات نہ کرنا۔"

یہ سفر اس لاسلکی مخاطبے کے بعد سے اکتا دینے والا ہو گیا تھا۔ حمید سوچنے لگا۔ چھٹی لی گئی ہے سیاحت کے لئے.... لیکن اس سیاحت میں بھی گھماؤ پھراؤ پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی فلاں دن لندن

کے لئے روانہ ہو جاؤ.... پھر میڈرڈ میں ہی اتر جاؤ.... اس کے بعد شاید یہ اطلاع آئے کہ بقیہ زندگی میڈرڈ ہی کے کسی یتیم خانے میں گذار دو۔

کچھ بھی ہو میڈرڈ میں انہیں بہر حال رک جانا پڑا.... قاسم بہت خوش تھا.... مگر بومینو جیسے بڑے اور شاندار ہوٹل میں چکرا کر رہ گیا۔ جہاں سرو کرنے والی زیادہ تر خوب صورت لڑکیاں تھیں.... دوسری طرف وہ لڑکیاں اس کی خوراک دیکھ کر چکرا گئی تھیں۔

تین چار گھنٹے کے اندر اندر اس دیو کی شہرت دور دور تک ہو گئی جو دس آدمیوں کا کھانا تنہا کھا جاتا تھا۔

اور قاسم تھا کہ ڈائننگ ہال میں جمے رہنے پر تل گیا تھا۔ حمید نے لاکھ چاہا کہ اسے اس کے کمرے میں واپس لے جائے لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ڈائیننگ ہال میں بھیڑ اتنی بڑھ گئی تھی کہ ہوٹل کا سپروائزر بوکھلا گیا۔

قاسم اپنی میز پر جم سا گیا تھا.... کبھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آتی اور کبھی احمقانہ انداز میں اس کا منہ کھل جاتا.... حمید نے محسوس کیا کہ وہ غیر ارادی طور پر وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اٹھنا چاہتا ہے مگر اٹھ نہیں سکتا۔ بوکھلاہٹ میں ایسے بھی دو چار مقام آتے ہیں۔

بھیڑ میں اضافہ ہوتا رہا۔ ساری کرسیاں بھر گئیں.... اور لوگ جابجا کھڑے ہوئے نظر آنے لگے.... تماشائیوں میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

"ابے اٹھو بھی اُلو کے....!" حمید نے کچھ کہنا چاہا.... لیکن قاسم اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"ارے باپ رے.... کائیسے اٹھوں.... میرے اٹھتے ہی یہ سب سالیاں ہنسنے لگیں گی۔"

"نہیں ہنسیں گی۔ تم اٹھو بھی تو۔" حمید زچ ہو کر بولا۔

"نہیں ہنسیں گی۔ ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے۔" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نائیں.... نائیں.... میں نائیں اٹھ سکتا.... تم جاؤ نا۔"

"ارے ابھی ابھی بے چارا سپروائزر گڑگڑا رہا تھا کہ تمہیں تمہارے کمرے میں لے جاؤں۔"

"مرنے دو سالے کو تمہیں کیوں فکر پڑ گئی ہے.... میں دیکھتا ہوں کہ یہ سالیاں کب تک کھڑی رہتی ہیں۔"

حمید تھک ہار کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ تماشا بننا اسے پسند نہیں تھا۔ مگر تقریباً آدھے گھنٹے بعد اُسے پھر ڈائننگ ہال کا رخ کرنا پڑا.... پتہ نہیں قاسم پر کیا گزری ہو یا اس نے کیا کیا گل کھلائے ہوں۔

ڈائننگ ہال میں اب بھی بھیڑ ہی نظر آئی مگر اب لوگ صرف کرسیوں ہی پر تھے۔ کھڑے رہنے والے شاید سپروائزر کے حال زار پر رحم کھا کر واپس چلے گئے تھے۔ قاسم اپنی میز ہی پر موجود تھا۔ حمید کو دیکھ کر اس نے احمقانہ انداز میں سر کو جنبش دی تھی.... لیکن حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے ڈائننگ ہال سے باہر چلا آیا تھا۔

لیکن برآمدے میں پہنچتے ہی اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ نوٹس بورڈ پر ہاتھ سے لکھا ہوا ایک پوسٹر نظر آیا جس کی تحریر کے مطابق اس وقت ڈائننگ روم کے داخلے پر ٹکٹ لگ گئے تھے اور اس کی وجہ قاسم ہی تھا۔ حمید کو ہوٹل والوں کی ستم ظریفی پر بہت ہنسی آئی۔ انہوں نے پوسٹر میں بیسوی صدی کے اس دیو کا حوالہ بھی دیا تھا جو دس آدمیوں کی خوراک اکیلے ہضم کر جاتا تھا۔

حمید پھر ڈائننگ ہال میں واپس آگیا۔ اب وہ سپروائزر کے آفس کی طرف جا رہا تھا۔ سپروائزر نے اس کے استقبال کے سلسلے میں بہت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”غالباً آپ اس پوسٹر کے سلسلے میں احتجاج کرنے آئے ہیں۔“

”یقیناً....! حمید نے زبردستی اپنے لہجے میں غصیلا پن پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ پوسٹر ہمارے لئے آہانت آمیز ہے۔“

”ہماری دشواریوں پر بھی نظر رکھئے جناب۔“ اُس نے بھی ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ”میں نے آپ سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ انہیں اُن کے کمرے میں لے جائیے۔ آپ نے دیکھا ہی ہوگا کہ کتنی بھیڑ اکٹھا ہوگئی تھی۔ مجبوراً ہمیں باہر نوٹس بورڈ پر وہ پوسٹر لگانا پڑا۔“

وہ سانس لینے کے لئے رکا اور پھر مسکرا کر بولا۔ ”اگر آپ چاہیں تو ٹکٹوں کی آدھی آمدنی آپ کی خدمت میں پیش کی جاسکتی ہے۔ پھر غور فرمائیے کہ یہ فعل کتنا دانش مندانہ تھا۔“

”بے حد....“ حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ”وہ بیچارا ایک سیدھا سادہ آدمی ہے۔“

”کیا وہ پیشہ ور نہیں۔“

”کیا مطلب....!“

دیکھئے ابھی کچھ دیر گذری۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں موڑ سکتے ہیں۔ منہ سے لوہے کے بڑے بڑے گولے نکال سکتے ہیں۔ اپنے جسم سے لپٹی ہوئی لوہے کی زنجیریں توڑ سکتے ہیں اور بھی کئی کرتبوں کے نام انہوں نے لئے تھے۔ یہ سن کر حمید کو قاسم پر غصہ آگیا جو خود تماشہ بن ہی گیا تھا۔ اب حمید کی مٹی بھی پلید کر دینے کے درپے نظر آنے لگا تھا۔

وہ دانت پیستا ہوا سپروائزر کے کمرے سے باہر آیا۔ قاسم اب بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کی پشت حمید کی طرف تھی.... حمید کا دل چاہا کہ اس کی گردن ہی دبوچ لے۔ وہ اس کی میز پر پہنچ کر رکا۔ قاسم کی آنکھیں بند تھیں اور وہ تنا ہوا بیٹھا تھا.... حمید کے منہ میں جو بھی آیا اُسے سنا کر رکھ دیا۔ لیکن نہ تو قاسم کی آنکھیں ہی کھلیں اور نہ اُس کے چہرے سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ حمید کی گالیاں سن رہا ہے۔ حمید نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر جھٹکا دیا اور وہ میز پر آرہا۔

پتہ نہیں وہ بیہوش تھا یا گہری نیند سو رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد حمید کو یقین ہو گیا کہ وہ نیند نہیں بلکہ بیہوشی ہی تھی۔ قاسم کی میز کے قریب بھیڑ بڑھنے لگی۔ یہ نئی مصیبت تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اب اُسے کسی طرح کمرے میں لے جانا چاہئے.... مگر وہ نو من کی لاش.... کوئی بھی ہاتھ لگانے پر تیار نہیں نظر آتا تھا۔

کافی دیر بعد سپروائزر نے کہیں سے ایک اسٹریچر کا انتظام کیا اور پھر آٹھ ویٹر اُسے اسٹریچر پر اٹھا کر اُس کے کمرے میں لائے۔ ڈاکٹر جو پہلے ہی طلب کر لیا گیا تھا اس کا معائنہ کرنے کے بعد بولا۔ ”یہ بیہوشی تو کسی نشہ آور چیز ہی کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔“ ”میری دانست میں یہ ایسی کسی چیز کا عادی نہیں ہے۔“ حمید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر نے اسے ایک انجکشن دیا اور تاکید کر کے چلا گیا کہ آدھے گھنٹے تک ہوش نہ آنے پر اُسے دوبارہ طلب کیا جائے۔

لیکن قاسم کو آدھ گھنٹے سے پہلے ہی ہوش آگیا تھا اور اُس نے حمید کو دیکھ کر اس طرح آنکھیں پھاڑ دیں جیسے وہاں حمید کی موجودگی پر اُسے حیرت ہوئی ہو۔

”کیوں؟ کیا ہو گیا تھا.... تمہیں....!“ حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”تم کون ہو....؟“ قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب....!"

"میں پوچھتی ہوں تم کون ہو....!"

"ہائیں....ہائیں۔"

"جاؤ....یہاں سے ورنہ میں شور مچادوں گی۔" قاسم لچک کر بولا۔

"ابے کیوں شامت آئی ہے قاسم کے بچے۔ میں پوچھتا ہوں یہ کیا حرکت....!"

"ہائے اللہ.... میرا دوپٹہ! قاسم نے بدن چراتے ہوئے کہا۔ نکلو یہاں سے ڈھیٹ کم.... با.... خت.... اے امی جان۔"

"حمید اُسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔" قاسم میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ہنسے بغیر اس قسم کے مذاق کر سکتا.... اور نہ وہ اتنا اچھا اداکار ہی تھا کہ اس کی آنکھوں پر شرمیلے پن کی جھلکیاں نظر آسکتیں۔

حمید اُس کی سنجیدگی پر بوکھلا گیا۔ قاسم پاگل ہو گیا ہے؟ اُس نے سوچا یہ پاگل پن ہی ہو سکتا ہے۔ اسے مذاق نہ سمجھنا چاہئے۔ قاسم جیسا کوڑھ مغز آدمی عورتوں کی ایکٹنگ نہیں کر سکتا اور پھر اگر یہ مذاق ہی ہوتا تو قاسم اس کی ابتدا کرنے سے پہلے صرف سوچ کر ہی ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر ہو گیا ہوتا۔

"قاسم.... کیا بات ہے۔ آخر تم چاہتے کیا ہو۔"

"قاسم....!" قاسم نے حیرت سے دہرایا۔ پھر یک بیک حلق پھاڑنے لگا۔ "ارے دوڑو لوگو! یہاں ایک پاگل گھس آیا ہے.... بچاؤ.... بچاؤ۔ میں مری۔"

"ابے او قاسم میں تجھے کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

"ہائے کاٹ کر رکھ دے گا۔ دوڑو.... بچاؤ....!" قاسم پھر چیخا۔

"دیکھو! میں تمہیں یہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"ارے میں بھی یہی کہہ رہی ہوں کہ جاؤ.... ہائے اللہ میرا دوپٹہ۔"

وہ اسی طرح بدن چرا رہا تھا جیسے کسی باحیا عورت کو دوپٹے کی تلاش ہو۔ حمید اُس کے متعلق سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔ کہیں اچانک اس کی جنس تو نہیں تبدیل ہو گئی۔ کیونکہ آج کل یہ مرض کچھ عام سا ہو چلا ہے.... تو کیا.... گھر سے اتنی دور.... غریب الوطنی میں وہ جنس تبدیل

کر دے گا.... نہیں نہیں.... یہ ظلم ہے.... حمید کا ذہن فلمی انداز میں ڈائیلاگ بولنے لگا اور پھر اُسے بے تحاشہ ہنسی آ گئی۔ قاسم کے عورت بن جانے کا تصور ایسا ہی قہقہہ انگیز تھا۔ وہ اپنے کمرے میں واپس آ گیا تھا۔

وہ آرام کرسی میں نیم دراز پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

کچھ دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حمید سمجھا شائد قاسم راہِ راست پر آ گیا ہے۔

"آجاؤ....!" اُس نے کہا۔ لیکن دستک بدستور جاری رہی۔

"آجاؤ....!" اس بار اُس نے انگریزی میں کہا اور سپروائزر دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"آپ ہی چلئے جناب۔" اُس نے مردہ سی آواز میں کہا۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔

"کیا بات ہے۔"

"آپ کے ساتھی نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

حمید اُس کے ساتھ قاسم کے کمرے میں آیا۔

قاسم کمرے کے وسط میں کھڑا دہاڑ رہا تھا۔ "چور چور.... سب چور ہیں۔ میرا صندوق کون لے گیا۔"

"کیسا صندوق....!" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ "تمہارے ساتھ کپڑوں کا صرف ایک ہی صندوق تھا۔"

"یہ میرا صندوق نہیں ہے۔" قاسم صندوق کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اس میں مردانے کپڑے ہیں۔"

"اوور....!" حمید دانت پیس کر اور اُسے مکا دکھا کر بولا۔ "ہوش میں آجاؤ.... ورنہ بہت بُرا حشر کروں گا۔"

"اے مسٹر.... تم اتنی بے تکلفی سے باتیں کر رہے ہو۔ لیکن میں نہیں جانتی تم کون ہو۔"

دفعتاً حمید نے انگریزی میں گفتگو شروع کر دی۔ مقصد یہ تھا کہ قاسم جواب دینے کے معاملے میں محتاط ہو جائے۔ کیونکہ سپروائزر بھی موجود تھا۔

"ارے.... یہ کیا بکواس شروع کر دی۔" قاسم نے سپروائزر کی طرف اشارہ کر کے اردو میں کہا۔ "یہ آدمی بھی اسی طرح بول رہا تھا۔ میں اپنی زبان کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں سمجھ

سکتی۔"

"تم انگریزی نہیں سمجھ سکتے۔" حمید نے اردو میں کہا۔

"نہیں....!" قاسم نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا اور دفعتاً حمید کو خیال آیا کہ کہیں وہ اپنی یادداشت تو نہیں کھو بیٹھا۔ قاسم کے لئے یہ ممکن بھی تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے ذہنی رو بہکنے کا مریض تھا۔ تو کیا وہ بیہوشی اس کی یادداشت پر اثر انداز ہوئی تھی۔

اس خیال نے حمید کو بوکھلا دیا۔

کانفرنس

کیلی گراہم اپنے ملک کی نمائندگی کر رہی تھی۔ وہ بہت اچھا جسم رکھتی تھی۔ بڑی پھرتیلی تھی اور ذہانت کا کیا پوچھنا؟ ذہانت ہی کی بناء پر وہ پانچ ممالک کی کانفرنس میں اپنے ملک کی نمائندگی کر رہی تھی۔

وہ اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کی ایک سرگرم کارکن تھی اور اُس کے ساتھی اُسے زہر کی پڑیا کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ویسے اُس کا ظاہر بڑی دلکشی رکھتا تھا اور چہرے سے ظاہر ہونے والی معصومیت کا تو یہ عالم تھا کہ مذہبی تصاویر بنانے والے آرٹسٹ اکثر اُسے مقدس مریم کے لئے پوز دینے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔

آنکھیں بڑی بڑی اور نشیلی تھیں جن پر ہر وقت غنودگی کی سی کیفیت طاری رہا کرتی تھی اور یہ آنکھیں یہی ظاہر کرتی تھیں کہ وہ ایک کاہل اور خواب دیکھنے والی لڑکی ہے۔

کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ عملی زندگی میں بھی کوئی قدر و قیمت رکھتی ہوگی۔

اس وقت اُس کا ہیلی کوپٹر شمالی امریکہ کے جنوبی غیر آباد حصے پر پرواز کر رہا تھا۔

وہ پانچ دوست ممالک کی سیکرٹ سروس کے ممبروں کی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے یہاں آئی تھی۔ زیرولینڈ کی تلاش کا سلسلہ درپیش تھا۔ ان پانچ دوست ممالک میں زیرولینڈ کے جاسوس پکڑے گئے تھے اور ان کے پاس سے ایسی حیرت انگیز چیزیں برآمد ہوئی تھیں جنھوں نے انتہائی ترقی یافتہ ممالک کو بھی حیرت میں ڈال دیا تھا.... سوال یہ تھا کہ زیرولینڈ ہے کہاں؟ اُس

کے جاسوس مر جاتے تھے لیکن سرزمین کی نشاندہی نہیں کرتے تھے۔

یہ کانفرنس شمالی امریکہ کے ایک غیر آباد مقام پر ہونے والی تھی۔ اطلاعات کے مطابق ہیلی کوپٹر اُسے ایک جگہ اتار دیتا اور پھر وہاں سے کسی کی رہنمائی میں اُسے کچھ دور پیدل چلنا پڑتا۔

کچھ دیر بعد ہیلی کوپٹر کے پائیلٹ نے اُسے آگاہ کیا کہ اب ہیلی کوپٹر نیچے اترے گا۔ دور تک خشک اور بھورے رنگ کی پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کیلی نے دوربین ہاتھوں سے چھوڑ دی۔ وہ راستے بھر قرب و جوار کا جائزہ لیتی آئی تھی۔

دوربین گلے میں پڑے ہوئے چمڑے کے تسمے سے جھولنے لگی۔ اُس نے رومال نکال کر چہرے پر پھیرا اور نیچے دیکھنے لگی۔ ہیلی کوپٹر ایک مسطح چٹان پر اُتر رہا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں اُس کی کان پھاڑ دینے والی آواز سے قریب و جوار کی پہاڑیاں گونجنے لگیں۔

وہ ہیلی کوپٹر سے نیچے اُتر آئی اور پھر اس کا سامان نکال کر باہر رکھ دیا گیا۔ سامنے ہی نشیب میں تین آدمی نظر آئے اُن میں سے ایک آدمی زرد رومال ہلا کر اُسے خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

پھر وہ لوگ اوپر آ گئے.... ہیلی کوپٹر واپسی کے لئے اوپر اٹھ رہا تھا۔ میں نوبل ہنٹر ہوں۔ ایک آدمی نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... مسٹر ہنٹر ہاؤڈو یو ڈو!" کیلی نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"او کے.... مس گراہم.... اور میں تو آپ کو پہچانتا ہی ہوں....!"

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے ہم پہلے بھی کبھی مل چکے ہیں...!" کیلی نے مسکرا کر کہا۔

"ارے.... آپ ہنگری والا واقعہ بھول گئیں.... کس نے آپ کو اس مکان کی چوتھی منزل سے نیچے اتارا تھا۔ جب فوج نے پاور ہاؤز پر قبضہ کر کے بجلی کی سپلائی بند کر دی تھی.... اور لفٹیں بیکار ہو گئی تھیں۔"

"اوہ.... نہیں۔" کیلی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "وہ آپ تھے! اُف فوہ کتنا گہرا اندھیرا تھا۔ میں ہمیشہ سوچتی رہتی ہوں کہ آخر وہ کون تھا جس نے مجھے اندھیرے میں آواز دی تھی اور رسیوں کی سیڑھی سے نیچے اتارا تھا۔ نیچے گولیاں چل رہی تھیں۔ مشین گنوں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔"

"بڑا بھیانک تجربہ تھا۔" ہنٹر نے ٹھنڈی سانس لی۔ یہ ایک جوان العمر اور وجیہہ آدمی تھا۔

پیشانی کشادہ تھی۔

"مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے آپ سے مل کر۔" کیلی نے کہا۔ "بیان نہیں کر سکتی۔ اوہ.... کیا ہمیں زیادہ دور تک چلنا ہوگا۔"

"نہیں بس تھوڑی دور۔" اُس نے ایک اونچے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بس اُس طرف.... وہیں ہمارا عارضی ہیڈ کوارٹر ہے۔ بڑی پر فضا جگہ ہے۔ ان خشک پہاڑوں کے درمیان وہ چھوٹا سا ٹکڑا ایسا ہی ہے جیسے وہاں صدیوں پہلے کسی جادوگر نے قیام کیا ہو۔ بس جادو کی بنسری بجائی اور چاروں طرف سبزہ اُگ آیا.... پھول کھل گئے اور پتھریلی زمین سے میٹھے پانی کا چشمہ ابل پڑا....!"

"آپ تو شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں مسٹر ہنٹر۔" کیلی نے کہا اور ہنٹر صرف ہنس کر خاموش ہو گیا۔

اب وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہو رہے تھے۔ یہ اُس پہاڑ کا درہ تھا جس کی طرف ہنٹر نے اشارہ کیا تھا۔

"اور کہاں کہاں سے نمائندے آ گئے ہیں۔" کیلی نے پوچھا۔

"بس فی الحال ایشیاء کے دو آدمی آپ کو وہاں ملیں گے۔"

"ایشیاء....!" کیلی نے متحیرانہ لہجہ میں دہرایا۔

"ہاں.... اُن لوگوں کو بھی ایک بار زیرو لینڈ کے جاسوسوں سے نپٹنا پڑا تھا۔ لیکن ابھی تک وہ اس سے ناواقف ہیں کہ زیرو لینڈ کہاں ہے۔"

کیلی کچھ نہ بولی۔ اُس کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئی تھیں۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں اپنے ملک کی نمائندگی کر رہی ہوں۔"

"اوہ....!" ہنٹر مسکرایا۔ "ہمیں آپ کے سفارتخانہ سے آپ کے متعلق تفصیل ملی تھی.... اور آپ کی تصویر بھی.... غالباً اس سوال سے آپ کی مراد یہی ہے کہ اگر ہم میں غلط آدمی آ جائے تو ہم اُسے کس طرح چیک کریں گے۔"

"جی ہاں.... میں یہی کہنا چاہتی تھی۔"

"دیکھئے اگر کوئی غلط آدمی ہم میں آ بھی گیا تو اُس کی ذمہ داری کسی نہ کسی ملک کے سفارتخانے پر ہی ہوگی۔" کیلی کچھ نہ بولی۔

وہ درے سے نکل آئے تھے اور اب وہ ایک سرسبز و شاداب وادی میں داخل ہو رہے تھے۔ اونچے اونچے درختوں کی چوٹیاں نیلگوں آسمان کے مقابل بڑی دلکش نظر آ رہی تھیں۔ بادل کا ایک سفید ٹکڑا آہستہ آہستہ مشرق سے مغرب کی جانب رینگ رہا تھا۔

نشیب میں جہاں چشمہ تھا کیلی کو لکڑی کی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی جس کا بیشتر حصہ سرخ پھولوں والی بیل سے ڈھکا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ شام تک سب آ جائیں گے۔" ہنٹر نے کہا۔

"واقعی بڑی پُر فضا جگہ ہے۔" کیلی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"چشمے کا پانی بہت ٹھنڈا اور شیریں ہے۔"

وہ لکڑی کے مکان میں داخل ہوئے۔ یہاں کیلی کو دو آدمی دکھائی دیئے جو آرام کرسیوں پر پڑے اونگھ رہے تھے۔ اُن کی آہٹ پر چونک کر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور پھر جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ کیلی نے اُن کا اچٹتی ہوئی نظروں سے جائزہ لیا اور ہنٹر کے ساتھ آگے بڑھتی چلی گئی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کمرہ آپ کے لئے مناسب رہے گا۔" ہنٹر نے ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... بہت.... شکریہ یہاں مجھے بہت آرام ملے گا.... مگر مسٹر ہنٹر.... کیا آپ انہیں دونوں آدمیوں کے متعلق کہہ رہے تھے۔"

"جی ہاں.... بیٹھ جایئے...." ہنٹر نے کہا اور پھر اُن دونوں آدمیوں سے بولا جو کیلی کا سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ "اسے اُس طرف رکھ دو.... اور کرسٹوفر سے کہو کہ کافی لے آئے۔"

کیلی کینوس کی فولڈنگ آرام کرسی میں نیم دراز ہو گئی تھی۔ اُس نے تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔

"اوہ.... بہت بہت شکریہ.... کافی ہی مناسب رہے گی۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ ہاں میں اُن دونوں آدمیوں کے متعلق کہہ رہی تھی۔"

"کہئے....!"

"اُن میں سے ایک تو صورت ہی سے احمق معلوم ہوتا ہے۔" کیلی نے جلدی جلدی پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"اوہ.... وہ....!" ہنٹر مسکرایا۔ "میں خود بھی نہیں سمجھ سکا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اس

کے مقابلے میں دوسرا آدمی صفدر سعید کام کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"بُرا نہ مانئے گا....!" کیلی نے کہا۔ "میرے نزدیک یہ مناسب نہ تھا۔"

"کیا....!"

"یہی کہ ایشیا کے کسی ملک سے بھی نمائندے طلب کئے جاتے ہیں۔"

"آپ کا خیال کسی حد تک درست ہے۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ اُس کے ملک میں بھی زیرولینڈ کے جاسوس پکڑے گئے تھے۔"

کیلی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر ہنٹر بولا۔ "ابھی تک ہم میں اصل موضوع پر گفتگو نہیں ہوئی۔ لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ یہ کانفرنس کافی فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

"مگر میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ لوگ ایشیا کی طرف کیوں متوجہ ہوئے ہیں۔"

"اوہ چھوڑیئے....!" ہنٹر مسکرایا۔ "اس پر ہم کانفرنس میں بحث کریں گے۔"

"ویسے آپ یہ بتائیے کہ آپ کے ساتھ اور کتنے آدمی آئے ہیں تاکہ اُن کے لئے بھی کوئی معقول انتظام کیا جاسکے۔"

"میرے ساتھ اور کوئی آدمی نہیں ہے۔"

"ارے آپ تنہا آئی ہیں.... یعنی کہ....!"

"ہاں.... میں تنہائی پسند ہوں.... اس لئے زیادہ بھیڑ لے کر نہیں چلتی۔"

ہنٹر کچھ کہنے والا تھا کہ کافی آگئی.... وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ پھر دونوں مشرقیوں سمیت واپس آیا.... کیلی عمران کو بہت غور سے دیکھ رہی تھی اور عمران کچھ اس طرح نروس نظر آرہا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کے قریب جانے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے برخلاف صفدر بے حد اسمارٹ نظر آرہا تھا۔ اس کی دانست میں اُس کانفرنس کے لئے اُن دونوں کا انتخاب ایکس ٹو نے کیا تھا۔ وہ اس پر بہت خوش تھا اور اُس صورت میں تو یہ خوشی دوگنی ہوگئی جب کہ اُس کا ساتھی عمران تھا.... وہ دونوں اُس میز کے قریب بیٹھ گئے جس پر کافی رکھی ہوئی تھی۔

"آپ لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔" ہنٹر نے اُن سے پوچھا۔

"نہیں.... شکریہ۔" صفدر نے جواب دیا۔ لیکن عمران اس طرح خاموش بیٹھا رہا جیسے اس سوال کا اُس کی ذات سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔

ہنٹر نے استفہامیہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا اور صفدر مضطربانہ انداز میں پہلو بدلنے لگا۔

کیلی کبھی ہنٹر کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی عمران کی طرف جو سر جھکائے بیٹھا شائد اپنے چمکدار جوتے میں شکل دیکھنے کی کوشش کررہا تھا۔

پھر ہنٹر پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگا۔ عمران نے بلند آواز میں جماہی لی اور منہ چلا کر احمقانہ انداز میں ایک ایک کی صورت دیکھنے لگا۔

کیلی نے مسکرا کر ہنٹر کی طرف دیکھا اور ہنٹر نے عمران سے کہا۔ "آپ شائد بہت کم سخن واقع ہوئے ہیں۔"

"اجی میں نے تو بولنے کی قسم کھا رکھی ہے۔" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "انہوں نے چلتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی زبان قابو میں رکھوں گا۔"

"ایسا بھی کیا؟ کچھ تو بولئے۔" ہنٹر اُسے گھنے پر آمادہ نظر آنے لگا۔

"اچھا تو بولتا ہوں سنئے۔ جب ہم کسی کتے کو پتھر مارتے ہیں تو وہ اس طرح چیاؤں کرتا ہوا بھاگتا ہے۔"

عمران نے منہ پر ہاتھ رکھ کر چوٹ کھائے ہوئے کتے کے چیخنے کی نقل اتاری اور وہ سب بیساختہ ہنس پڑے۔

اگر سنجیدہ ماحول میں اس قسم کا کوئی غیر متوقع واقع پیش آجائے تو پھر قہقہے رکنے کا نام ہی نہیں لیتے مگر صفدر عمران کی اس حرکت پر بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"یار.... عمران صاحب۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ آپ کیا کررہے ہیں۔"

اُس نے اردو میں کہا تھا اس لئے کیلی اور ہنٹر خاموش ہوکر ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگے اس پر عمران بولا۔ "میرا ساتھی کہہ رہا ہے کہ آپ کو یہ بھی بتاؤں کہ دو کتے ایک دوسرے پر کس طرح غراتے ہیں۔"

اور پھر اُس نے کتوں کی طرح غرانا شروع کردیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہورہا تھا جیسے دو کتے ایک دوسرے پر غرا رہے ہوں۔

"کمال ہے۔" کیلی نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "یہ بالکل آپ کی مادری زبان معلوم ہوتی ہے۔"

"دنیا کی ہر عورت میری ماں ہے۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"آپ کی خاموشی ہی بہتر ہے جناب۔" ہنٹر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"آپ کا یہ فیصلہ اب بیکار ہے۔" عمران کا لہجہ مایوسانہ تھا۔ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"کیا نہیں ہو سکتا۔"

"اگر ایک بار زبان چل پڑی تو تھک جانے کے بعد ہی رکتی ہے ورنہ پھر دوسری صورت میں مجھ پر ہارٹ اٹیک ہونے لگتے ہیں۔"

"تب تو پھر افسوس ہے کہ آپ ہماری اس مہم کیلئے سلسلے میں بالکل ہی بیکار ثابت ہوں گے۔"

"اس پر بھی کانفرنس ہی میں غور کر لیا جائے گا۔" عمران نے لاپروائی سے کہا اور اُس نے غلط نہیں کہا تھا۔ صفدر کو بھی یقین تھا کہ وہ لوگ عمران کو بھی ایک مسئلہ ہی بنالیں گے۔

شام تک وہاں تین آدمی اور پہنچ گئے اور پھر رات کے کھانے کے بعد وہ مسئلہ پیش کیا گیا جس کے لئے وہ دور دراز سفر کر کے یہاں اکٹھا ہوئے تھے۔

میز پر ساتھ آدمی تھے۔ صفدر، عمران، کیلی، ہنٹر، آلڈس، کراموبل اور اُوبران .... اوبران امریکن سیکرٹ سروس کا ڈپٹی چیف آفیسر تھا اور ہنٹر اس کا ماتحت تھا۔ اُوبران نے بھی عمران کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا تھا۔

کانفرنس میں کچھ دیر تک زیرولینڈ کے متعلق قیاس آرائیاں ہوتی رہیں پھر اوبران نے سنہرے رنگ کے اسفنج کا ایک ٹکڑا نکال کر میز پر رکھ دیا۔

"ذرا اسے دیکھئے.... اور بتایئے کہ یہ کیا ہے...." اُس نے کہا۔

عمران کے علاوہ سبھی اس سنہرے اسفنج پر جھک پڑے۔ وہ خاموش بیٹھا رہا اور اس کے چہرے سے بے تعلقی ظاہر ہوتی رہی۔

دفعتاً کیلی نے کہا۔ "میرے خدا.... یہ تو سونے کا معلوم ہوتا ہے.... لیکن ہے اسفنج۔"

"مگر آپ اس کے متعلق کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں، مسٹر اوبران۔" آلڈس نے پوچھا۔ یہ ایک معمر اور بدصورت آدمی تھا۔ کھوپڑی انڈے کی طرح شفاف تھی اور پلکوں کے بال بھی غائب تھے۔ چہرہ عادی قسم کے شرابیوں کا سا تھا۔

"کیا اس سے پہلے بھی کبھی یہ چیز آپ کے سامنے آئی ہے۔" اوبران نے پوچھا۔

عمران کے علاوہ اور سب نے نفی میں جواب دیا۔

اوبران نے عمران کی طرف دیکھا اور پھر اس طرح دوسری طرف دیکھنے لگا جیسے غلطی سے اس پر نظر پڑ گئی ہو۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "یہ زیرولینڈ کے ایک جاسوس کے پاس سے برآمد ہوا تھا اور یقین کیجئے کہ وہ اُسے ضائع کر دینے کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر رہا تھا۔ لیکن ہم نے اُسے کامیاب نہیں ہونے دیا تھا۔"

"تو آپ نے اُس سے اس کے متعلق بہت کچھ معلوم کر لیا ہوگا۔" صفدر بولا۔

"نہیں....!" اوبران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔ "ہم کچھ بھی نہیں معلوم کر سکے تھے اور پھر وہ تو تھوڑی ہی دیر بعد مر گیا تھا۔ پتہ نہیں کیسے وہ اُس زہر کو استعمال کر سکا تھا۔ ہم متحیر ہی رہ گئے تھے کیونکہ اس کی جامہ تلاشی میں ہمیں اس اسفنج کے علاوہ اور کچھ نہیں ملا تھا۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اس طرح خودکشی کر لے گا۔ بہرحال یہ اسفنج بھی الجھن کی وجہ بنا ہوا ہے۔ آخر اُس نے اُسے ضائع کر دینے کے لئے ہاتھ پاؤں کیوں مارے تھے۔"

"وہ ڈرتا تھا کہ کہیں ہم اس کے پیچھے اپنا وقت نہ برباد کرنا شروع کر دیں۔" عمران بول پڑا۔

"اگر آپ وضاحت سے کام لیں تو بہتر ہوگا۔" اوبران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"گذارش ہے کہ یہ ہمارے لئے ایک فضول سی چیز ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں جناب۔" آلڈس بھی عمران کو گھورنے لگا۔ عمران کے چہرے پر اس وقت بھی حماقت ہی حماقت نظر آ رہی تھی۔

"اگر میں یہ کہوں کہ یہ ایک قسم کا ٹرانسمیٹر ہے تو آپ لوگ مجھے پکڑ کر پاگل خانے میں بھجوا دیں گے۔" عمران نے کہا اور پھر اچانک جیب سے ریوالور نکال کر اُس کا رخ آلڈس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں مسٹر آلڈس! تم اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ لو۔ میں یہ نہیں پسند کرتا کہ وہ تمہاری جیبوں کی طرف جائیں۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ حالانکہ آلڈس نے اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ لئے تھے.... لیکن عمران کو خونخوار نظروں سے برابر گھورے جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ....!" اوبران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں یہی مناسب ہے مسٹر اوبران۔"

"اوہ....!" آلڈس غرایا۔ "میں نہیں جانتا تھا کہ اس کانفرنس کا مقصد میرے ملک کی توہین

کرنا ہے۔"

"مسٹر.... میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ ریوالور میز پر رکھ دیجئے۔" اوبران نے گالی دینے کے سے انداز میں کہا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کانفرنس کے سربراہ ہیں لیکن ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ میں دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ یہ کئی بار کسی گرہ کٹ کی طرح آپ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر چکا ہے۔

"کیا مطلب....!"

"مطلب خود بخود ہی آپ کی سمجھ میں آنا چاہئے۔ کیا اس اسفنج کے علاوہ اور بھی کوئی چیز آپ کے پاس تھی جس کے لئے جیبوں میں ہاتھ ڈالا جاسکے۔"

"نہیں....!"

"یہ بکواس ہے۔" آلڈس دہاڑا۔ "میرے ملک کی توہین ہو رہی ہے۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو پھر تمہارا میک اپ ہی اس کی تصدیق کرے گا۔" عمران نے کہا.... کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ اچانک آلڈس نے بیٹھے ہی بیٹھے اس پر چھلانگ لگا دی۔

عمران کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔ اس نے سوچا تھا کہ اُسے قابو میں کرے گا لیکن اچانک ریوالور چل گیا۔ آلڈس کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی اور اچھل کر ایک جانب جا پڑا۔ گولی سینے میں لگی تھی۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے ٹھنڈا ہو گیا۔

وہ سب بوکھلا کر کھڑے ہو گئے اور عمران احمقانہ انداز میں ان کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ برا ہوا....!" اوبران بڑبڑایا۔

"یقیناً بُرا ہوا۔" عمران نے اعتراف کیا۔ "لیکن ٹریگر کے دبنے میں میرے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ اسی لئے وہ خود اپنی موت کا باعث بنا ہے۔"

پھر تھوڑی دیر بعد عمران نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ میک اپ میں تھا۔ اصلی آلڈس کا جو بھی حشر ہوا ہو۔

"تو یہ.... بھی زیرولینڈ کا جاسوس تھا۔" اوبران نے متفکرانہ انداز میں کہا۔

"اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔" کیلی نے کہا اور متحیرانہ نظروں سے عمران کی طرف

دیکھنے لگی۔

"اس نے اس وقت جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی جب میں نے اسفنج کو ٹرانسمیٹر کہا تھا۔" عمران بولا۔

"ذرا ٹھہریئے....!" اوبران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ مجھے اس اسفنج سے بھی عجیب نظر آتے ہیں۔"

اوبران کے ان دونوں آدمیوں نے لاش وہاں سے ہٹا دی جو کیلی کا سامان اٹھا کر لائے تھے اور پھر کچھ دیر بعد یہ کانفرنس پھر شروع ہو گئی۔

"پتہ نہیں بیچارے آلڈس کا کیا حشر ہوا ہوگا۔" کیلی نے کہا۔

"اس پر غور کریں گے۔" اوبران نے کہا اور پھر عمران سے بولا۔ "ہاں تو جناب آپ اس اسفنج کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"وہی جو پہلے کہہ چکا ہوں۔"

"کبھی ٹرانسمیٹر دیکھا بھی ہے۔" کرامویل نے جھنجھلا کر کہا۔

اور صفدر اسے بھی شبہے کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کا ہاتھ جیب میں چلا گیا تھا اور ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔

عمران جواب دینے کی بجائے صفدر کی طرف مڑ کر بولا۔ "نہیں یہ بالکل ٹھیک ہیں! خفا ہوتے ہیں تو ہونے دیں۔"

اس پر کرامویل کو اور زیادہ تاؤ آ گیا۔ لیکن اوبران نے بات نہ بڑھنے دی۔

"آپ آخر کس طرح اسے ٹرانسمیٹر ثابت کریں گے۔" اس نے پوچھا۔

"بس کر دوں گا.... کیا آپ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے نہیں لگا سکتے کہ ٹرانسمیٹر کے تذکرے پر اس نے ریوالور نکالنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ.... اہمیت.... اہمیت سے تو کسی صورت میں بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جس کے پاس سے یہ برآمد ہوا تھا اس نے اسے ضائع کر دینے کی کوشش کی تھی۔"

"اچھی بات ہے.... تو میں اسے ٹرانسمیٹر ثابت کر دوں گا.... لیکن واضح رہے کہ اس صورت میں جب یہ ٹرانسمیٹر ثابت ہونے لگے تو کسی کے منہ سے آواز بھی نہ نکلنی چاہئے۔" عمران

نے کہا اور پھر صفدر سے بولا۔ "میرے سوٹ کیس میں گدلے سیال کی بوتل ہے اسے نکال لاؤ۔"

صفدر اٹھ کر چلا گیا۔ دوسری طرف کیلی ہنٹر سے کہہ رہی تھی۔ "بہت گہرا آدمی معلوم ہوتا ہے؟"

"ارے.... کیا آپ نے ابھی دیکھا نہیں۔"

"اب یہ بھی دیکھئے.... کہ وہ اسے ٹرانسمیٹر کیسے ثابت کرتا ہے.... کتنی مضحکہ خیز بات ہے.... کراموبل نے ٹھیک ہی پوچھا تھا کہ کبھی اس نے ٹرانسمیٹر دیکھا بھی ہے۔"

صفدر کی واپسی پر دونوں خاموش ہوگئے۔

صفدر کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں گدلے رنگ کا سیال نظر آرہا تھا۔ عمران نے ایک گلاس بھی طلب کیا۔ جو فوراً مہیا کر دیا گیا۔ گلاس میں تھوڑا سا سیال انڈیل کر اس میں وہ سنہرا اسفنج ڈالنے ہی والا تھا کہ اوبران بول پڑا۔ "دیکھئے.... یہ ضائع نہ ہونے پائے۔"

"ہرگز نہیں.... اگر ضائع ہوگیا تو میں دوسرا مہیا کر دوں گا۔" عمران نے کہا اور اسفنج کا ٹکڑا گلاس میں ڈال دیا اور پھر وہ سب ہی اس پر جھک پڑے کیونکہ گلاس پر ہلکے گلابی رنگ کا دھواں سا نظر آنے لگا تھا۔ عمران نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش ہی رہنے کا اشارہ کیا۔

پہلے تو اس دھوئیں سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی سی آواز آئی اور پھر وہ آواز بتدریج کسی آدمی کی آواز میں تبدیل ہوتی گئی۔

ان کی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھٹی ہوئی تھیں۔ ہونٹ کھل گئے تھے۔ ایک آدھ کی سانسیں تیزی سے چلنے لگی تھیں۔

کچھ دیر بعد عمران نے اسفنج کا ٹکڑا گلاس سے نکال لیا۔

پُراسرار چینی

قاسم حمید کے لئے وبالِ جان بن گیا تھا۔

متواتر دو دن سے وہ عورت ہی بنا ہوا تھا۔ اگر یہ واقعہ اپنے ملک یا شہر میں پیش آتا تو حمید نے انواع و اقسام کی تفریحات کے ڈھیر لگا دیئے ہوتے۔

مگر یہ قاسم کو کیا ہوگیا تھا؟ ایسا مذاق جس کی مدت اتنی طویل ہوتی قاسم کے بس کا روگ

نہیں تھا۔

پھر؟ حمید اسی خیال پر جم گیا کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔ اس نے فریدی کو دو تین طویل تار دیئے۔ لیکن نہ تو ان تاروں کا جواب آیا اور نہ ہوائی جہاز والے لاسلکی پیغام کے مطابق کوئی دوسری ہدایت ملی۔ البتہ میڈرڈ پہنچنے پر اس نے اسے اپنے لندن کے پتہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ اگر قاسم اس کے لئے مصیبت نہ بن گیا ہوتا تو وہ کچھ دن یہیں بہترین تفریحات میں بسر کر دیتا۔

آج صبح ہی سے وہ پھر فریدی کے تار کا انتظار کر رہا تھا۔ ناشتہ کمرے ہی میں طلب کیا تھا اور اب تک باہر نہیں نکلا تھا۔

یہاں کی تفریحات کا کیا پوچھنا۔ ہر قدم پر ایک حسین لڑکی سے ملاقات ہوتی تھی لیکن وہ تو قاسم کی وجہ سے اس حد تک بور ہو چکا تھا کہ اپنا ہی بوجھ گراں گزرنے لگا تھا۔

صبح سے اب تک وہ اسی خوف سے باہر نہیں نکلا تھا کہ لوگ اس سے قاسم کے متعلق سوالات کریں گے۔ یہاں تک کہ اس ہوٹل میں کئی مشرقی بھی مقیم تھے اور انہوں نے یہ بات سارے ہوٹل میں پھیلا دی تھی کہ قاسم عورتوں کی طرح گفتگو کرتا ہے۔

ٹھیک نو بجے حمید اٹھا کہ فون کر کے پائپ کا تمباکو منگوائے لیکن ابھی میز تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور دوسرے ہی لمحے میں ہوٹل سپروائزر اندر داخل ہوا۔

"میں اس مداخلت پر معافی چاہتا ہوں جناب۔" اس نے کہا۔

"کہئے۔"

"لوگوں کا خیال ہے آپ کے ساتھی صحیح الدماغ نہیں ہیں۔"

"لوگوں کا یہی خیال آپ کے متعلق بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ آپ کو ناپسند کرنے لگیں۔"

"دیکھئے وہ دوسری بات ہے.... میں نے سنا ہے کہ وہ عورتوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں۔"

"دنیا کا کوئی قانون اسے اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔"

"میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ انہیں کہیں اور لے جایئے۔ یہاں لوگوں میں ان کی وجہ سے ہراس پھیل رہا ہے۔"

"کمال ہے....!" حمید ہنس پڑا۔ "لوگوں میں اس لئے ہراس پھیل رہا ہے کہ وہ عورتوں کی طرح گفتگو کرتا ہے۔"

"دیکھئے۔ اس مسئلے پر سنجیدگی سے بات کیجئے۔ ورنہ آپ پریشانیوں میں پڑ سکتے ہیں۔"

"کیسی پریشانیاں....!" حمید اُسے گھورنے لگا۔

"میں پولیس کو بھی اس کی اطلاع دے سکتا ہوں اور آپ کے دوست پاگل خانے بھی پہنچ سکتے ہیں۔"

حمید چکرا گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"اچھی بات ہے! میں شام تک یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" سپروائزر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

اب حمید غصے سے پاگل نہ ہو جاتا تو کیا کرتا اور یہ غصہ فریدی پر ہی تھا۔ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت گلے ڈال دی۔

وہ پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور قاسم کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن اس کمرے میں نہ قاسم نظر آیا اور نہ اس کا سامان۔ اس نے وہیں سے سپروائزر کو فون کیا۔ مگر سپروائزر نے قاسم کی روانگی کے متعلق لاعلمی ظاہر کی۔

حمید نے سوچا یہ دوسری ہوئی۔ اگر وہ یہاں سے چلا گیا ہے تو اب وہ یقینی طور پر کسی پاگل خانے ہی میں مل سکے گا۔

کمرے سے نکل کر اس نے اس کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی اس ویٹر کو تلاش کیا جو قاسم کو کمرے میں سرو کیا کرتا تھا۔

"وہ تنہا نہیں گئے جناب۔" ویٹر نے کہا۔

"کون تھا اس کے ساتھ۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"ان کا جاپانی دوست....!"

"جاپانی دوست....!" حمید کی حیرت میں اضافہ ہو گیا۔

"دیکھئے.... میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ چینی تھا یا جاپانی.... لیکن تھا انہیں دونوں میں سے۔ میں چینی یا جاپانی آدمیوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میری دانست میں ان

کے چہروں کی بناوٹ یکساں ہوتی ہے۔"

"مگر میں نے تو کبھی اس کے ساتھ کسی چینی یا جاپانی کو نہیں دیکھا۔" حمید نے کہا۔

"نہ دیکھا ہوگا! مگر وہ ان کے گہرے دوستوں میں سے معلوم ہوتا تھا۔"

"اوہو.... تم نے اس کا بھی اندازہ کر لیا تھا۔"

"جی ہاں.... وہ ان کے لئے بھنی ہوئی مسلم رانیں اور مرغ لایا کرتا تھا۔"

"ارے بھئی میں نے تو کبھی نہیں دیکھا۔" حمید کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔

"نہ دیکھا ہوگا۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔ "آپ اس وقت اپنے کمرے میں ہوتے ہوں گے وہ عموماً رات گئے آتا تھا۔"

حمید نے پلکیں جھپکائیں۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کیا اُسے یہاں کافی خوراک نہیں ملتی تھی؟"

"جی نہیں! جب سے ہمیں یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ دماغی فتور میں مبتلا ہیں ان کی خوراک کے معاملے میں محتاط ہو گئے تھے۔"

"یعنی اسے اس کی فرمائش سے کم دینے لگے تھے۔"

"یقیناً جناب۔"

حمید نے ایک طویل سانس لی۔ اس کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

"تم نے سب سے پہلے کب اسے اس کے ساتھ دیکھا تھا۔"

"ٹھہریئے.... مجھے سوچنے دیجئے.... جی ہاں.... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ جب وہ ڈائننگ ہال میں بے ہوش ہوئے تھے اس سے پہلے بھی وہ ان کی میز پر نظر آیا تھا۔"

حمید اپنا سر ہلانے لگا۔ پھر بولا۔ "کیا وہ پہلے بھی یہاں آتا رہا ہے۔"

"آپ لوگوں کی آمد سے پہلے؟" ویٹر نے پوچھا۔

"ہاں....؟"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے پہلے کبھی اسے یہاں دیکھا ہو۔"

سپروائزر بھی آ گیا تھا اور ان کی گفتگو بہت غور سے سن رہا تھا۔ حمید اس کی طرف مڑ کر بولا

"میں جرم کی بو سونگھ رہا ہوں۔"

"کیا مطلب....!" سپروائزر اسے گھورنے لگا۔

"میرے ساتھی کا اغوا۔"

"تو کیا آپ بھی اسے عورت ہی سمجھتے ہیں۔" سپروائزر مسکرایا۔

"سنجیدگی سے غور کیجئے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میرا ساتھی ایک بے انتہا دولت مند آدمی ہے۔ لیکن زیادہ چالاک نہیں ہے۔ اس لئے میں اس کے اغوا کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔"

سپروائزر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "دیکھئے جناب.... اگر یہ معاملہ ہے تو آپ کو انہی صاحب سے مناسب مدد مل سکتی ہے جن کی وساطت سے آپ نے یہاں قیام کیا تھا۔"

حمید نے پھر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے یہاں کے سفارتخانے کی وساطت سے یہاں ٹھہرا ہو گا۔

"کیوں؟ کیا وہ کوئی مقامی آدمی ہے۔" اس نے پوچھا۔

"آپ نہیں جانتے...." سپروائزر کے لہجے میں زیادہ حیرت تھی۔

"نہیں.... میں نہیں جانتا۔ میرے ایک دوست نے اطلاع دی تھی کہ یہاں ٹھہرنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔"

"آیئے.... میرے ساتھ آیئے۔ میں اس کا پتہ دوں گا۔"

وہ حمید کو اپنے دفتر میں لایا اور میز کی دراز میں کچھ دیر تک کاغذات الٹنے پلٹنے کے بعد ایک ملاقاتی کارڈ نکالا۔

"یہ لیجئے.... باہر کسی ٹیکسی والے کے سامنے صرف یہ نام دہرا دیجئے گا۔ وہ آپ کو وہاں پہنچا دے گا۔"

کارڈ پر "ڈان میگاٹرے" تحریر تھا۔

"مگر اس پر پتہ کہاں ہے!" حمید نے کہا۔

"آہا.... یہی سب کچھ ہے جناب۔ آپ کسی سے بھی ڈان میگاٹرے کے متعلق پوچھئے گا وہ آپ کو وہاں پہنچا دے گا۔"

حمید سوچنے لگا کہ آخر یہ ڈان میگاٹرے کون ہے جس کی وساطت سے وہ اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ کیا فریدی سے اس کے تعلقات براہِ راست تھے۔ لیکن اگر اس کے ایسے ہی تعلقات ہوتے تو

کم از کم اسے یقینی طور پر اس کی زیارت نصیب ہوئی ہوتی۔

حمید ہوٹل سے باہر آیا اور ایک ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر وہ کارڈ رکھتا ہوا بولا۔ "اس کے یہاں پہنچا دو۔"

"بہت بہتر جناب۔ تشریف رکھئے۔" وہ حمید کو نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

دیکھنے کا انداز ایسا ہی تھا کہ حمید کو اس کے متعلق بھی سوچنا پڑا.... لیکن وہ اسے کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ یہ ڈان میگاٹرے کوئی بہت ہی معزز اور مشہور آدمی معلوم ہوتا ہے۔

"دفعتاً ڈرائیور نے پوچھا آپ پردیسی ہیں شائد۔"

"ہاں میں مشرق سے آیا ہوں۔"

"ڈان میگاٹرے سے پرانی جان پہچان ہے۔"

"قطعی نہیں....!"

"مجھے حیرت ہے کہ پھر آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں۔"

"حیرت کیوں ہے وہ یہاں کا مشہور آدمی ہے میں اسی قسم کا سیاح ہوں کہ ہر جگہ کے مشہور آدمیوں سے ضرور ملتا ہوں۔"

"آپ غلطی کر رہے ہیں جناب۔" ٹیکسی ڈرائیور نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔ "کسی نے آپ کو ڈان میگاٹرے کے متعلق غلط اطلاعات دی ہیں۔"

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھا۔"

"اس کے یہاں ایسے اشخاص جاتے ہیں جنہیں کسی کو قتل کرانا ہوتا ہے.... یا پھر ایسے اشخاص جو بہت مالدار ہوتے ہیں۔ یعنی اگر وہ وقتی طور پر لٹ بھی جائیں تو انہیں زیادہ صدمہ نہ ہو اور ایسے اشخاص کو عموماً اس کے ایجنٹ ہی پھانس کر وہاں بھیجتے ہیں۔"

حمید سناٹے میں آ گیا۔ اس کی جیب میں کافی بڑی رقم موجود تھی پھر اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ سوچنے لگا۔

"اچھا پھر مجھے یہیں کہیں اتار دو۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ وہ ایک اجنبی دیس میں بہت

محتاط رہنا چاہتا تھا۔

ڈرائیور نے ایک جگہ ٹیکسی روکی اور حمید کرایہ ادا کر کے نیچے اتر گیا۔ وہ خود کو اس وقت اُلو نہیں اُلو کا پٹھا محسوس کر رہا تھا۔

قریب ہی ایک کیفے تھا اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ کافی منگوائی اور سوچتا رہا۔ کافی ختم کرنے کے بعد وہ بل ادا کرنے کے لئے کاؤنٹر پر آیا۔

"میں آپ کو تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں جناب۔" اس نے کاؤنٹر کلرک سے کہا۔

"فرمایئے۔" کلرک نے خندہ پیشانی سے پوچھا۔

"مجھے ایک آدمی کے ٹیلی فون نمبر معلوم کرنے ہیں۔"

"ہاں.... ہاں بتایئے۔" کلرک نے ایک طرف رکھی ہوئی ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ڈان میگاٹرے۔"

"جی....!" کلرک چونک پڑا.... وہ حمید کو ایسے انداز میں دیکھتا رہا تھا جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"جی ہاں.... ڈان میگاٹرے۔"

کلرک سر جھکا کر ڈائریکٹری کے اوراق الٹنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے حمید کو نمبر بتائے۔

حمید نے نوٹ بک میں نمبر نوٹ کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر فٹ پاتھ پر تھا۔ اب کسی ٹیلی فون بوتھ کی تلاش تھی۔ وہ اسی کیفے ہی سے فون کر سکتا تھا مگر چونکہ اس کال کی نوعیت ہی دوسری تھی۔ اس لئے اُس نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔

ایک راہ گیر نے ایک پبلک کال بوتھ تک اس کی رہنمائی کی۔ حمید نے بوتھ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور نوٹ بک میں تحریر کئے ہوئے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے فوراً ہی کال ریسیو کی گئی۔

"مجھے ڈان میگاٹرے سے ملنا ہے۔" حمید نے خالص انگریزی لہجے میں کہا۔ وہ ہوٹل بومینو کے سپروائزر کے لہجے کی نقل اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ایک منٹ ٹھہرو....!" دوسری طرف سے آواز آئی پھر کچھ دیر خاموشی رہی اور اس کے بعد ہی حمید نے کسی کٹکھنے کتے کی غراہٹ سنی۔

"ہیلو.... ڈان میگاٹرے۔"

"میں بومینو کا سپروائزر بول رہا ہوں۔"

"بکو.... کیا ہے...." دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ نے چند دن پہلے دو آدمی یہاں ٹھہرائے تھے۔"

"ہاں.... تو پھر....!"

"ان میں سے ایک غائب ہے.... اور دوسرا کہہ رہا ہے کہ اس کا اغوا ہوا ہے۔ دوسرا آدمی بے حد پریشان ہے۔"

"اوہ.... نطفہ حرام.... تم مجھے ایسی خبر سنا رہے ہو۔ کیا یہ چاہتے ہو کہ بومینو کھنڈر ہو جائے۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں جناب۔"

"جناب کے بچے.... دوسرے آدمی کو فوراً میرے پاس بھیج دو۔ بیس منٹ کے اندر اندر....!"

"بہت بہتر جناب۔" حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ مطمئن تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور کے بیان کی روشنی میں بومینو کا سپروائزر ڈان میگاٹرے کا ایجنٹ نہیں ہو سکتا۔

اس نے پھر ایک ٹیکسی کی اور ڈرائیور کو صرف ڈان میگاٹرے کا نام بتایا۔ اس ڈرائیور نے بھی اسے حیرت سے ہی دیکھا۔ لیکن اب حمید مطمئن ہو گیا تھا۔ اس لئے اپنے انداز سے لاپروائی ظاہر کرتا رہا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ اس ڈرائیور نے اس سے ڈان میگاٹرے کے متعلق کوئی گفتگو نہ کی۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی رک گئی۔

"کہاں....؟" حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک کشادہ اور پر رونق سڑک تھی جس پر دو رویہ دکانیں تھیں۔ کچھ ہوٹل تھے اور کچھ شراب خانے۔

"وہ....!" ڈرائیور نے ایک شراب خانے کی طرف اشارہ کیا۔

حمید چپ چاپ اُتر گیا۔ ڈرائیور کو کرایہ دیا اور شراب خانے میں گھس گیا۔ صدر دروازے کے قریب ہی دو آدمی شائد اس کے منتظر تھے۔

"ادھر آیئے جناب۔" ایک نے نہایت ادب سے کہا اور حمید بائیں جانب والے دروازے

میں مڑ گیا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی۔ اس کی رہنمائی کرنے والا کچھ دور چل کر ایک بند دروازے کے سامنے رک گیا۔

"آپ دستک دے کر اندر جاسکتے ہیں جناب۔" اس نے آہستہ سے کہا اور الٹے پاؤں واپس ہو گیا۔ حمید نے آہستہ آہستہ دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ....!" اندر سے غراہٹ سنائی دی۔

حمید دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے سامنے ایک لحیم شحیم بوڑھا کھڑا تھا جس کے قویٰ ضعیفی کا شکار نہیں ہوئے تھے۔ البتہ چڑھی ہوئی گھنی مونچھیں بے داغ سفید تھیں اور سر بالکل صاف تھا۔ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ....!" بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ اب اس کی آواز میں غراہٹ نہیں تھی۔ حمید بیٹھ گیا۔

"کیا قصہ ہے۔" اس نے پوچھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہم دونوں آپ ہی کی وساطت سے بومینو میں ٹھہرے تھے۔"

"ہاں.... یہ درست ہے۔ مجھے لندن سے کرنل فریدی کا تار ملا تھا...."

"میں ان کا اسسٹنٹ کیپٹن حمید ہوں۔"

"اچھا.... مگر بات کیا ہوئی۔"

حمید نے قاسم کا قصہ شروع سے آخر تک دہراتے ہوئے کہا۔ "اب تک ویٹر کسی چینی یا جاپانی آدمی کی کہانی سنا رہا تھا۔"

"وہ کیا ہے۔" ڈان میگاٹرے نے پوچھا۔

حمید ویٹر کا بیان دہرانے لگا۔ ڈان میگاٹرے تشویش کن انداز میں سنتا رہا اور حمید کے خاموش ہو جانے پر بولا۔ "اُسے یقین نہیں ہے کہ وہ کوئی چینی ہی تھا۔"

"وہ چینی اور جاپانی میں تمیز نہیں کرسکتا۔"

"میرے خیال سے وہ کوئی چینی ہی ہوگا۔" ڈان میگاٹرے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "یہاں بدمعاش قسم کے چینیوں کی کمی نہیں ہے۔ مگر آپ کا وہ ساتھی....!"

"وہ بہت دولت مند آدمی ہے.... اس نے اس سیاحت کے لئے ایک بہت بڑی رقم الائیڈ

بنک میں منتقل کی تھی۔"

"آہا.... تب تو یہ اغوا ہی ہو سکتا ہے۔ میں ان چینیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے دوست کی بیہوشی کسی دوا کے استعمال ہی کا نتیجہ رہی ہو۔ ان چینی کتوں کے پاس ایسی حیرت انگیز دوائیں ہوتی ہیں جو شیطان کی سمجھ میں بھی نہ آسکیں۔"

"پھر بتایئے میں کیا کروں۔"

"میں یہاں کے مشتبہ چال چلن والے چینیوں کو پکڑواؤں گا۔ آپ بے فکر رہئے۔ اگر آپ کا دوست میڈرڈ ہی میں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اُسے میری نظروں سے نہیں چھپا سکے گی۔"

"میں بے حد مشکور ہوں گا۔"

ڈان میگاٹرے کچھ نہ بولا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی سے اس کے تعلقات کس قسم کے ہیں۔ ڈان میگاٹرے نے میز پر رکھی ہوئی برقی گھنٹی کا بٹن دبایا اور کچھ دیر بعد ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ بھی صورت سے کوئی شریف آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا۔

"تن لین سے کہو کہ میگاٹرے اُسے اور اس کے تمام آدمیوں کو اپنے باغ میں طلب کرتا ہے۔ چار بجے شام تک سبھوں کو وہاں پہنچ جانا چاہئے۔ اگر اس کا ایک آدمی بھی غیر حاضر ہوا تو ایک چینی بھی میڈرڈ میں نہ دکھائی دے گا۔"

آنے والے نے حمید پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور بولا۔ "بہت بہتر جناب۔"

"جاؤ....!"

"وہ کسی پالتو کتے کی طرح واپس گیا۔"

"تم کیا پیو گے۔" ڈان میگاٹرے نے حمید سے پوچھا۔

"فی الحال کچھ نہیں۔ لیکن اگر آپ کی مراد شراب سے ہے تو میں شراب پیتا ہی نہیں ہوں۔"

"کرنل فریدی ہی کے اسسٹنٹ ہو۔" ڈان میگاٹرے مسکرایا۔ "وہ بھلا تمہیں کیوں شراب پینے دے گا۔"

"آپ کرنل کو کب سے جانتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"بہت دنوں سے.... جب وہ صرف اٹھارہ سال کا تھا۔" حمید کو حیرت زدہ دیکھ کر وہ پھر مسکرایا۔

"ہاں مجھے اس کا فخر حاصل ہے کہ بیسویں صدی کے حیرت انگیز آدمی سے بہت دنوں سے

واقف ہوں۔ اس وقت سے جانتا ہوں جب اس کے مستقبل کے لئے صرف پیشین گوئیاں ہی کی جاسکتی تھیں۔ میں نے بھی ایک پیشین گوئی کی تھی جو حرف بحرف صحیح نکلی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ ایک دن وہ ایک ناقابل فہم آدمی کہلائے گا۔ شاید تمہیں یہ سن کر حیرت ہو کہ وہ میرا محسن بھی ہے۔ اس نے ایک بار اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر میری جان بچائی تھی۔ یہ اسی زمانے کی بات ہے جب وہ اٹھارہ سال کا تھا۔ لندن میں زیر تعلیم تھا.... ہوا یہ کہ میں ایک رات پیکاڈلی کے ایک شراب خانے میں پی رہا تھا۔ اچانک وہاں آگ لگ گئی۔ شراب خانے کی آگ کا کیا پوچھنا۔ بس اُسے بارود خانہ ہی سمجھ لو.... ہم چاروں طرف شعلوں میں گھر گئے۔ آگ آناً فاناً پھیلی تھی۔ میں نہ جانے کس طرح اوپری منزل کے زینوں تک پہنچ گیا تھا۔ بدحواسی میں اوپر چڑھتا چلا گیا۔ لیکن پھر غلطی کا احساس ہوا۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ واپسی ناممکن تھی کیونکہ زینے بھی آگ کی لپیٹ میں آچکے تھے۔

شراب خانے کے اوپر رہائشی فلیٹ تھے۔ میں نے وہاں عورتوں اور بچوں کو بلبلاتے دیکھا۔ باہر نکلنے کے سارے راستے مسدود ہو چکے تھے اور پھر میں خود بھی انہیں عورتوں اور بچوں کی طرح چیخنے چلانے لگا.... مجھے اس وقت اس کا اعتراف کرتے ہوئے بے حد شرم آرہی ہے کہ میں بہت بُری طرح خائف ہو گیا تھا۔

نیچے فائر بریگیڈ آگیا تھا۔ پانی کی دھاریں دیواروں اور جلتی ہوئی کھڑکیوں پر پڑ رہی تھیں۔ لیکن کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ اوپر آسکتا۔ نیچے ایک بہت بڑا جال تان دیا گیا تھا اور برابر ہدایت کی جارہی تھی کہ اوپر والے نیچے کودنا شروع کردیں۔ مگر اس پر بھی کوئی تیار نظر نہیں آتا تھا۔ خود مجھ سے بھی یہ نہ ہو سکا۔ بات دراصل یہ تھی کہ جال ہمیں نظر نہیں آرہا تھا۔

اچانک ایک آدمی نے مجھے نیچے دھکیل دیا اور میرے حلق سے ایک طویل چیخ نکلی مگر میں جال پر گر کر خلاء میں جھول رہا تھا۔ مجھے جال پر سے الگ ہٹا لیا گیا اور پھر عورتوں اور بچوں کو نیچے پھینکا جانے لگا۔

یہ فریدی ہی تھا کہ جس نے پائپ کے سہارے اوپر چڑھنے کی ہمت کی تھی اور وہی عورتوں اور بچوں کو اٹھا اٹھا کر نیچے پھینک رہا تھا۔ اسی نے مجھے جال پر گرایا تھا اور سب سے آخر میں جب وہ کودا تو اس کے کپڑوں میں آگ لگ چکی تھی۔ وہ بُری طرح جھلس چکا تھا۔"

"کرنل نے آج تک مجھے نہیں بتایا کہ کبھی انہیں ایسا کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"کرنل تجھے کیا کیا بتائے گا۔ اس کی ساری زندگی ہی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے...." ڈان میگاٹرے طویل سانس لے کر بولا۔

حمید تین بجے تک ڈان میگاٹرے کے شراب خانے ہی میں رہا۔ پھر وہ اسے ساتھ لے کر اس مقام کے لئے روانہ ہو گیا جہاں اس کے بیان کے مطابق مشتبہ چینی اکٹھا کئے گئے۔

یہ ایک خوشنما اور طویل و عریض باغ تھا۔ جس کے وسط میں بھی ایک شراب خانہ تھا۔ حمید نے لان پر بیٹھے ہوئے چینیوں کا شمار کیا۔ یہ تعداد میں باسٹھ تھے۔ ان میں سے ایک آدمی اٹھ کر ڈان میگاٹرے کے قریب آگیا۔ حمید نے محسوس کیا وہ سب میگاٹرے کو خوف اور نفرت سے دیکھ رہے ہیں۔

"کیوں تن لین....!" میگاٹرے نے خشک لہجے میں پوچھا۔ "اچھے تو ہو۔"

"ہاں سی نیول! بہت اچھا مگر آخر ہمیں کیوں یہاں طلب کیا گیا ہے۔"

"تھوڑی دیر ٹھہرو۔" ڈان میگاٹرے ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے ایک آدمی کا انتظار ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں سی نیول.... کسی نے آپ کو ہمارے خلاف ورغلایا ہے۔"

"بس اتنی دیر خاموش رہو جب تک کہ وہ آدمی نہ آجائے۔"

حمید نے سوچا آخر کس آدمی کا انتظار ہے.... لیکن اس نے ڈان میگاٹرے سے نہیں پوچھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس آدمی سے واقف ہو گیا۔ آنے والا بومینو کا ویٹر تھا جس نے قاسم کے متعلق معلومات بہم پہنچائی تھیں۔

سارے چینی ایک لائن میں کھڑے کر دیئے گئے اور ویٹر سے بات چیت کرنے کو کہا گیا۔ اس نے باری باری سے ہر ایک کو بغور دیکھا اور مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا بولا۔ "ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"آخر مجھے بھی تو کچھ بتاؤ.... سی نیول۔" تن لین آگے بڑھ کر بولا۔

تب ڈان میگاٹرے نے غصیلی آواز میں پوری کہانی دہرائی۔

"اوہو.... ٹھہرو سی نیول" تن لین معنی خیز انداز میں اپنی آنکھوں کو گردش دیتا ہوا بولا۔ "اس بات کے لئے ان سبھوں کو ناحق تکلیف دی۔ یہ تو مجھ سے ہی پوچھ لیا ہوتا۔ یہ بیچارے کیا

جانیں.... لیکن میں بھی بے قصور ہوں۔ مجھے حالات کا علم نہیں تھا ورنہ ایسا کبھی نہ ہونے پاتا۔"

"کیا بات ہے۔"

"آج تک ایک آدمی میرے پاس مقیم تھا۔ وہ سنگاپور سے آیا تھا اور میرا ہم وطن ہی تھا۔ وہ دو تین دنوں سے بھنی ہوئی رانیں اور مرغ مسلم کہیں لے جایا کرتا تھا۔ آج دوپہر کو اس کے ساتھ ایک بہت لمبا چوڑا آدمی بھی تھا۔ اس کے ساتھ وہ میرے گھر پر آیا اور اپنا سامان لے کر کہیں اور چلا گیا۔"

"سامان لے کر کہیں اور چلا گیا۔"

"اوہ.... مگر کہاں چلا گیا۔"

"افسوس کہ اس نے یہ نہیں بتایا۔ میں تو گھر پر موجود نہیں تھا۔ مجھے یہ بات اپنے نوکر سے معلوم ہوئی۔"

"اس کا نام کیا ہے۔"

"روچن گی! وہ سنگاپور سے آیا تھا اور امریکہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا!'

غیر متوقع حملہ

وہ سب سناٹے میں آگئے تھے اور عمران احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا.... دفعتاً اوبران نے ریوالور نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کردیا.... لیکن عمران کے چہرے پر حماقت ہی کے آثار نظر آتے رہے۔

"ہنٹر.... اس کی جیب سے ریوالور نکال لو۔" اوبران نے کہا۔

ہنٹر نے اٹھ کر عمران کی جیبیں ٹٹولیں اور ریوالور نکال لیا۔

"اب یہ دیکھنا ہے مسٹر جنگلر کہ تم کون ہو۔" اوبران نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تم مسٹر علی عمران کی توہین کر رہے ہو مسٹر ڈپٹی چیف۔" صفدر غرایا۔

"تم بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا.... ہنٹر اس کی بھی تلاشی کرلو۔"

"تب تو ہم سبھی مشتبہ ہیں۔" کیلی نے غصیلی آواز میں کہا۔

"نہیں محترمہ! مجھے اطمینان کر لینے دیجئے اس کے بعد میں ان دونوں سے معافی مانگ لوں گا۔"

"ضرور ضرور....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "معاف کردوں گا۔"

اس کے دو ریوالوروں کی چھاؤں میں ان کے چہروں پر کئی قسم کے لوشن آزمائے گئے لیکن وہاں میک اپ تو تھا نہیں۔

"اب دانت بھی صاف کرادو۔" عمران نے ہنٹر سے کہا۔ "ویسے میری رنگت اس وقت اتنی نکھر آئی ہے کہ چھ ماہ تک منہ نہ دھوؤں تب بھی لوگ مجھے گلفام ہی سمجھیں گے۔"

"میں پہلے ہی جانتی تھی کہ آپ لوگ اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔" کیلی نے کہا۔

"میں آپ حضرات سے معافی چاہتا ہوں۔" اوبران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں معاف کردینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔" عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا خیال ہے۔" مگر صفدر غصے میں بُرا سا منہ بنائے رہا۔

"اب ہمیں پھر اصل موضوع کی طرف آجانا چاہئے۔" اوبران نے کہا۔

"میرا ریوالور واپس کردینے کے بعد۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

ان دونوں کے ریوالور واپس کردیئے گئے۔

"اب مجھے اس سیال کے متعلق بتائیے جس میں آپ نے اسفنج ڈالا تھا۔" اوبران نے کہا۔

"یہ ایک قطعی غیر متعلق سوال ہے۔" صفدر نے کہا۔ "اس کا جواب ہم نہیں دے سکتے۔ بہرحال عمران صاحب نے جو کچھ کہا تھا اُسے ثابت کردیا۔"

"آپ اس کے استعمال سے کیسے واقف ہوئے تھے۔"

"یہ سوال بھی غیر متعلق ہے! ہم یہاں صرف اس لئے اکٹھا ہوئے ہیں کہ زیرولینڈ کو تلاش کریں۔" صفدر نے جواب دیا۔ عمران تو اب خاموش ہو گیا تھا۔

"پھر بھی.... اگر ہم دوستانہ طور پر بعض تذکرے چھیڑیں۔" ہنٹر نے کہا۔

"غالباً آپ لوگ خفا ہوگئے ہیں۔" ہنٹر مسکرایا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ لیکن ہم اپنے اصولوں سے نہیں ہٹ سکتے۔" صفدر نے گلاس کا سیال ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"خیر آپ کی مرضی۔" اوبران نے لاپروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی۔

"کیا وہ لاش کسی کی نگرانی میں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں....!" مختصر سا جواب تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر اوبران بولا۔ "یہ لوگ جو کسی زیرولینڈ سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں ان کے پاس سے ایسی ہی حیرت انگیز چیزیں برآمد ہوتی رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آزاد دنیا اس نام کو تشویش کی نظروں سے دیکھتی ہے۔" اُس نے خاموش ہو کر کرامویل اور کیلی کی طرف دیکھا۔

"یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔" کیلی نے کہا۔ "ابھی آپ دو شریف آدمیوں سے اس قسم کا برتاؤ کر چکے ہیں اس لئے کم از کم میں تو یہی چاہتی ہوں کہ آپ میری طرف سے مطمئن ہو جائیے۔"

"ہاں یہ مناسب ہے۔" کرامویل بڑبڑایا۔

"قطعی غیر مناسب ہے۔" عمران بول پڑا۔

"کیوں....؟" کیلی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"دنیا کے ہر ملک میں غیر ملک کے جاسوس ہوتے ہیں۔ انہیں پہچاننا آسان کام نہیں ہے کیونکہ وہ میک اپ میں رہتے ہیں۔ اکثر وہ اہم ترین محکموں میں بھی اہم ترین جگہیں حاصل کر لیتے ہیں پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ سیکرٹ سروس میں بھی گھس آئیں۔ مطلب یہ کہ میں میک اپ میں نہ ہونے کے باوجود بھی زیرولینڈ کا جاسوس ہو سکتا ہوں۔ ہو سکتا ہے میرے متعلق میرے ہی ملک کی سیکرٹ سروس نے دھوکا کھایا ہو۔"

عمران خاموش ہو گیا اور وہ لوگ بھی کچھ نہ بولے۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں....!" اوبران نے پوچھا۔

"ہمیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے پر کڑی نظر رکھیں۔ قطعی اعتماد نہ کریں کسی پر! اب میں کیا بتاؤں کہ آپ لوگ مشاعرہ پسند نہیں ہیں ورنہ اس سلسلے میں آپ کو ایک غزل بھی سناتا۔"

"غزل کیا....!" ہنٹر نے پوچھا۔

"افسوس کہ انگریزی میں غزل کا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"پھر ہم کیسے سمجھیں کہ آپ نے کیا کہا ہے۔"

"دیکھئے غزل ہے.... یعنی کہ یوں۔" عمران نے گنگنا کر شعر پڑھا۔

یا الٰہی مٹ نہ جائے دردِ دل
مٹنے والوں کو مٹائے دردِ دل

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اوبران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر بہکنے لگے آپ عمران صاحب۔" صفدر نے اُسے ٹوکا۔

"اوہاں.... میں یہ کہہ رہا تھا کہ زیرولینڈ کو ہم تلاش کہاں کریں گے۔" عمران نے کہا۔

"اس سے پہلے ہم اس سنہرے ٹرانسمیٹر پر غور کریں گے۔" اوبران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "وہ یقیناً کسی آدمی ہی کی زبان تھی۔ لیکن کیا آپ میں سے کوئی اسے سمجھ سکا تھا۔"

عمران کے علاوہ ہر ایک نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"کیا آپ سمجھے تھے؟" اوبران نے اسے پوچھا۔

"اگر سمجھ سکا ہوتا تو اب تک زیرولینڈ میں اُلو بولنے لگے ہوتے۔" عمران نے کہا۔ "سب سے بڑی دشواری یہی ہے کہ ابھی تک مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں مل سکا جو اس زبان کو سمجھنے کا دعویٰ کر سکتا۔ میں پھر پوچھتا ہوں کیا آلڈس کی لاش محفوظ ہے۔"

"جی ہاں....محفوظ ہے۔" اوبران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "پتہ نہیں کیوں آپ غیر متعلق گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔"

"میں اپنے ملک میں اس کا ماہر سمجھا جاتا ہوں۔ ویسے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس مکان سے نکلئے اور جدھر سینگ سمائیں دوڑنا شروع کر دیجئے۔ آلڈس تنہا نہ رہا ہوگا۔ اگر اس مکان پر بم گرا تو اس ویرانے میں کوئی افسوس کرنے والا بھی نہ ملے گا۔"

وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے.... بالکل ٹھیک ہے۔" کیلی بھی چھلانگ مار کر عمران کے برابر پہنچ گئی۔

لیکن ٹھیک اسی وقت ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور وہ سر سے پیر تک سیاہ پوش تھا۔

"بہت دیر میں ہوش آیا تمہیں۔" اس نے قہقہہ لگایا۔ پھر وہ قہقہہ بتدریج غراہٹ میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔

"لاؤ.... سنہرے اسفنج کے دونوں ٹکڑے میرے حوالے کردو۔"

"کیا تمہیں گانا آتا ہے۔" عمران نے کیلی سے پوچھا۔

"کیا مطلب....!" کیلی کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تم دیکھ رہی ہو کہ اس شریف آدمی کے ہاتھ میں ٹامی گن ہے۔ اگر فی کس پانچ گولیوں کے حساب سے بھی رکھ لو تو ہمیں بینگن کے بھرتے کا مزہ آسکتا ہے۔"

ایک آدمی اور اندر آیا۔ یہ بھی سیاہ لباس میں تھا اور اس کے چہرے پر بھی سیاہ نقاب تھی۔ اس نے میز پر پڑا ہوا سنہرا اسفنج اٹھالیا۔

"دوسرا ٹکڑا نکالو....!" ٹامی گن والا غرایا۔

"ہم کسی دوسرے کے وجود سے واقف نہیں ہیں۔" اوبران نے پرسکون لہجے میں کہا۔

دفعتاً دوسرے آدمی نے ان کے چہروں کا جائزہ لیتے ہوئے عمران کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہی آدمی ہوسکتا ہے۔"

"شکریہ۔" عمران بڑی سعادت مندی سے بولا۔

"بکواس مت کرو۔ اسفنج نکالو۔" ٹامی گن والا دہاڑا۔

"ارے تم خواہ مخواہ میرے پیچھے کیوں پڑگئے ہو۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "میں کیا جانوں۔"

"تم سے زیادہ کون جانے گا اگر تم وہی بے وقوف آدمی ہو۔"

"تم خود بیوقوف آدمی.... ابے زبان سنبھال کر۔ ورنہ میں یہیں اسی جگہ خودکشی کرلوں گا۔"

دفعتاً ٹامی گن والے نے دوسرے نقاب پوش سے کہا۔ "تم ان لوگوں کو باہر نکال لے جاؤ۔ میں اس سے سمجھ لوں گا۔"

مگر عمران کی سمجھ میں نہ آسکا کہ وہ اس سے سمجھنے کے لئے تنہائی کیوں چاہتا ہے۔

دوسرا آدمی بقیہ لوگوں کو ریوالور دکھا کر باہر نکال لے گیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" نقاب پوش نے ٹامی گن کی جنبش سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "چلو بیٹھ بھی گیا۔" عمران بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ زیرولینڈ تک پہنچ جاؤ گے۔" اس نے غرا کر کہا۔

"ہم سمجھیں نہ سمجھیں تم یہی سمجھتے ہو۔" عمران مسکرا کر بولا۔

"بکواس ہے.... ہمیں ایسی مہمات کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں۔"

"پھر کیوں ہمارے پیچھے دوڑتے پھر رہے ہو۔"

"اسفنج! صرف یہی دو ٹکڑے جو غلط ہاتھوں میں پہنچ گئے ہیں۔ لاؤ نکالو میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"وہ میں اپنے ساتھ نہیں لایا۔" عمران نے کہا۔

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اگر نہ لائے ہوتے تو تمہارے پاس یہ محلول بھی نہ ہوتا جس کے سہارے تم نے انہیں اپنا کرتب دکھا کر مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"تو وہ ٹرانسمیٹر ہی ہے۔" عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے پوچھا۔

"اب بھی اس میں کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے؟"

"مگر یار وہ زبان کون سی ہے۔ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"تمہارے فرشتے بھی سمجھ نہ سکیں گے۔" نقاب پوش مسکرایا۔

وہ اس کے قریب ہی کھڑا تھا اور ٹامی گن کا رخ اس کی طرف تھا۔

"اچھی بات ہے۔" عمران نے ایک طویل سانس لی۔ "میں ایک شرط پر وہ اسفنج تمہارے حوالے کرسکتا ہوں۔"

اس نے چاروں طرف دیکھ کر یہ جملہ آہستہ سے کہا تھا۔ گویا وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ گفتگو کسی اور کے کان میں بھی پڑسکے۔

"کیا مطلب....!"

"مجھے ان لوگوں یا ان کی اسکیموں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں تو صرف ایک عورت کی تلاش میں ہوں جس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"کون عورت۔"

"وہی جس نے ڈاکٹر داور[1] کو چوٹ دی تھی۔"

"میں نہیں جانتا کہ تم کس عورت کا تذکرہ کررہے ہو۔" اس نے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ سب کچھ جان گیا۔ کیونکہ عمران نے اسے غافل پاکر اس کے پیٹ پر ایک زوردار لات رسید کی

[1] اس داستان کے لئے عمران سیریز کا جوبلی نمبر "پیاسا سمندر" ملاحظہ فرمائیے۔

تھی۔ وہ غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لہٰذا سنبھل نہ سکا۔ پھر عمران نے اس کے زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے ٹامی گن والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ ٹامی گن اچھل کر دور جا پڑی تھی۔ اب عمران اس پر اس طرح سوار تھا کہ ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبا رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر زور آزمائی کر رہا تھا۔

جلد ہی اس کا شکار بے حس و حرکت ہو گیا۔ لیکن عمران کو یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ یہ بے حسی دائمی بن گئی تھی۔ یعنی وہ دم گھٹنے کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا۔ ویسے عمران نے اس کی گردن اسی حد تک دبائی تھی کہ وہ صرف بے ہوش ہو جائے۔ اس نے بڑی تیزی سے اس کے کپڑے اتار کر پہنے اور چہرے پر نقاب لگائی پھر ٹامی گن سنبھالتا ہوا باہر نکلا۔ وہ لنگڑاتا ہوا آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ باہر تھوڑے ہی فاصلے پر دوسرا نقاب پوش موجود تھا اور اس نے کانفرنس کے دوسرے شرکاء کو ریوالور سے روک رکھا تھا۔

دفعتاً عمران پر کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا اور اس نے کھانسیوں ہی کے دوران دوسرے نقاب پوش سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "انہیں لے چلو! کام ہو گیا ہے.... میں نے اسے مار ڈالا ہے۔ میں زخمی بھی ہوں۔ وہ جھپٹ پڑا تھا۔ مگر ٹھہرو.... ان کی تلاشی لے لو۔"

وہ انہیں ٹامی گن سے کور کر کے کھڑا ہو گیا اور دوسرا نقاب پوش ان کی جامہ تلاشی لینے لگا۔

"تم ہمیں کہاں لے جاؤ گے۔" اوبران نے مردہ سی آواز میں پوچھا۔

"جہنم میں۔" عمران نے کھانستے ہوئے جواب دیا۔ اس کی ان کھانسیوں نے بھرم رکھ لیا تھا۔ ورنہ دوسرا نقاب پوش آواز کی تبدیلی کی بناء پر ہوشیار ہو جاتا۔ عمران کا خیال تھا کہ ان لوگوں کا اڈہ یقینی طور پر قریب ہی کہیں ہو گا۔ اسی لئے اس نے یہ چال چلی تھی۔

اس کا خیال غلط نہیں نکلا۔ دوسرا نقاب پوش انہیں نہتا کر کے ایک جانب دھکیلنے لگا۔

"لے چلو.... لے چلو۔" عمران کھانستا ہوا بولا۔ "میں بہت زیادہ زخمی ہو گیا ہوں۔ میری رفتار کی پرواہ نہ کرو۔"

وہ انگریزی کے سے لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ان دونوں کے متعلق پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ وہ انگریز ہیں۔

یہ قافلہ اندھیرے میں ایک طرف چل پڑا۔

فریدی کی آمد

تن لین سے ملی ہوئی اطلاع حمید کے لئے قطعی بے سروپا تھی۔ روچن گی سنگاپور سے آیا تھا۔ امریکہ جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ درمیان میں قاسم کے اغوا کی بات آپڑی مگر بات کیا ہوئی؟

آخر اس اغوا کا مقصد کیا تھا؟ اغوا سے پہلے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا.... یہی نہیں بلکہ اپنی جنس تک کا احساس نہیں رہ گیا تھا اور اس ذہنی حادثے سے کچھ دیر پہلے وہی چینی اس کی میز پر دیکھا گیا تھا جو بعد میں اسے ہوٹل ہی سے اڑا لے گیا تھا۔

"روچن گی.... کون تھا؟ کیا چاہتا تھا؟"

ڈان میگاٹرے نے تن لین کو اس سلسلے میں بہت کچھ ہلایا جلایا۔ لیکن وہ اس سے زیادہ نہیں بتا سکا جتنا پہلے بتا چکا تھا۔

روچن گی اس کے بیان کے مطابق سنگاپور سے آیا تھا اور سنگاپور ہی سے اس کے نام ایک تعارفی خط لایا تھا۔ وہ خط چونکہ تن لین کے ایک قریبی دوست کا تھا اس لئے اس نے روچن گی کو اپنے یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس نے بتایا کہ اگر اسے شبہ بھی ہو جاتا کہ وہ کسی جرم کی نیت سے آیا تھا تو وہ اسے کبھی اپنے گھر میں جگہ نہ دیتا۔

حمید نے ڈان میگاٹرے کی آنکھوں میں بے اعتباری پڑھ لی تھی۔ اس نے اسے کہتے سنا۔

"اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو نو بجے رات تک اس سور کے بچے کو پیدا کرو۔"

"اگر اس نے کوئی جرم ہی کیا ہے تو ہاتھ کیوں آنے لگا سی نیول!" تن لین مردہ سی آواز میں بولا۔

"میں بکواس نہیں سننا چاہتا۔" ڈان میگاٹرے نے گرج کر کہا۔

"وہ آدمی میرا مہمان تھا جسے وہ اپنے ساتھ لے گیا ہے.... میں تم میں سے ہر ایک کی چمڑی ادھیڑ دوں گا۔"

"میں دیکھوں گا سی نیول مگر ہم بے قصور ہیں۔"

اس کے بعد ڈان میگاٹرے کے اشارے پر چینیوں کی بھیڑ وہاں سے کھسکنے لگی۔

حمید پھر ڈان میگاٹرے کے شراب خانے میں واپس آ گیا اور پھر جیسے ہی میگاٹرے کے آفس

میں پہنچا کسی ایسے ننھے سے بچے کی طرح خوش نظر آنے لگا جو اپنی بچھڑی ہوئی ماں سے غیر متوقع طور پر جاملا ہو۔

کرنل فریدی ڈان میگاٹرے کے آفس میں ان کی واپسی کا منتظر تھا۔

ڈان میگاٹرے بڑی گرم جوشی کے ساتھ اس سے بغل گیر ہوا۔ پھر بولا۔ ”کرنل مجھے بے حد افسوس ہے کہ میرے مہمانوں کو تکلیف پہنچی۔“

”کیسی تکلیف.... میں نہیں سمجھا۔“

فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ حالات سے لاعلم ہو۔ قاسم کا واقعہ اس نے بڑی حیرت سے سنا۔

”اوہو....!“ حمید بوکھلا کر بولا۔ ”میں نے بڑے لمبے چوڑے تار کے ذریعے آپ کو مطلع کیا تھا۔“

”مجھے تمہارا کوئی تار نہیں ملا۔ میں نے تمہیں اپنے لندن کے پتہ سے مطلع کیا تھا۔ پھر تمہیں ایک تار دیا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ اور روانگی سے مجھے مطلع کرو۔ لیکن تمہاری طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس سلسلے میں میں نے پے در پے تین تار دیئے.... لیکن جواب ندارد.... مجبوراً مجھے ہی آنا پڑا۔“

حمید اپنا سر سہلانے کے علاوہ اور کیا کر سکتا تھا۔ گویا یہ سب کچھ اسی قاسم کے لئے ہوا تھا۔ اُسے اغوا کرنے والوں نے باقاعدہ طور پر ایک جال بچھایا تھا۔ نہ فریدی کے تار اس تک پہنچنے دیئے اور نہ اس کے تار فریدی تک.... مگر مقصد کیا تھا۔ آخر فریدی ہی کیوں اسے ساتھ لایا تھا۔

اسے جہاز والی لاسلکی کال بھی یاد آئی۔ آخر انہیں لندن پہنچنے سے کیوں باز رکھا تھا؟ اس کے بجائے میڈرڈ کا قیام کیا معنے رکھتا تھا۔ اس نے فریدی کی پیشانی پر بھی شکنیں دیکھیں۔

”کیوں کرنل یہ کیا قصہ ہے آخر....؟“ ڈان میگاٹرے نے پوچھا۔

”کچھ نہیں.... ہم نے یورپ کی سیاحت کا پروگرام بنایا تھا۔ میں کچھ دن پہلے لندن روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں بنکوں میں کرنسی منتقل کرائی تھی۔ توقع تھی کہ کافی زرمبادلہ مل سکے گا۔ لیکن پھر اس میں دشواری پیش آئی۔ مجبوراً ان دونوں کا سفر راستے ہی میں رکوا دینا پڑا.... امید تھی کہ شاید کام ہو جائے۔ اس لئے انہیں دو چار دن میڈرڈ ہی میں رکنے کو کہا۔ خیال تھا کہ اگر ضرورت کے

مطابق کرنسی مل گئی تو انہیں بھی لندن بلوالوں گا۔ اس کے برعکس ہوا تو میڈرڈ ہی سے یہ لوگ واپس چلے جائیں گے.... لیکن یہ واقعہ ہو گیا۔ حالانکہ کام نہ ہونے کی بناء پر میں نے ان دونوں کو اطلاع دی تھی کہ یہ واپس چلے جائیں لیکن انہیں یہ تار ہی نہ مل سکا۔“

ڈان میگاٹرے تھوڑی دیر تک افسوس ظاہر کرتا رہا پھر بولا۔ ”کیپٹن کا خیال ہے کہ وہ لوگ اس سے لمبی رقومات اینٹھیں گے۔“

”ہاں.... حالات ایسے ہی ہیں کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جا سکتا۔“ فریدی نے کہا۔

”مگر اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ لوگ پہلے ہی سے تاک میں تھے۔“

”یقیناً....!“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا۔

”میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھوں گا۔ کرنل مجھے بے حد شرمندگی ہے۔“ ڈان میگاٹرے نے کہا۔

”تم نے خود ہی ہوٹل بومینو کا حوالہ دیا تھا ورنہ میں انہیں اپنے ساتھ ہی رکھتا۔“

”میری دانست میں کسی قسم کی سازش کا امکان ہی نہیں تھا.... ورنہ میں خود ہی محتاط ہو جاتا۔“

”میں نے یہاں کے ایک بدمعاش چینی تن لین کو پکڑوایا تھا۔“

”تن لین....!“ فریدی یک بیک چونک پڑا۔

”ہاں تن لین! اس نے بتایا کہ آپ کے ساتھی کا اغوا کنندہ روچن گی اس کے یہاں ٹھہرا تھا۔ لیکن آج دوپہر ہی کو وہ اس کی عدم موجودگی میں اپنا سامان اس کے گھر سے لے گیا۔ اسے اپنے ملازم سے معلوم ہوا تھا کہ اس کے ساتھ ایک لمبا چوڑا آدمی بھی تھا۔“

”یہ تن لین وہی تو نہیں ہے جس کا سر معمول سے کچھ بڑا ہے اور شانہ جھکا کر چلتا ہے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں....!“ ڈان میگاٹرے کے لہجے میں حیرت تھی۔ ”کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”اٹھو.... ڈان میگاٹرے۔“ فریدی مضطربانہ انداز میں اٹھتا ہوا بولا۔ ”کہیں وہ نکل نہ جائے۔ وہ لوگ ہمارے حالات سے پوری طرح واقف ہیں۔ اگر انہیں میری آمد کی اطلاع ہو گئی تو کم از کم تن لین تو غائب ہی ہو جائے گا۔“

”آخر یہ قصہ کیا ہے!“ ڈان میگاٹرے بولا۔

"چلو دیر نہ کرو۔"

ڈان میگاٹرے اٹھ گیا۔ وہ باہر آئے اور ڈان میگاٹرے کی کار میں بیٹھ گئے۔ حمید کی الجھنیں عروج پر تھیں۔ فریدی کے بیان پر اُسے یقین نہیں آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کس لہجے میں غلط باتیں کرتا ہے۔

کار چل پڑی.... ڈان میگاٹرے کو بھی کھوج پڑ گئی تھی۔ لیکن فریدی اس کے سوالات کے مختصر جوابات دے رہا تھا۔ اتنے مختصر کہ شاید ڈان میگاٹرے کو بھی الجھن ہونے لگی تھی اور پھر آخر کار اس نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

حمید تو خاموش ہی تھا۔ وہ ڈان میگاٹرے کی موجودگی میں خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ ورنہ شاید اب تک کئی جھڑپیں ہو چکی ہوتیں۔

"تم آخر تن لین کو کب سے جانتے ہو؟" ڈان میگاٹرے نے پوچھا۔

"بہت دنوں سے۔" فریدی کا جواب تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ اس سازش میں شریک ہو گا؟"

"سو فیصدی یقین....!" فریدی نے کہا۔ "وہ قتل اور اغوا کا ماہر ہے۔"

ڈان میگاٹرے خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس کی کار ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رکی۔ ساخت کے اعتبار سے عمارت معمولی ہی تھی لیکن اس سے ملحقہ پائیں باغ بہت سلیقے سے لگایا گیا تھا۔

وہ کار سے اتر کر پھاٹک میں داخل ہوئے۔ برآمدے میں ایک بوڑھا چینی اس کی پیشوائی کے لئے جھپٹا اور قریب آکر چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"تن لین کو بلاؤ....!" ڈان میگاٹرے نے گرج کر کہا۔

"وہ.... وہ تو نہیں ہیں سی نیول....!"

"میں کہتا ہوں اسے باہر لاؤ.... ورنہ میں خود ہی گھر میں گھس کر کھینچ لاؤں گا۔"

"آپ مالک ہیں سی نیول.... میں نے بتا دیا جو کچھ معلوم تھا۔" بوڑھے نے روہانسی آواز میں کہا۔ لیکن ڈان میگاٹرے اسے برآمدے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "اندر چلو.... اندر چلو۔"

وہ کسی سردی کھائے ہوئے آدمی کی طرح ہانپتا کانپتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

ڈان میگاٹرے نے اس کی گردن دبوچ رکھی تھی۔

وہ اسے عمارت میں لایا۔ عمارت خالی پڑی تھی۔ فریدی ایک ایک کمرہ دیکھنے لگا۔ اچانک حمید ایک جگہ چلتے چلتے رک گیا۔ اس کی نظریں ایک کرسی کے ہتھے پر پڑی ہوئی پتلون پر تھیں۔

دوسرے ہی لمحے میں اس نے جھپٹ کر اسے اٹھا لیا اور مضطربانہ انداز میں بولا۔

"یہ قاسم کا ہے۔"

"ہوں....!" فریدی بوڑھے چینی کی طرف مڑا۔

"تن لین کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم سی نیول.... وہ دو بجے سے یہاں نہیں ہے۔"

"کیا آج یہاں کوئی اجنبی بھی آیا تھا؟ ایک دیو جیسا آدمی۔"

"نہیں! سی نیول میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔"

"تو جھوٹ بول رہا ہے۔" ڈان میگاٹرے گرجا۔

"نہیں.... سی نیول! میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔" بوڑھا رونے لگا۔ "وہ بہت زیادہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔"

"کتیا کے بچے میں تجھے زندہ دفن کر دوں گا۔"

"سی نیول! مالک ہیں۔ لیکن میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے بہت دنوں سے یہاں کوئی اجنبی نہیں دیکھا۔"

"مگر تمہارے پڑوسیوں نے بتایا ہے کہ آج دوپہر کو یہاں ایک لمبا چوڑا آدمی آیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"بتایا ہو گا.... سی نیول! میں تو آج ساری دوپہر سوتا رہا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں۔"

"روچن گی.... یہاں کب آیا تھا۔" ڈان میگاٹرے دھاڑا۔

"وہ تو پچھلے سال آئے تھے جناب.... اور پھر فرانس جا کر وہیں مر گئے تھے۔"

"اب تو ہوش میں ہے یا نہیں۔"

اچانک وہ اچھل پڑے۔ ان کی پشت پر ایک دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔ فریدی دروازے کی طرف جھپٹا۔

پھر وہ اس دروازے پر باری باری زور آزمائی کر رہے تھے کیونکہ دروازہ دوسری طرف شاید

مقفل کر دیا گیا تھا۔ حمید نے کنجی گھومنے کی آواز بھی سنی تھی اور اس کمرے میں صرف ایک دروازہ تھا۔

ڈان میگاٹرے نے جھلاہٹ میں الٹا ہاتھ بوڑھے چینی کے منہ پر رسید کر دیا اور وہ چیختا ہوا دیوار سے جاٹکرایا۔

"اس سے کوئی فائدہ نہیں۔" فریدی بڑبڑایا۔

پھر اچانک انہوں نے پٹرول کی بو محسوس کی اور دروازے کے نیچے سے بہتے ہوئے پٹرول کی چادر کمرے میں در آئی۔

ساتھ ہی فریدی نے اچھل کر دروازے پر ٹکر ماری اور دروازہ چوکھٹ سمیت دوسری طرف اس آدمی پر جا پڑا جو بہتے ہوئے پٹرول پر آگ لگانے جا رہا تھا۔

فریدی بھی دروازے پر ہی گرا ہوا تھا۔ نیچے دبے ہوئے آدمی کے حلق سے ایک طویل چیخ نکلی۔

دفعتاً دوسرے دروازے سے اندھا دھند فائر ہونے لگے۔ فریدی نے ٹوٹے ہوئے دروازے پر سے ایک جانب چھلانگ لگائی۔ اس طرح وہ ان فائروں سے بچ سکا۔

پھر فائر رک گئے اور انہوں نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔

"نکل چلو۔" فریدی نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا

پھر انہوں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ دروازے کے نیچے دبے ہوئے آدمی کا کیا حشر ہوا تھا۔

فائروں کی آواز پر باہر سڑک پر راہ گیر اور قرب و جوار کے رہنے والے اکٹھا ہو گئے تھے۔

ڈان میگاٹرے کی کار غائب تھی۔ شاید فائر کرنے والا اسی پر فرار ہوا تھا۔

ڈان میگاٹرے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "پورے اسپین میں ان سور کے بچوں کا وجود برداشت نہیں کروں گا۔"

لوگوں نے فائروں کے متعلق پوچھ گچھ کرنی چاہی اس پر وہ دہاڑا۔ "اگر اسپین چینیوں سے پاک نہ کیا گیا تو یہ ملک تباہ ہو جائے گا۔ تن لین میرے ایک مال دار دوست کو اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

"بھئی ختم کرو۔" فریدی نے کہا۔ "اگر تم اپنے شراب خانے ہی میں پولیس کا سامنا کرو تو بہتر ہو گا۔"

"مجھے پولیس کا خوف نہیں ہے چلو۔"

وہ تیزی سے آگے بڑھے۔ لوگوں نے انہیں روکنا چاہا لیکن ڈان میگاٹرے کی ایک ہی جھڑکی پر ساری بھیڑ کائی کی طرح پھٹ گئی۔ دوسری سڑک پر ایک ٹیکسی مل گئی اور اس طرح وہ جلد از جلد شراب خانے پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔

"کرنل واقعی اس وقت تم نے کمال کر دیا۔" ڈان میگاٹرے نے کہا۔ "ورنہ ایک بار پھر وہی پکاڈلی کے شراب خانے والا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ ہم اس چھوٹے سے کمرے میں بھن کر کباب ہو جاتے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ گہری سوچ میں تھا۔ اس نے سگار سلگایا اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ اندھیرا پھیل گیا تھا۔ میڈرڈ کی سڑکیں جگمگا اٹھی تھیں۔

دفعتاً اس نے کہا۔ "پولیس ضرور آئے گی۔"

"ہاں آنا تو چاہئے۔" ڈان میگاٹرے نے کہا۔

"مگر میں اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا۔ اگر اس چکر میں پھنسا تو کئی دن لگ جائیں گے اور اس عرصے میں ہمارے ساتھی کا پتہ نہیں کیا حشر ہو۔"

"پھر تم جو کہو کیا جائے۔"

"ہم یہاں سے چلے جائیں تو بہتر ہے۔"

"چلے جاؤ۔"

"تم کسی پریشانی میں تو نہیں پڑو گے۔"

اس پر ڈان میگاٹرے نے ایک طویل قہقہہ لگا کر کہا۔ "پریشانیاں صرف ان لوگوں کے حصے میں آتی ہیں جو ڈان میگاٹرے نہیں ہوتے۔"

فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس وقت تک تن لین نے میڈرڈ چھوڑ دیا ہو گا۔"

"میں تمہارے لئے پورا اسپین چھان سکتا ہوں۔" ڈان میگاٹرے بولا۔

"نہیں شکریہ۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اسپین میں ہرگز نہ ٹھہریں گے۔"

"میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں جائیں گے۔"

"کہاں جائیں گے؟"

لیکن فریدی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

ڈان میگاٹرے بھی معاملہ فہم آدمی معلوم ہوتا تھا اس لئے وہ اس پر مصر نہیں ہوا کہ اسے اپنے سوال کا جواب مل ہی جائے۔

"اگر میڈرڈ میں قیام رہا تو مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہنا۔" اس نے فریدی سے کہا۔

"نہیں.... اب میڈرڈ میں ٹھہرنا فضول ہے۔" فریدی بولا۔

"اچھی بات ہے۔" ڈان میگاٹرے نے ایک طویل سانس لی۔ "تم میڈرڈ آئے بھی تو ایسے حالات میں.... مجھے بے حد افسوس ہے کرنل کہ تمہارے کسی کام نہ آسکا۔"

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے میگاٹرے.... میں تمہارا مشکور ہوں۔ اگر تم تن لین کے متعلق نہ بتاتے تو میں اندھیرے ہی میں رہتا۔ اب شاید وہ لوگ میری زد سے باہر نہ ہوسکیں گے کیونکہ میں ان لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔"

"اگر تم کل شام تک ٹھہرتے تو چینیوں کا قتل عام بھی دیکھ لیتے۔"

"کیا مطلب....!"

"میں چینیوں کے خلاف اعلےٰ پیمانے پر فساد کراؤں گا۔ اب میں میڈرڈ میں ایک بھی چینی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔"

"نہیں ایسا نہ کرنا.... دوسروں نے ہمارا کیا بگاڑا ہے۔"

"اگر ایسا نہ ہوا تو کتے بھی ڈان میگاٹرے کے منہ میں پیشاب کر جائیں گے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ غالباً وہ اس مسئلے پر بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ گئے۔ فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ حمید نے ٹیکسی میں بیٹھ جانے کے بعد کہا۔ "یہ لمبی چھٹی اسی لئے لی گئی تھی کہ ہم اپنے لئے پھانسی کے پھندے تیار کریں۔ آخر قاسم کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ایک بہت لمبا فراڈ ہوا ہے حمید صاحب۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا اور خاموش ہوگیا۔

وہ کون تھا؟

عمران لنگڑاتا ہوا آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اس لئے وہ ان سے تقریباً بیس گز پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی.... اور وہ بار بار کھانسنے لگتا تھا۔ ساتھ ہی اس کی زبان اس وقت بے وقت کھانسی کی شان میں قصیدے بھی پڑھتی جاتی۔

"کیا تمہیں سہارا دوں۔" دوسرے نقاب پوش نے اس سے پوچھا۔

"نہیں....!" عمران نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ان پر اچھی طرح نظر رکھو۔"

وہ چلتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ اسی دراڑ میں داخل ہوئے جس سے گزر کر وہ اس سرسبز گھاٹی میں پہنچے تھے۔

کچھ دور چلنے کے بعد نقاب پوش نے انہیں بائیں جانب مڑنے کا حکم دیا۔ عمران نے دیکھا۔ اسی دراڑ میں ایک دوسری دراڑ تھی.... وہ اتنے ہی فاصلے سے ان کے پیچھے چلتا رہا۔ اس کی ٹارچ اب بھی روشن تھی اور اسی کی روشنی میں آگے والے راستہ طے کر رہے تھا۔

اس دراڑ کا اختتام ایک بہت بڑے غار کے دہانے پر ہوا۔

"اندر چلو....!" نقاب پوش نے اوبران کو دھکا دیا جو غار کے دہانے پر رک گیا تھا۔ پھر وہ سب ایک ایک کر کے غار میں داخل ہوگئے۔ عمران کو غار میں تین اور آدمی نظر آئے لیکن انہوں نے اپنے چہرے نہیں چھپا رکھے تھے۔

دفعتاً اوبران غرایا۔ "اوہ.... تو یہ تم ہو غدار.... کمینے....!"

اس نے ایک دراز قد آدمی کو مخاطب کیا تھا۔ جس کے چہرے پر گھنی اور بھورے رنگ کی مونچھیں تھیں۔ وہ اوبران کی بات کا جواب دینے کی بجائے ان نقاب پوشوں پر برس پڑا۔

"کیا تم دونوں گدھے ہو.... انہیں یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ کس نے کہا تھا۔"

"میں کچھ نہیں جانتا.... اس سے پوچھو۔" دوسرے نقاب پوش نے عمران کی طرف مڑ کر کہا۔

"کیوں....؟" بھوری مونچھوں والا عمران کی طرف دیکھ کر غرایا۔

عمران نے ٹامی گن سیدھی کرتے ہوئے اپنے چہرے سے نقاب کھینچ پھینکا اور بیک وقت غار میں کئی تحیر زدہ سی آوازیں گونجیں۔

"اکثر میری کہانسیاں میرا دماغ الٹ دیتی ہیں۔" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "اس لئے تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"

"بریوو....." کیلی نے قہقہہ لگایا۔ "ونڈر فل۔"

اوبران وغیرہ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہے تھے۔ دفعتاً اوبران سنبھل کر بولا۔

"کیوں.... مارشل کتے اب کیا خیال ہے۔"

اس نے بھوری مونچھوں والے کو مخاطب کیا تھا۔

وہ کچھ بولنے کی بجائے دوسرے نقاب پوش کو قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔ "انہیں گرفتار کرلو۔" عمران نے کہا۔

لیکن وہ سب اسی طرح کھڑے رہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اوبران کچھ کہنا چاہتا ہو۔ لیکن الفاظ نہ مل رہے ہوں۔

غار میں ایک کیروسین لیمپ روشن تھا اور وہاں بکھری ہوئی مختلف چیزوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ اس غار میں کئی دنوں سے مقیم ہیں۔

"ہاں.... ہنٹر۔" اوبران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "کیا تمہیں اپنے ایک آفیسر کو گرفتار کرتے وقت خوشی نہ ہوگی۔ چلو جلدی کرو.... ان کی ٹائیوں سے ان کے ہاتھ باندھ دو۔"

ہنٹر نے سب سے پہلے نقاب پوش کی گردن پر ردا جمایا اور اس کی نقاب نوچ ڈالی۔ لیکن شاید یہ آدمی بھی ان کے لئے اجنبی ہی تھا۔

کراموبل اور صفدر بھی ہنٹر کا ہاتھ بٹانے کے لئے آگے بڑھے.... لیکن اچانک مارشل نے کیروسین لیمپ میں ٹھوکر ماری جو قریب ہی زمین پر رکھا ہوا تھا۔ غار میں اندھیرا ہو گیا اور عمران چیخا۔ صفدر دہانے پر.... اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے ٹارچ روشن کی۔ تین آدمی ہنٹر کراموبل اور اوبران سے گتھے ہوئے نظر آئے۔ لیکن مارشل غائب تھا۔

صفدر غار کے دہانے پر دکھائی دیا۔ اتنی جلدی یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ مارشل غار کے دہانے تک پہنچ سکتا۔

عمران انہیں لڑتا چھوڑ کر چاروں طرف چکرانے لگا اور اسے وہ راستہ نظر آ گیا جس سے مارشل کے فرار ہونے کے امکانات تھے۔

یہ سطح زمین پر ایک چوڑی سی دراڑ تھی جس پر اس کی نظر پہلے نہیں پڑی تھی۔ اس نے دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ دور تک ایک ڈھلوان راستہ نظر آ رہا تھا۔ عمران دراڑ میں اترتا چلا گیا۔ پھر اس نے اپنی پشت پر بھی قدموں کی آوازیں سنیں۔

وہ ٹارچ روشن کئے ہوئے تیزی سے نشیب میں اتر رہا تھا۔ اب غار کی گھٹن سے نجات مل گئی تھی۔ سر پر تاروں بھرا آسمان تھا اور نیچے دونوں جانب لامحدود گہرائیاں تھیں۔ جس راستے پر وہ چل رہے تھے وہ ایک کئی فرلانگ لمبی چٹان تھی جس کی چوڑائی چھ فٹ سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ اکثر جگہ تو وہ اتنی تنگ ہو گئی تھی کہ دو آدمی بمشکل برابر سے کھڑے ہو سکتے۔ دفعتاً اس نے قدموں کی آواز سنی۔ لیکن اس نے مڑ کر نہیں دیکھا کیونکہ وہ اس کے ساتھیوں ہی میں سے کوئی ہو سکتا تھا۔

اس راستے کے اختتام پر وہ رک گیا۔ آگے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی اور دونوں جانب کی گہرائیاں بھی بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر آگے بڑھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ قدموں کی آوازیں بالکل قریب آ گئیں۔

آنے والی کیلی گراہم تھی۔

"نہیں ملا....!" اس نے پوچھا۔

"کیا نہیں ملا....؟" عمران کے سوال میں حیرت بھی شامل تھی۔

"جس کے پیچھے آئے تھے۔"

"میں اپنے بڑے بھائی کے پیچھے آیا تھا لیکن اسے گم ہوئے تقریباً تیس سال ہو چکے ہیں۔"

"عجیب آدمی ہو۔" کیلی جھنجھلا گئی۔ "میں پوچھتی اس وقت کی بات۔"

"آہا.... اس وقت۔" عمران نے آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔ "اس وقت میں ستاروں کی سڑکوں کا کنارہ تلاش کر رہا ہوں۔ میری دادی اماں کہا کرتی تھیں کہ ستاروں کی سڑک کا راستہ زمین کے نیچے سے جاتا ہے جہاں ایک گائے اپنے سینگوں پر فٹ بال اٹھائے کھڑی جگالی کر رہی ہے.... اور فٹ بال پر بلیک اینڈ وائٹ کا ایک ٹن رکھا ہوا ہے اور زمین اسی ٹن پر ٹکی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمین پر بسنے والے تمباکو کو بے حد پسند کرتے ہیں خواہ تمباکو کی وجہ سے پھیپھڑوں کے سرطان ہی میں کیوں نہ مبتلا ہو جائیں۔"

"یہ تم نے آخر اتنی بکواس کیوں کر ڈالی۔" کیلی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر کس سے کروں ایسی باتیں.... مردوں سے کرتا ہوں تو وہ مجھے بیوقوف سمجھتے ہیں۔
مگر میرا دل کتنا چاہتا ہے کہ ہر وقت دادی اماں کی باتیں کیا کروں۔"

"ارے اس کا کیا ہوا جس کے پیچھے دوڑ کر آئے تھے۔"

"بڑا بے مروت نکلا۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "ظالم نے پلٹ کر بھی نہ پوچھا کہ کھانسیوں کا کیا حال ہے؟"

"اچھا اب خاموش رہو۔ اگر اس نے اندھیرے میں ہم پر گولیاں برسانی شروع کر دیں تو بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا۔ یا تو اسے تلاش کرو یا پھر واپس چلو۔"

"تم واپس جاؤ.... میں تو گائے کو جگالی کرتے دیکھنا چاہتا ہوں جس کی سینگ....!"

"کیا تم دوسروں کو بالکل اُلو سمجھتے ہو۔" کیلی بگڑ گئی۔

"میں اُلو کی نہیں گائے کی بات کر رہا ہوں۔ جگالی کرتی ہوئی گائے مجھے بہت اچھی لگتی ہے.... اکثر میں بھی تنہائی میں جگالی کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"ارے.... وہ کیا...." دفعتاً کیلی اچھل پڑی۔

"کہاں....؟" عمران نے ٹارچ بجھا دی اور نیچے کھسک آیا۔ کیلی بڑی پھرتی سے چٹان پر لیٹ گئی تھی۔ عمران بھی جھک کر آہستہ سے بولا۔

"کہاں....؟"

کیلی نے بلندی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں نے ایک متحرک سایہ دیکھا تھا۔"

"اگر وہ مارشل ہی ہے تو فائر کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "تم اسی طرح رینگتی ہوئی واپس جاؤ۔"

"کیوں؟ میں واپس کیوں جاؤں۔"

"دادی اماں کہا کرتی تھیں...."

"کہتی رہی ہوں گی۔ بس خاموش رہو۔ مجھے تمہاری دادی اماں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

کیلی بڑبڑاتی رہی اور عمران رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ اسی طرح چڑھائی پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیلی بھی شاید اس کے پیچھے پیچھے رینگ رہی تھی۔ اس نے یہی محسوس کیا۔ چڑھائی پر پہنچ کر

اس نے پھر ٹارچ روشن کی۔ روشنی کا دائرہ دیر تک ادھر اُدھر چکراتا رہا۔ لیکن مارشل کا سراغ نہ ملا۔

کیلی جو اب پھر اس کے پاس پہنچ چکی تھی آہستہ سے بولی۔ "شاید وہ لوگ بھی آرہے ہیں۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس نے خود بھی نشیب میں کئی قدموں کی آوازیں سنیں تھیں۔

"واپس چلنا چاہئے۔" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ "شاید وہ بالکل ہی گیا۔"

"تم نے وہاں اتنی دیر بکواس کر کے وقت برباد کیا تھا۔" کیلی نے کہا۔

عمران واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اسے خود بھی اس کا احساس تھا کہ اس نے وقت برباد کیا تھا۔ مگر اس زبان کو کیا کرتا جو کافی عرصہ سے بے تکی بکواس کے لئے بے چین تھی۔

وہ نیچے اترنے لگے۔ راستے میں انہیں اوبران اور صفدر ملے۔

"کیا نہیں ملا۔" اوبران نے پوچھا۔

"بس ان کی وجہ سے نکل گیا۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میری وجہ سے کیوں؟" کیلی تنک کر بولی۔

"انہوں نے اپنی دادی اماں کے قصے چھیڑ دیئے تھے۔"

"ارے ارے.... میں نے چھیڑے تھے یا تم نے۔" کیلی نے حیرت سے کہا۔

"تو پھر میں ہی بھول رہا ہوں گا۔ میری یادداشت بہت کمزور ہے۔"

"خدا ان محترمہ پر رحم کرے....!" صفدر نے ٹھنڈی سانس لے کر اردو میں کہا۔

"مارشل نکل گیا.... یہ بہت بُرا ہوا۔" اوبران بڑبڑایا۔

پھر وہ واپسی کے لئے مڑ گئے۔ ہنٹر اور کراموبل قیدیوں کے ساتھ اُسی غار میں تھے۔

غار میں پہنچ کر عمران نے اوبران سے پوچھا۔ "کیا.... ان کے سامان کو اچھی طرح دیکھ لیا گیا ہے۔"

"ہاں....!"

"کوئی کام کی چیز....!"

"نہیں کوئی خاص چیز نہیں ملی۔" اوبران نے جواب دیا۔ لیکن عمران شائد مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اُس نے دوبارہ وہاں کی ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لیا۔ لیکن کوئی کارآمد چیز ہاتھ نہ لگی۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ تینوں قیدی آگے چل رہے تھے۔

"یہ مارشل کون ہے۔" عمران نے اوبران سے پوچھا۔

"اوہ.... سب سے پہلے مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ تم وہاں تنہا رہ گئے تھے۔ آخر وہ تم سے تنہائی میں کیا چاہتا تھا۔"

"اپنی موت....!" عمران نے جواب دیا۔

"اوہ.... کیا وہ مر گیا۔"

"ہاں.... میں نے باز رکھنے کی کوشش کی تھی مگر وہ مر ہی گیا۔"

"کیا تمہارے پاس بھی کوئی ویسا ہی سنہرا اسفنج ہے۔"

"اگر نہ ہوتا تو میں اس کے استعمال سے کیسے واقف ہوتا۔"

"تم واقعی حیرت انگیز آدمی ثابت ہوئے ہو دوست.... میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"میں مارشل کے متعلق پوچھ رہا تھا۔"

"نہ پوچھو تو بہتر ہے۔" اوبران مغموم لہجے میں بولا۔ "مجھے بتاتے ہوئے شرم آئے گی۔"

"یہاں اندھیرا ہے.... اس لئے یہیں بتادو.... میں تمہیں شرماتے نہ دیکھ سکوں گا۔"

"وہ.... بدبخت.... میرے محکمے ہی کا آدمی ہے اور میرے برابر ہی کا عہدہ رکھتا ہے۔"

"محکمے میں کب سے ہے؟"

"بہت دنوں سے ہے۔ تقریباً بارہ سال پرانی ملازمت سمجھ لو۔"

"اور وہ زیرولینڈ کے لئے کام کرتا رہا ہے۔" عمران بولا۔

"ہاں اسی طرح یہ لوگ ہماری خفیہ ایجادات چرا کر نامعلوم زیرولینڈ تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"میں کہتا ہوں آخر یہ مہم کس توقع پر ترتیب دی جارہی ہے۔"

"ہمارا خیال ہے کہ یہ زیرولینڈ آمیزن کے کسی دشوار گزار علاقے میں ہے۔"

"اس خیال کی وجہ۔"

"کچھ عرصے سے کئی اڑن طشتریاں اور فٹ بال کی شکل کے کئی طیارے ایکویڈور پر پرواز کرتے دیکھے گئے ہیں۔ ان کا رخ مشرق کی طرف تھا۔ اور انہیں اس وقت تک دیکھا جاتا رہا ہے جب تک کہ وہ جنگلوں میں نہیں داخل ہوگئے۔ اس کے بعد ایکویڈور کی حکومت کی اجازت سے

ہمارے سینکڑوں جہازوں نے دور تک پرواز کی لیکن کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ جنگل اتنے گھنے ہیں کہ نیچے کا حال معلوم کرلینا دشوار ہے۔ ابھی ہمارے پاس ایسے ہیلی کوپٹر بھی نہیں ہیں، جنہیں لمبی پرواز کے کام میں لایا جاسکے۔"

عمران کچھ نہ بولا.... وہ چلتے رہے۔ کیلی صفدر سے عمران ہی کے متعلق گفتگو کررہی تھی۔ صفدر کی سمجھ ہی میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے عمران کے متعلق کیا بتائے کیونکہ عمران تو خود اس کی سمجھ سے بھی باہر تھا۔

وہ قیام گاہ پر پہنچ گئے۔ یہاں وہ دونوں ملازم ایک جگہ بندھے پڑے پائے گئے جن کے سپرد آلڈس کی لاش کی نگرانی کی گئی تھی۔

"مسٹر اوبران۔" عمران نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم ان تینوں قیدیوں کو یہیں چھوڑ کر باہر کھلے میدان میں نکل چلیں۔ مارشل خاموش نہیں بیٹھے گا۔ اس کی یہی کوشش ہوگی کہ ہم سبھوں کو دوسری صبح نہ دیکھنے دے۔ کیونکہ اس کا راز ظاہر ہوگیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ تمہارے ملک کی سیکرٹ سروس سے بہ آسانی الگ ہونا پسند نہیں کرے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو دوست! ابھی تک تم نے جو کچھ بھی کہا ہے ٹھیک ہی نکلا ہے!"

اس گفتگو کے بعد تینوں قیدیوں کو زمین پر گرا کر ان کے پیر بھی باندھ دیئے گئے۔ پھر ان کے حلق میں رومال ٹھونسے جانے لگے۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے.... عمران اپنا سوٹ کیس اٹھانا نہیں بھولا تھا۔ اوبران نے کہا۔ "کیا سامان بھی لے چلیں۔"

"جیسا دل چاہے! میں تو اپنا سوٹ کیس ہر وقت ساتھ رکھنے کا عادی ہوں.... کیونکہ میری عقل عموماً اسی میں بند رہتی ہے.... ویسے مس گیلی اگر چاہیں۔"

"کیلی....!" کیلی نے جھلا کر تصیح کی۔

"اوہ.... معاف کیجئے گا۔ یہ بھول جانے کا مرض میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اب مسٹر اوبران ان کا نام بھی مجھے بلی ماران یاد آتا ہے اور کبھی برگسان.... ہاں تو اب چل دیجئے۔"

وہ باہر نکلے۔ انہوں نے کھڑکیاں اور دروازے تو بند کرلئے تھے لیکن کیروسین لیمپوں کو روشن ہی رہنے دیا تھا۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ چٹانوں کی اوٹ میں ہو گئے۔ لیکن ان کا رخ لکڑی کے مکان ہی کی طرف رہا۔

ایک گھنٹہ گذر جانے کے بعد کیلی بڑبڑانے لگی۔ "کیا آج کی رات یونہی جائے گی۔"

"نہیں اور بھی شامتیں لائے گی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔

اور پھر اچانک انہوں نے لکڑی کے مکان سے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ اُن میں سے کئی بوکھلا کر اٹھے۔

"نہیں....؟" عمران غرایا۔ "اگر اندھیرے میں اپنے جسم چھلنی کرانے ہوں تو ضرور جاؤ اس طرف۔"

اُن میں سے کئی بیک وقت بڑبڑانے لگے۔ انہیں اپنے سامان کی فکر تھی۔ دفعتاً انہوں نے ٹامی گن کی ریٹ ٹیٹ سنی۔

"آہا.... تو وہ تنہا ہی ہے۔" عمران نے کہا۔

"یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔" اوبران نے پوچھا۔

"اگر وہ کئی ہوتے تو آگ لگا کر فائرنگ نہ کرتے بلکہ ہمیں زندہ پکڑنے کی کوشش کرتے کیونکہ اس ٹکراؤ کا مقصد صرف سنہرے اسفنج کے ٹکڑے حاصل کرنا تھا۔ ورنہ انہیں اس کی کب پرواہ ہو سکتی ہے کہ ہم یہاں بلی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں.... ٹھہرو۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو.... میں دیکھتا ہوں۔"

عمران ٹامی گن سنبھالے ہوئے اندھیرے میں رینگ گیا۔

لکڑی کی عمارت سے شعلے بلند ہوتے رہے اور ٹامی گن شور مچاتی رہی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے استعمال کرنے والا پاگل ہو گیا ہو۔

پھر یک بیک انہوں نے دو ٹامی گنوں کے گرجنے کی آواز سنی۔

"اوہو.... کیا ٹکراؤ ہو گیا۔" صفدر بڑبڑایا۔

ٹھیک اسی وقت دور سے عمران کی آواز آئی۔ "ارے باپ رے.... یہ تو مر ہی گیا۔" اور پھر وہ چٹان کی اوٹ سے نکل کر جلتے ہوئے مکان کی طرف بھاگے۔

بُری خبر

طیارہ میڈرڈ سے نیویارک کے لئے پرواز کر چکا تھا اور حمید سوچ رہا تھا کہ آخر یک بیک نیویارک کی کیوں سوجھ گئی۔ فریدی نے ابھی تک اسے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔

ڈان میگاٹرے سے رخصت ہونے کے بعد بھی وہ ایک دن میڈرڈ میں ٹھہرے تھے۔ اس روز فریدی کا زیادہ وقت ادھر ادھر تار دینے میں گذارا تھا اور اسی دن حمید نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ڈان میگاٹرے نے جو کچھ بھی کہا تھا کر دکھایا تھا۔ میڈرڈ میں چینیوں کے خلاف اعلیٰ پیمانے پر فسادات شروع ہو گئے تھے اور ان فسادات کی وجہ افواہیں تھیں۔ حمید تو انہیں افواہیں ہی سمجھتا تھا کیونکہ اسے اس فساد کی اصلیت معلوم تھی۔

چینیوں کے خلاف یہ افواہیں ڈان میگاٹرے ہی کی طرف سے پھیلائی گئی ہوں گی۔ بس صبح ہی صبح یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی تھی کہ پچھلی رات کو ایک چینی نے ایک اسپینی بچے کو ذبح کر ڈالا تھا اور اس کا گوشت کھانے ہی والا تھا کہ پکڑ لیا گیا.... پھر تھوڑی دیر بعد یہ خبر پھیلی کہ چینیوں کے ایک مکان سے اٹھارہ اسپینی بچے برآمد ہوئے ہیں۔ غرضیکہ ہر خبر کا مرکزی خیال یہی ہوتا کہ چینی آدم خور ہیں.... بس پھر کیا تھا جہاں بھی کوئی چینی نظر آیا ڈھیر کر دیا گیا۔

وہ دوسرے ہی دن نیویارک کے لئے روانہ ہو گئے۔ فریدی اس فساد سے بہت دل برداشتہ ہوا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں ڈان میگاٹرے سے بھی گفتگو کی اور پھر ہمیشہ کے لئے اس سے متنفر ہو گیا۔ مگر ڈان میگاٹرے بھی کیا کر سکتا تھا۔ فساد کو ہوا دینا آسان ہے لیکن اسے رکوا دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ڈان میگاٹرے کا کہنا تھا کہ قاسم کا اغواء اس کی توہین کا باعث ہوا تھا۔ اس لئے چینیوں کے خلاف منتقمانہ کارروائی ضروری تھی۔ لیکن فریدی اندھے انتقام کا قائل نہیں تھا۔ اندھا انتقام بے گناہوں کو بھی چاٹ جاتا ہے۔ اس معاملے میں تو سو فیصدی یہی ہوا تھا۔ فریدی کے خیال کے مطابق اصل مجرموں کا بال بھی بیکا نہ ہوا ہوگا۔

"یہ آخر ڈان میگاٹرے ہے کیا بلا؟" حمید نے پوچھا۔

"میڈرڈ کا سب سے بڑا غنڈہ۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو آپ نے اس کی وساطت سے ہمارا انتظام کیوں کرایا تھا؟"

"میڈرڈ میں بس وہی جان پہچان والا تھا اور اس کا پتہ بھی سیدھا سادہ ہے۔ ڈان میگاٹرے میڈرڈ لکھ دو.... بس کافی ہے۔"

"آپ سفارت خانے کے توسط سے بھی کام کر سکتے تھے۔"

"کر سکتا تھا۔ مگر اُسی صورت میں جب کہ ہمارا یہ سفر سرکاری نوعیت کا ہوتا۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بھنا کر بولا۔ "آخر نیویارک کیوں؟"

فریدی نے ایک طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا۔ "میں نے اس سے بڑا دھوکا شاید ہی پہلے کبھی کھایا ہو۔"

"دھوکا! آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں.... ہو گا.... میں اس کے متعلق کچھ نہیں پوچھوں گا ویسے یہ تو اپنا مقدر ہو چکا ہے۔ آپ دھوکے کھائیے اور میں دھکے کھاؤں۔"

فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس نے کہا۔ "پورا واقعہ سن کر تم مجھے احمق سمجھو گے۔ مگر حالات ہی ایسے تھے کہ اس چکر میں پھنس جانا پڑا۔ پچھلے دو ماہ سے برابر طارق سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ طارق کا خیال تھا کہ دوبارہ تاریک وادی کا سفر کیا جائے۔"

"اور آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔"

"سنو تو سہی.... میرا قطعی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن پھر ابھی حال ہی میں میں نے سوچا کہ اس بہانے سے سیاحت بھی ہو جائے گی اور تفریح بھی۔ پچھلی بار تو سنگ ہی کا مسئلہ در پیش تھا اس لئے تفریح کیا ہوتی۔ یہی سوچ کر طارق کو لکھ دیا کہ میں تیار ہوں۔ اس پر طارق نے لکھا کہ موٹے کو بھی ساتھ لانا۔ کیونکہ اب کی بار ہم جو راستہ اختیار کریں گے اس کے لئے موٹے جیسے طاقتور آدمی بہت ضروری ہوں گے۔ میں نے بھی سوچا کیا حرج ہے اگر قاسم بھی ساتھ چلے۔ لہٰذا طارق کو اس کی روانگی سے بھی مطلع کر دیا گیا۔ پچھلے سفر میں بھی قاسم بعض اوقات کافی کار آمد ثابت ہوا تھا.... بڑے بڑے تناور درخت راستے سے ہٹائے تھے۔ اکثر درخت کاٹ کاٹ کر نالوں پر پل بنائے تھے۔ میں نے قاسم کو سفر پر آمادہ کیا۔"

"لیکن مجھے پھر بھی بے خبر رکھا۔" حمید جل کر بولا۔

"ایسے موقع پر تمہاری چڑچڑاہٹ کافی دلچسپ ہوتی ہے۔"

"اسی لئے اس بھینسے کو بھی مجھے کچھ بتانے سے منع کر دیا تھا۔"

"نہیں یہ تو اسے بھی نہیں بتایا تھا کہ تاریک وادی کا سفر در پیش ہے۔ بس ایک لمبے سفر کی بات کی تھی.... بہر حال میں نے سوچا کہ پہلے انگلینڈ جا کر بینکوں میں اپنی رقومات کا جائزہ لوں پھر تم لوگوں کو روانگی کے لئے لکھوں گا۔ تاکہ ادھر اُدھر زیادہ وقت برباد نہ ہو۔ یہ بھی محض اتفاق تھا کہ لندن میں ایک ایسے آدمی سے ملاقات ہوگئی جو میرا اور طارق کا دوست ہے۔ اس نے بتایا کہ طارق آج کل کیلیفورنیا میں ہے۔ میں نے اسے آگاہ کیا کہ اسے غلط اطلاعات ملی ہیں۔ طارق تو نیویارک میں ہے۔ وہ خوب ہنسا اور بتایا کہ وہ اسے پچھلے ہی ہفتے کیلیفورنیا میں چھوڑ کر آیا ہے۔ اور وہ تقریباً چھ ماہ سے وہیں مقیم ہے۔ مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ابھی حال ہی میں اس کے خطوط نیویارک سے آتے رہے تھے۔ اس وقت تک کسی سازش کا خیال نہیں آیا۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ میرا ذہن بھٹکنے لگا۔ میں نے سوچا کہ تم لوگ میری ہدایت کے مطابق چل پڑے ہو گے اور راستے میں ہی ہو گے۔ لہٰذا میں نے لاسلکی فون پر تم سے گفتگو کر کے اسی دوست کے توسط سے طارق کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کی۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا کہ طارق تقریباً چھ ماہ سے کیلیفورنیا میں ہے۔ میں اس دوست سے پہلے ہی طارق کا پتہ معلوم کر چکا تھا جس نے اس کے کیلیفورنیا کے قیام کے متعلق بتایا تھا۔ میں نے طارق سے اسی پتہ پر بذریعہ تار پوچھا کہ کیا اس نے اسی دوران میں مجھے خطوط لکھے تھے؟ جواب انکار میں آیا۔"

حمید بوکھلائے ہوئے انداز میں یہ کہانی سنتا رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بول پڑا۔

"کیا آپ طارق کی تحریر نہیں پہچانتے؟"

"وہ عموماً خطوط ٹائپ کرتا ہے.... ہاتھ سے نہیں لکھتا۔"

"دستخط تو کرتا ہی ہو گا۔"

"میں اس کے دستخط پہچانتا ہوں لیکن ان دستخطوں پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی تھی کیونکہ جو کچھ بھی ہوا ہے میرے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"پھر اب کیا خیال ہے؟"

"ایک مضحکہ خیز خیال کہ یہ سب کچھ محض قاسم کے اغواء کے لئے ہوا ہے۔"

"تو گویا اپنے یہاں سے نیویارک تک اس سازش کا جال بچھایا گیا تھا۔ ورنہ میڈرڈ ہی میں یہ واقعہ کیوں پیش آتا۔ نیویارک پہنچنے پر سب کچھ ہو سکتا تھا.... آہا.... ٹھہریئے مجھے سوچنے

دیجئے.... میرے خدا.... اب مجھے یاد آیا۔ جس ایروپلین سے ہم نے سفر کیا تھا اس میں شائد دو چینی بھی تھے۔ اُف فوہ کس قدر دماغ خراب ہوا ہے میرا۔ میں اس چینی تن لین کے متعلق تو بھول ہی گیا تھا.... آپ اسے کیسے جانتے ہیں اور وہ ہے کون۔"

"وہ....!" فریدی ایک طویل سانس لے کر مسکرایا۔ "اسی سلسلے کی ایک کڑی۔ اگر اس کی شخصیت تم پر ظاہر ہو جائے تو یہ سازش بھی ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تمہارے سامنے آجائے گی.... تن لین.... سنگ ہی کے مشہور ساتھیوں میں سے تھا.... جب وہ نیویارک سے تاریک وادی کی تلاش میں روانہ ہوا تھا۔ اس وقت تن لین بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا اس لئے وہ اس کا ساتھ نہیں دے سکا تھا۔ نیویارک کے ایک ہسپتال ہی میں پڑا رہ گیا تھا۔"

"اوہ.... اوہ....!" حمید نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

"غالباً تن لین تاریک وادی کے لئے کوئی مہم ترتیب دے رہا ہے۔ لیکن رہنمائی کے لئے بھی کوئی چاہئے۔ کوئی ایسا آدمی جو پہلے بھی سفر کر چکا ہو۔ میرا دعویٰ ہے کہ ان لوگوں نے روزا پر بھی ڈورے ڈالنے کی کوشش کی ہوگی۔ مگر روزا کافی چالاک ہے۔ آخر کار انہوں نے اس پوری ٹیم میں سے قاسم ہی کو مناسب سمجھ کر منتخب کر لیا اور اس کے لئے اتنے پاپڑ بیلے گئے۔ ہمارے ملک میں ان کی دال نہ گلتی۔ اس لئے انہوں نے ہمیں نیویارک بلایا اور ان کے کچھ آدمی ہمارے پیچھے بھی لگے رہے۔ میڈرڈ میں تمہارا اتفاقیہ قیام ان کے لئے ایک بہترین موقع ثابت ہوا اور اسے وہیں سے لے اڑے۔"

"مگر اس کی یادداشت پر کیا گذری تھی؟"

"اوہ.... یہ بہت معمولی سی چیز ہے۔ چینیوں میں زمانہ قدیم سے ایسی ادویات کے بارے میں تحقیق و تجسس کا رجحان پایا جاتا رہا ہے۔ جو آدمی پر غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوں۔ مثلاً کئی سال ہوئے لندن میں چینیوں کا ایک ایسا گروہ پکڑا گیا تھا جو ایسی ہی ادویات کے بل بوتے پر دولت مند طبقے میں خوف و ہراس پھیلا کر لمبی لمبی رقمیں اینٹھ رہا تھا.... یہ لوگ کسی مالدار کو تاک لیتے اور اسے خط لکھتے کہ اگر فلاں دن انہیں کوئی بڑی رقم نہ ملی تو اس کے گھرانے پر خدا کا قہر نازل ہوگا اور اس کا لڑکا کسی کام کا نہ رہ جائے گا.... لارڈ برنہام ہی کی مثال لے لو اسے ایسا ہی ایک خط ملا اس نے معاملہ پولیس کے سپرد کر دیا۔ پولیس نے یہ نظریہ قائم کیا کہ کوئی لارڈ برنہام کو خواہ مخواہ

خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔ اس سے زیادہ اس دھمکی کی اصلیت نہیں۔ لیکن معینہ تاریخ کو لارڈ برنہام کے اکلوتے لڑکے کا جسم بالکل نیلا ہو گیا اور وہ اپنے حلق سے گیدڑوں کی سی آوازیں نکالنے لگا۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز اس کے منہ سے نکلتی ہی نہیں تھی۔ نہ وہ دوسروں کی گفتگو سمجھ سکتا تھا اور نہ آدمیوں کی طرح بول سکتا تھا۔ بہر حال جب وہ گروہ پکڑا گیا تو حقیقت ظاہر ہوئی یہ کسی قسم کے زہر ہی کا اثر تھا جو اسے شراب میں استعمال کرایا گیا تھا۔

قاسم کے سلسلے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کا دماغ الٹے بغیر اس کا اغواء ممکن ہی نہیں تھا۔ اس طرح وہ چینی اس کا ہمدرد بننے میں بھی کامیاب ہو گیا ہوگا۔ مثلاً ہوٹل والوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ذہنی فتور میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ اسے اس کی پوری خوراک نہیں دیتے تھے۔ وہ بھوکا رہ جاتا تھا.... بس اگر اُسے موقع پر کوئی پیٹ بھرنے والا مل جائے تو اُس سے بڑا ہمدرد اور کون ہو سکتا ہے! قاسم اس کے لئے موم کی ناک ہوگا۔ جدھر چاہا موڑ دیا۔"

"لیکن جب وہ اپنی یادداشت ہی کھو بیٹھا ہے تو اُن کی رہنمائی کیسے کرے گا؟" حمید نے پوچھا۔

"ان دواؤں کا توڑ بھی ہوتا ہے ان کے پاس۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "مثال کے طور پر.... برنہام کا لڑکا کچھ دنوں بعد اصلی حالت پر آگیا تھا۔ نہ رنگت میں نیلاہٹ رہ گئی اور نہ آواز ہی گیدڑوں کی سی تھی۔ گروہ کی گرفتاری کے بعد اس کے سرغنہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ ان لوگوں کو اصل حالت پر لے آئے جو زہر کا شکار ہوئے تھے.... لہٰذا اس نے انہیں وہ دوائیں استعمال کرائیں جو زہر کا توڑ تھیں۔"

"تو آپ کی دانست میں قاسم ان کے لئے کار آمد ثابت ہو سکے گا۔"

"یقیناً ہو سکے گا.... کیونکہ ہم نے وہ راستہ دوبارہ دیکھا تھا۔ جاتے وقت واپسی کے لئے کچھ نشانات قائم کئے گئے تھے اور انہیں نشانات کے سہارے کوٹی کی زیارت گاہ تک پہنچے تھے ورنہ امکانات تھے کہ ہم واپسی میں راستہ بھول جاتے۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "تو اب کیا ارادہ ہے؟"

"ظاہر ہے کہ قاسم کو ان سے حاصل کئے بغیر میری واپسی ناممکن ہے خواہ اس کے لئے کہیں جانا پڑے۔"

"بزرگوں سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔" حمید نے بزرگانہ انداز

میں کہا۔ فریدی کچھ نہ بولا۔

میڈرڈ سے نیویارک تک کا سفر حمید کے لئے اکتا دینے والا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب آئیں گے سیاحت کے مزے۔ اگر ایک بار پھر تاریک وادی تک کی دوڑ لگانی پڑی۔ پچھلی ہی بار اسے صحیح وسلامت واپسی کی توقع نہیں تھی۔

خدا خدا کر کے سفر کسی طرح ختم ہوا اور انہیں وائیلڈ کیٹس کے ایجنٹ ہوائی اڈہ سے لے گئے۔ فریدی کا پہلے ہی سے خیال تھا کہ وہ وائیلڈ کیٹس ہی میں ٹھہرے گا۔

اب حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فریدی یہاں قاسم کو کس طرح تلاش کرے گا اور پھر کیا یہ بھی ضروری تھا کہ وہ لوگ اسے نیویارک ہی لائے ہوں۔ اتنی بات فریدی بھی سمجھتا رہا ہوگا۔ پھر آخر وہ نیویارک کیوں آیا تھا؟ طارق سے بھی تبادلہ خیالات کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا کیونکہ وہ یہاں تھا ہی نہیں۔

فریدی تو سفر کے تکان سے بھی متاثر نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک ہی گھنٹے بعد وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے حمید کو اس پر مجبور نہیں کیا۔ حمید نے اس پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور پھر بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ لیکن پھر تھوڑی دیر بعد کافی کی خواہش محسوس ہوئی۔ اُس نے ہیڈ ویٹر کو فون کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک لڑکی کافی کی ٹرے لئے ہوئے کمرے میں آئی۔

حمید پھر سجدہ شکر بجا لایا اور لڑکی سے نحیف آواز میں بولا۔ "اگر تم خود ہی ایک پیالی کافی بنا کر پلا دو تو میں بے حد مشکور ہوں گا.... آہ میں دنیا کا مظلوم ترین انسان ہوں۔"

"کیا آپ کی طبیعت خراب ہے جناب....؟" لڑکی نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے بڑے پیار سے پوچھا۔

"ہاں مجھے چائلڈ فوبیا ہو گیا ہے۔"

"یہ کون سا مرض ہے جناب؟ میں پہلی بار یہ نام سن رہی ہوں۔"

"بچوں کا خوف....!"

"میں نہیں سمجھی جناب۔" لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بیٹھ جاؤ...." حمید نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں کتنا بدنصیب آدمی ہوں۔"

لڑکی بیٹھ گئی اور اس کے لئے کافی بنانے لگی۔ لیکن اس کی نظریں بار بار استفہامیہ انداز میں حمید کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔

"وہ ایک اندھیری اور ڈراؤنی رات تھی۔" حمید کسی فلمی ایکٹر کے سے لہجے میں بولا۔ "بڑی ڈراؤنی میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو دل الٹنے لگتا ہے آندھی کا شور.... بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک.... ہزارہا بھٹکی ہوئی روحوں کی چیخیں۔ میں اپنے مکان میں تنہا تھا۔ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی.... اور.... میرا دل دھڑکنے لگا۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

لڑکی نے کافی کی پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "پھر کیا ہوا جناب۔"

"اوہ.... پھر.... پھر میں کانپتے ہوئے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا.... دروازہ کھلتے ہی کمرے کی روشنی باہر کھڑے ہوئے آدمی پر پڑی اور میں چیخ مار کر پیچھے ہٹ آیا.... اس کی شکل بہت ڈراؤنی تھی۔ وہ چھوٹے قد کا ایک موٹا سا آدمی تھا۔ ہونٹ معمول سے زیادہ موٹے تھے اور ناک پھولی ہوئی تھی۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ اس کے جسم پر ٹوئیڈ کا ایک بوسیدہ سا سوٹ تھا جو پانی سے شرابور ہو چکا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا.... اور میں ایک بار پھر چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ اس نے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھا کر گھونسہ ہلایا اور پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے کپڑوں سے بہنے والا پانی فرش پر پھیل رہا تھا۔"

حمید خاموش ہو کر کافی پینے لگا۔

لڑکی کا اضطراب بڑھ رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حمید کا بار بار خاموش ہو جانا اسے گراں گزر رہا ہو۔

"پھر کیا ہوا جناب۔"

"وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ شائد بیہوش ہو گیا تھا۔ میں نے جھپٹ کر دروازہ بند کر دیا۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کچھ لوگ اس کا تعاقب کر رہے ہوں.... پھر میں تھوڑی دیر تک دم بخود کھڑا رہا لیکن اس کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی وہ جیسے پڑا تھا ویسے ہی پڑا رہا۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے ہلایا جلایا۔ تب یقین ہوا کہ وہ سچ مچ بیہوش تھا۔ اس کی صورت ڈراؤنی ضرور

تھی مگر اس وقت وہ مظلوم ہی معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے بھیگے ہوئے کپڑے اتارے اور اسے ایک خشک چادر میں لپیٹ دیا۔ اس کے سارے جسم پر ویسے ہی گدنے گدے ہوئے تھے جیسے عموماً جہاز رانوں کے جسموں پر پائے جاتے ہیں اور اس کے کانوں میں جہاز رانوں ہی کی سی بالیاں بھی تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ ہوش میں آیا اور میں نے اس سے استدعا کی کہ وہ زمین سے اٹھ کر بستر پر لیٹ جائے۔ کیونکہ وہ بہت وزنی تھا۔ مجھ سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ بدقت تمام وہ اٹھا اور بستر پر لیٹ گیا۔ ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ اس کی بغل میں لوہے کا ایک چھوٹا سا ڈبہ بھی دبا ہوا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے سب سے پہلے اسی پر جھپٹا مارا تھا اور اسے پھر بغل میں دبا کر بستر پر لیٹتا چلا گیا تھا.... میں نے اس سے پوچھنا چاہا کہ وہ کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ لیکن وہ صرف اشاروں میں بات کرتا رہا۔ زبان سے کچھ نہ بولا۔ اس وقت میں یہی سمجھا کہ شائد وہ گونگا ہے میں رات بھر اس کی دیکھ بھال کرتا رہا.... وہ بہت زیادہ خوفزدہ معلوم ہو رہا تھا۔“

حمید پھر خاموش ہو گیا۔ لڑکی نے پھر مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔

”کیا میں آپ کو اور کافی دوں جناب۔“ اس نے پوچھا۔

”شکریہ ایک کپ اور....!“

لڑکی نے کپ اس سے لے کر دوبارہ کافی انڈیلی اور اسے اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔

”ہاں تو پھر کیا ہوا.... جناب....!“

دوسری صبح تک اس کی حالت بہت ردی ہو گئی۔ ڈاکٹر کو بلوایا۔ جس نے معائنہ کرنے کے بعد مایوسی ظاہر کی۔ اس نے بتایا کہ دل بہت کمزور ہو گیا ہے اور کسی وقت بھی اس کی دھڑکن بند ہو سکتی ہے۔ مجھے بہت افسوس ہوا اور افسوس کے ساتھ گھبراہٹ بھی ہوئی کہ ایک ایسا آدمی میری چھت کے نیچے دم توڑ رہا ہے جس کے نام اور پتے سے بھی میں واقف نہیں ہوں.... دوپہر کو اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا.... یہ ڈبہ لو.... تم نے میری بڑی خدمت کی ہے.... یہ تمہارا انعام ہے۔ خدا تمہیں خوش رکھے اور پھر اس کے بعد ہی وہ ختم ہو گیا۔“

”ختم ہو گیا۔“ لڑکی نے حیرت سے دہرایا اور اپنے خشک ہوتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

”ہاں.... وہ ختم ہو گیا۔ اس کی تدفین کے بعد مجھے اس ڈبے کا خیال آیا۔ یہ بہت وزنی تھا۔

میں نے بمشکل تمام کھولا۔ اس میں ایک لفافہ رکھا ہوا تھا۔ لفافے کو کھولا تو اس میں سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکلا جس پر عجیب قسم کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ایک بطخ کی چونچ میں ایک مچھلی تھی اور مچھلی کی دم پر برطانیہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا.... ایک طرف سورج کی تصویر تھی اور دوسری طرف شلجم.... اسی کے ٹھیک نیچے گوبھی.... اور گوبھی سے ایک تیر کا نشان دیگچی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ دیگچی کے نیچے چار کا ہندسہ تھا اور اس کے نیچے ترپن کا ہندسہ! سب سے نیچے ایک نقشہ تھا اور یہ نقشہ اپنے ہی شہر کا تھا اور اس پر متعدد تیر کے نشان تھے.... بھلا تم ہی بتاؤ کہ وہ نقشہ کیسا رہا ہو گا۔“

”اوہ.... اوہ....“ لڑکی مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”وہ نقشہ یقیناً کسی خزانے کا رہا ہو گا۔“ حمید خاموشی سے کافی پیتا رہا۔

”ارے آپ خاموش کیوں ہو گئے جناب۔“ لڑکی نے اسے ٹوکا۔

”بس اب کچھ نہ پوچھو! یہ مصیبتوں سے بھری ہوئی داستان ہے۔“

”خزانے آسانی سے نہیں دستیاب ہوا کرتے۔“ لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

”نقشے میں تیروں کے نشان شہر کی ایک گلی میں مڑ گئے تھے اور غالباً پھر وہ ایک مکان میں داخل ہو گئے تھے۔ ایک دن میں انہیں تیروں کے نشانات کو دیکھتا ہوا چل پڑا۔ اس گلی میں پہنچا جہاں وہ مکان تھا۔ نقشے کے مطابق ابھی تک ایک ایک نشان صحیح نکلا تھا۔ مکان کافی بڑا تھا اور اس کے اندر سے بچوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ میں چپ چاپ واپس چلا آیا کیونکہ اگر وہ کسی خزانے ہی کا قصہ تھا تو اس کے لئے رات ہی مناسب ہوتی.... رات کو میں کیل کانٹے سے لیس ہو کر پھر اسی گلی میں جا پہنچا۔ دیوار پر چڑھنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی اور میں بآسانی دوسری طرف اتر گیا.... نقشے نے ابھی تک میری بالکل صحیح رہنمائی کی تھی۔ میں دبے پاؤں آگے بڑھتا رہا۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

میں نقشے کے مطابق اس کوٹھری میں پہنچا جہاں تہہ خانہ تھا۔ تہہ خانے کا راستہ بھی جلدی ہی معلوم ہو گیا تھا اور میں بڑی تیزی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ آہا.... وہ آہنی صندوق میرے سامنے تھا جس کی تصویر نقشے میں موجود تھی اس میں ایک بڑا سا قفل لٹک رہا تھا۔ ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ اس ڈبے میں جو اس آدمی نے دیا تھا ایک کنجی بھی تھی اور اسی کنجی سے میں نے اندازہ لگایا تھا وہ

کسی خزانے ہی کا نقشہ ہو سکتا ہے۔ میں نے بڑی بے صبری سے صندوق کا قفل کھولا.... اور پھر اس کا ڈھکنا اٹھانے میں کافی قوت صرف کرنی پڑی۔

حمید پھر خاموش ہو گیا۔ لڑکی کا چہرہ جوش سے سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔ مگر حمید کی خاموشی بدستور قائم رہی اور اب اس کی آنکھیں کچھ مغموم سی نظر آنے لگی تھیں۔

"پھر کیا ہوا جناب۔"

"ارے پھر ہوتا کیا مجھ پر خدا کا قہر ٹوٹ پڑا....!"

"کیا ہوا.... کیا ہوا۔" لڑکی احمقانہ انداز میں کھڑی ہو گئی۔

اس صندوق سے صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا برآمد ہوا جس پر تحریر تھا۔

"اے نیک دل شخص میں اپنی یہ چار بیویاں اور ترپن عدد بچے تیرے سپرد کر رہا ہوں اگر تو نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھا تو بروز محشر اللہ والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ ورنہ خانہ خراب ہو گا.... روسیاہ اٹھے گا۔"

"خواہ مخواہ میرا وقت برباد کرایا۔" لڑکی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"افسوس کہ تم میری جگہ نہیں تھیں ورنہ قدر و قیمت معلوم ہوتی کیونکہ ٹھیک اسی وقت وہ چاروں بیویاں اور ترپن عدد بچے مجھ پر ٹوٹ پڑے تھے اور میں سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگا تھا اور پھر دوسرے ہی دن مجھے نیویارک بھاگنا پڑا کیونکہ وہ بیویاں اور بچے مجھے سارے شہر میں تلاش کرتے پھر رہے تھے.... اب میں یہاں صدر آئزن ہاور سے مل کر مدد کی درخواست کروں گا۔ ورنہ وہ چار بیویاں اور بچے مجھے دنیا کے کسی گوشے میں بھی چین نہ لینے دیں گے اور ہاں اسی رات سے مجھے چائیلڈ فوبیا بھی ہو گیا ہے۔ سنا ہے کہ تمہارے دیس میں اس قسم کے امراض کا معقول علاج ہوتا ہے۔"

لڑکی جھنجھناتی ہوئی اٹھی اور ٹرے سنبھالنے لگی۔ اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور حمید کی اجازت سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ یہ کوئی مقامی آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"آپ کیپٹن حمید ہیں جناب۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں....!"

"مجھے کرنل فریدی نے بھیجا ہے۔ ان کے کسی نے چھرا مار دیا ہے۔ وہ اس وقت شکاگو ہاسپٹل

میں ہیں۔ حالت زیادہ اچھی نہیں ہے۔"

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

گھوڑے پر پرندہ

لکڑی کا مکان انگاروں کا ڈھیر ہوا پڑا تھا اور اسی کے قریب مارشل کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

"ہر ایک کو اپنے سامان کی فکر تھی۔" کیلی نے عمران سے کہا۔

"تم تو ایک سوٹ کیس بچا لائے تھے اب ہم کیا کریں گے۔"

"باری باری تم سب اس سوٹ کیس کو سر پر رکھ کر سفر کر سکو گے اتنی قربانی میں ضرور کروں گا۔"

"دوست! تم بے حد خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اگر پہلے ہی سے تم نے اس خطرے سے آگاہ کر دیا ہوتا تو ہم نے بھی کم از کم اپنی بہت ضروری چیزیں تو بچا ہی لی ہوتیں۔"

"میں کہتی ہوں کہ وہاں سے اتنی دور بھاگ کر آنا ہی حماقت تھی۔ کم از کم دو ایک آدمیوں کو مکان کے قریب ہی کہیں چھپے رہنا چاہئے تھا۔"

"دیکھا....!" عمران صفدر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ احمقوں سے دنیا کے ہر گوشے میں حماقتیں سرزد ہو سکتی ہیں مگر تمہارا خیال تھا کہ آب و ہوا تبدیل ہونے سے عقل ٹھکانے آجاتی ہے۔"

عمران خاموش ہو گیا اور اس کے چہرے پر پھر وہی پرانی حماقت طاری ہو گئی۔ عمران کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی ہنسنے یا بولنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس مکان میں تین زندہ آدمی جل مرے تھے۔ کیلی کو اس پر بے حد افسوس تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ جھونپڑے ہی میں آگ لگا دے گا۔" اوبران نے کہا۔

"اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ خود اس کے ساتھی بھی ہمارے ساتھ ہی جل مریں گے۔"

"جو شخص اپنے ملک سے غداری کر سکتا ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔" صفدر بولا۔

"اب ہم رات کہاں گزاریں گے۔" کرامویل نے کہا۔

"یہیں اسی جگہ۔ ورنہ جل مرنے والوں کی روحیں ہماری تلاش میں بھٹکتی پھریں گی۔"

عمران نے کہااور وہیں بیٹھ گیا۔

"کیااب پھر کچھ....!" اوبران اسے گھورتا ہوابولا۔

لیکن عمران کچھ نہ بولا۔ وہ لوگ بھی ایک ایک کر کے زمین پر بیٹھ گئے۔

وہ ایک دل ہلا دینے والا منظر تھا۔ ان کے قریب ہی ایک لاش پڑی تھی اور جلتی لکڑیاں اس طرح چیخ رہی تھیں جیسے وہ عرصہ سے اسی رات کی منتظر رہی ہوں۔

کچھ دیر بعد طے پایا کہ وہ لوگ اسی غار میں رات بسر کریں جسے مارشل اور اس کے ساتھی استعمال کرتے رہے تھے۔

وہ غار کی طرف چل پڑے۔ پھر رات وہیں بسر کی اور ان میں صرف عمران، صفدر اور ہنٹر رات بھر خراٹے لیتے رہے تھے۔ بقیہ کو ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی.... خصوصاً کیلی تو رات بھر بُرے بُرے خواب دیکھ کر بڑبڑاتی رہی تھی۔ دوسری صبح انہوں نے غار میں پڑے ہوئے سامان کی دوبارہ تلاشی لی اس طرح وہ کچھ کھانے پینے کی چیزیں حاصل کر سکے۔ ورنہ ہیلی کوپٹر کے آنے کے وقت تک بھوکا رہنا پڑتا۔

کچھ پیٹ میں ڈالنے کے بعد ان میں پھر گفتگو شروع ہو گئی۔ مگر عمران اب اونگھ رہا تھا۔ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہ دیتا۔ بار بار کے استفسار پر صرف اتنا ہی کہتا۔ "خدا جانے.... دن کو مجھے صاف نہیں دکھائی دیتا اس لئے میں عموماً اپنی رائے ظاہر کرنے سے گریز کرتا ہوں۔"

وہ لوگ ایکویڈور کے سفر کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

کیلی بار بار عمران کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ لیکن وہ اس طرح خلا میں گھورتا ہوا پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے کسی اُلو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

کچھ دیر تک ان میں گفتگو ہوتی رہی پھر وہ اٹھ گئے۔ غار سے باہر آئے.... اور ادھر اُدھر پھیل گئے۔ کیلی صفدر کے ساتھ تھی، وہ دراصل اس سے عمران کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی تھی۔

"تمہارا ساتھی آخر ہے کس قسم کا آدمی؟" اس نے پوچھا۔

"روزانہ ہزاروں آدمی اس کے متعلق یہی سوچتے ہیں اور پھر رات کو یہی سوچتے ہوئے سو جاتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر ان کی نیندیں حرام ہوتی ہیں۔ یعنی انہیں اوٹ پٹانگ خواب دکھائی

دیتے ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق کچھ سوچنا ہی فضول ہے۔"

"پچھلی رات وہ ایک حیرت انگیز آدمی معلوم ہو رہا تھا لیکن اس وقت یقین نہیں آتا کہ یہ وہی ہے۔"

"میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے متعلق کچھ نہ سوچو۔ ورنہ تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"

"کیوں؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "میں نہیں سمجھی۔"

"اس کے متعلق واضح الفاظ میں کچھ سمجھایا بھی نہیں جا سکتا۔" صفدر نے کہا۔ "بس یہ سمجھ لو کہ اس پر مختلف اوقات میں مختلف قسم کے دورے پڑتے ہیں۔"

"تب تو کسی ایسے آدمی کو قابل اعتماد نہیں کہا جا سکتا۔ مجھے حیرت ہے کہ تمہارے ملک کا محکمہ اسے کیسے برداشت کر رہا ہے۔"

"کرنا ہی پڑتا ہے....!"

"کیوں....؟"

"اس نے آج تک کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا۔ بظاہر پہلے شبہ ہوتا ہے کہ اس سے کوئی زبردست حماقت سرزد ہو رہی ہے۔ لیکن پھر اس حماقت کے نتائج اس طرح ہمارے ہی حق میں بہتر ثابت ہوتے ہیں کہ اسے کوئی معجزہ سمجھ لینے کو دل چاہتا ہے۔"

پھر بات عمران سے ہٹ کر زیرو لینڈ کی طرف آ گئی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہماری اس مہم کا کیا حشر ہو گا۔"

"کیوں....؟"

"اوبران مجھے کچھ بیوقوف سا آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہنٹر کافی ہوشیار آدمی ہے اور ابھی اوبران کے کئی اور آدمی بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ آج شاید وہ آ جائیں۔"

دفعتاً انہوں نے عمران کو دیکھا جو ایک چٹان سے نیچے اتر رہا تھا.... انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے چٹان کی دوسری جانب کوئی خاص چیز دیکھی ہو۔

"گھوڑے پر پرندہ....!" عمران ان کے قریب پہنچ کر تحیر زدہ لہجے میں بولا۔

"کیا بات ہوئی۔" کیلی تمسخر آمیز انداز میں مسکرائی۔

"یعنی کوئی بات ہی نہ ہوئی۔ میں کہہ رہا ہوں میں نے ابھی گھوڑے پر ایک بہت بڑا پرندہ دیکھا ہے۔"

اوبران بھی ان کے قریب آ گیا تھا۔ پہلے تو اس نے عمران کی اس بات پر بُرا سا منہ بنایا پھر یک بیک چونک پڑا۔

"کیا کہا.... پرندہ.... یعنی کوئی آدمی.... گھوڑے پر سوار تھا۔"

"آہا.... آدھا آدمی آدھا پرندہ....!"

"ریڈ انڈین....!" ہنٹر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔ "کیا اس کے سر پر پروں کی ٹوپی تھی۔"

"یار پتہ نہیں تم لوگ کیسی باتیں کر رہے ہو۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ پھر چٹان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم خود ہی دیکھ لو نا جا کر۔"

ہنٹر بہت تیزی سے چٹان کی طرف بڑھا۔ وہ لوگ وہیں کھڑے رہے۔ پھر انہوں نے ہنٹر کو اس انداز میں چٹان سے نیچے اترتے دیکھا جیسے وہ کسی بیجان چیز کی طرح لڑھکتا ہوا نیچے آ رہا ہو۔ نیچے آتے ہی وہ پوری قوت سے دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا۔

"وہ.... وہ.... چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"تم اندر جاؤ.... اندر....!" اوبران نے کیلی کو غار میں دھکیلتے ہوئے کہا.... اور وہ بھی بڑی تیزی سے غار میں آئے.... اوبران اور ہنٹر نے دونوں ٹامی گنیں سنبھال لیں اور غار کے دہانے پر جم گئے۔

ہنٹر نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔"

"یہ بہت بُرا ہوا.... بہت بُرا....!" اوبران کہہ رہا تھا۔ مخاطب عمران اور صفدر تھے۔ "یہ لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں۔"

"خدا غارت کرے گا انہیں۔" عمران عورتوں کے سے انداز میں کلکلایا۔

اتنے میں انہوں نے لاتعداد دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں.... شاید وہ سچ مچ اس حصے کو گھیرے میں لے کر آگے بڑھ رہے تھے کیونکہ وہ آوازیں چاروں طرف سے آ رہی تھیں۔

یک بیک دونوں ٹامی گنوں کے دہانے آگ برسانے لگے اور باہر سے چیخوں کی آوازیں آئیں۔

"اوہ.... کیسے چالاک ہیں۔" اوبران بڑبڑایا۔ "خواہ مخواہ چیخ رہے ہیں۔ اوہ.... یہ بُرا

ہوا.... انہوں نے چٹانوں میں پوزیشن لے لی ہے۔"

عمران کے چہرے سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اسے اوبران وغیرہ کی یہ کاروائی قطعی پسند نہ آئی ہو۔ دفعتاً اس نے صفدر کا بازو پکڑ کر کہا۔ "آؤ۔"

وہ اسے غار کے پچھلے دہانے کی طرف لے جا رہا تھا.... اور اس وقت بھی وہ اپنا سوٹ کیس لینا نہیں بھولا تھا۔

وہ دونوں تنگ سے دہانے میں اترتے چلے گئے۔

محتاج خانہ

حمید آنے والے کو نیچے سے اوپر تک گھور رہا تھا.... یہ کوئی معمولی ہی حیثیت کا آدمی تھا۔ اس کے لباس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا...." حمید نے پوچھا۔

"میں ہسپتال میں اپنے ایک بیمار عزیز کو دیکھنے گیا تھا۔ وہاں ایک زخمی آدمی نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ میں آپ تک اس کا پیغام پہنچا دوں۔ اس نے اپنا نام کرنل فریدی بتایا تھا اور آپ کا نام کیپٹن حمید بتایا تھا اور اس شریف آدمی نے مجھے اس خدمت کے عوض دو ڈالر دیئے تھے۔"

"میں تمہیں چار ڈالر دوں گا؟ ہسپتال تک میری رہنمائی کرو۔"

"میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں جناب۔" وہ خوش ہو کر بولا۔ حمید دس منٹ کے اندر چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔

باہر نکل کر اس آدمی نے ہاتھ ہلا کر ایک ٹیکسی رکوائی اور حمید کیلئے پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔ پھر حمید کے بیٹھ جانے پر خود ڈرائیور کے برابر جا بیٹھا۔

ٹیکسی چل پڑی۔ حمید اس وقت صرف فریدی کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس نے اکثر سوچا تھا کہ کبھی نہ کبھی کوئی دھوکے سے اس کے سینے پر خنجر یا گولی بھی اتار سکتا ہے۔ اکثر ایسا ہوا بھی تھا۔ فریدی پر دھوکے سے حملے ہوئے تھے۔ لیکن وہ عموماً بچ ہی جاتا تھا۔ ستارے اچھے تھے۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ ایسے ان دیکھے حملوں سے بچا ہی رہتا۔

حمید کی الجھن بڑھتی ہی رہی۔ اسے راستے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ یہ بھی فراموش کر بیٹھا تھا کہ وہ ایک ٹیکسی میں سفر کر رہا ہے۔ ہوش تو اس وقت آیا جب ٹیکسی رک گئی اور ٹیکسی شہری آبادی سے باہر ایک ویرانے میں رکی تھی۔

"یہ کہاں لائے....." وہ یک بیک چونک کر بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں ٹیکسی ڈرائیور کا پستول نکل آیا۔

"یہاں ہسپتال ویرانوں میں بنائے جاتے ہیں دوست۔" راہبر مسکرایا۔ "تاکہ مرنے والے چین سے سو سکیں۔ نیچے اتر آؤ۔"

حمید بوکھلا گیا.....؟ تو یہ دھوکا تھا۔ وہ چپ چاپ نیچے اتر آیا۔ کیونکہ خالی ہاتھ تھا۔ عافیت اس میں نظر آئی کہ صرف موقع کا منتظر رہے۔

"اب ادھر تشریف لے چلئے حضور والا۔" راہبر نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "چار ڈالر تو میں آپ سے وصول ہی کرلوں گا۔"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ نشیب میں اترنے لگے..... نیچے حمید کو سرخ کھپریلوں والی ایک بڑی عمارت نظر آئی جس کے چاروں طرف ایک بے ترتیب سا باغ تھا۔

قریب پہنچنے پر ایک سائن بورڈ نظر آیا۔ جس پر تحریر تھا۔ "چین شن محتاج خانہ۔"

اگر یہ محتاج خانہ کسی چینی کے نام پر نہ ہوتا تب بھی حمید کے ذہن میں اس واقعے کے سلسلے میں اسی چینی کا وجود ضرور ابھرتا جس نے میڈرڈ میں قاسم پر ہاتھ صاف کیا تھا۔

وہ عمارت میں داخل ہوئے اور ایک بڑے کمرے میں حمید کو تن لین نظر آیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک قہر آلود سی مسکراہٹ تھی۔

''بہت چالاک ہو تم لوگ۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔'' اسی طرح فریدی بھی آئے گا۔ مطمئن رہو۔ تن لین کی نظروں میں چینیوں کا قتل عام بھی ہے۔"

"تم بالکل گدھے ہو۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔ "اگر فریدی کے متعلق ایسا سوچ رہے ہو اور چینیوں کے قتل عام کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔ یہ ڈان میگاٹرے کی ضد تھی۔"

"اس ولد الحرام سے بھی سمجھوں گا مگر اس قصے کے بعد۔ اب تم فریدی کو یہاں سے ایک خط لکھو کہ تم ایک کار سے ٹکرا کر بُری طرح زخمی ہوگئے ہو اور ایک شریف آدمی اپنے گھر

تمہاری دیکھ بھال کر رہا ہے۔ شریف آدمی کا چھوٹا بھائی یہ خط لا رہا ہے اسی کے ساتھ چلے آؤ۔"

"لاؤ لکھ دوں۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "ایک سے دو بھلے۔ ورنہ یہاں تنہائی میں..... میں بہت اداس رہوں گا۔"

"بیٹھ جاؤ.....!" تن لین نے لکھنے کی میز کی طرف اشارہ کیا۔ حمید میز کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ یہ ایک بہترین موقع ہاتھ آیا تھا۔ اس طرح وہ فریدی کو بہ آسانی آگاہ کر سکتا تھا کہ وہ کسی مصیبت میں پڑ گیا ہے۔ بس خط میں اسے بعض حروف بخط جلی لکھنے پڑتے اور فریدی ہوشیار ہو جاتا۔ لیکن یہ ایک مشکل کام تھا۔ مضمون میں ان حروف کا شامل کرنا محنت طلب تھا۔ لیکن وہ خط لکھنے میں اتنی دیر نہیں لگانا چاہتا تھا جس سے تن لین کو کسی قسم کا شبہ ہو۔ بہر حال اس نے تن لین کا مافی الضمیر اپنے الفاظ میں لکھ دیا اور ان حروف کو بخط جلی لکھا جن کے امتزاج سے لفظ "خطرہ" بنتا تھا۔

خط ختم کر کے اس نے اسے تن لین کی طرف بڑھا دیا..... تن لین تھوڑی دیر تک خط دیکھتا رہا پھر وسطی میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔

ایک مقامی آدمی کمرے میں داخل ہوا..... تن لین نے اسے خط دے کر سمجھایا کہ وہ وائیلڈ کیٹس میں فریدی کا انتظار کرے اور خط اسی کے ہاتھ میں دے..... اس کے بعد اس نے کسی آدمی کا نام لے کر کہا کہ اسے بقیہ باتیں اس سے معلوم ہو جائیں گی۔

وہ چلا گیا..... پھر تن لین مسکراتا ہوا حمید کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا حمید پوچھ بیٹھا۔ "موٹا کہاں ہے..... جسے تم لوگ میڈرڈ سے لائے ہو۔"

"اوہ.....وہ.....!" تن لین ہنسنے لگا۔ "چلو میں تمہیں اس کا حشر دکھاؤں۔"

وہ حمید کو اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں لایا۔ ان کے پیچھے دو آدمی ریوالور تانے ہوئے چل رہے تھے۔

حمید نے قاسم کو دیکھا جو زمین پر دوزانو بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر صرف پتلون تھی اور دونوں ہاتھ فرش پر ٹکے ہوئے تھے اور ایک چینی اس پر ڈنڈے برسا رہا تھا۔ حمید کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ دونوں ہاتھ آزاد ہونے کے باوجود بھی قاسم اس طرح پٹ رہا ہے۔

اس پر ڈنڈے پڑ رہے تھے اور وہ بھرائی آواز میں کہہ رہا تھا۔ "ابے اور زور سے۔ کھانے کو

نہیں ملتا کیا سالے۔"

"آخر اس بیچارے نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اس کی یادداشت واپس لائی جارہی ہے۔ اب یہاں ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے کہ یہ ہوش میں آنے کے بعد غل غپاڑہ مچائے گا۔"

"مگر یہ اتنی آسانی سے پٹ کیوں رہا ہے.... یہ ایسا نیک آدمی تو نہیں ہے۔"

"یادداشت واپس لانے کے لئے ضروری ہے کہ اسے ذہنی طور پر قطعی بے کار کردیا جائے.. یہ ہوش میں نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ اسے ہوش آئے گا اور پھر تکلیف کا احساس بھی ہونے لگے گا.... کہو تو تمہارے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے۔"

"تمہاری مرضی! ویسے پہلے میری شادی ہوجانے دیتے تو بہتر تھا۔ مگر یارو تم لوگ پرلے سرے کے بزدل ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے یہ دونوں آدمی اپنے ریوالور رکھ دیں پھر میں تمہیں دکھاؤں کہ یادداشت کیسے واپس آتی ہے۔ اگر چھٹی کا دودھ نہ یاد آجائے تو میرا ذمہ۔"

"میں بزدل ہی سہی۔" تن لین اپنے مخصوص مکارانہ انداز میں مسکرایا۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔ ضرور جانتے ہو ورنہ نیویارک کا رخ کبھی نہ کرتے۔"

دفعتاً حمید نے قاسم کو اٹھتے دیکھا اور وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ قاسم سیدھا کھڑا ہوگیا تھا۔ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا پھر ان کی طرف مڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے وہ کسی پرندے کی طرح اڑنے کے لئے پر تول رہا ہو۔

اس کی آنکھیں اندھوں کی آنکھوں کی طرح ویران تھیں اور وہ خلاء میں گھور رہا تھا۔ شیو اتنا بڑھ گیا تھا کہ چھوٹی سی ڈاڑھی کا گمان ہوتا تھا۔

وہ اسی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھا.... تن لین سامنے سے ہٹ گیا تھا اور حمید کو بھی یہی رائے دی۔ قاسم چل رہا تھا۔ لیکن اس کے چہرے سے نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اسے اپنے متحرک ہونے کا احساس ہو۔ وہ تو پتھر کا کوئی ایسا بت معلوم ہورہا تھا جو کسی مشینی عمل کی وجہ سے متحرک ہوگیا ہو۔

وہ چلتا ہوا سامنے کی دیوار سے جا ٹکرایا اور پھر ان کی طرف مڑا۔

"یہ کیا کررہا ہے۔" حمید نے تن لین سے پوچھا۔

"ورزش....!" تن لین مسکرایا۔ حمید نے بلند آواز میں پوچھا تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ قاسم پر اس کی آواز کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بدستور سپاٹ اور بیجان نظر آتا رہا۔

تن لین نے حمید کو گھورتے ہوئے کہا۔ "بس اب یہ کچھ دیر بعد سفر کے قابل ہوجائے گا.... اور تم.... یہاں قید رہو گے۔ حتیٰ کہ یہیں مر کر سڑ گل جاؤ گے۔"

"کیا مطلب....!"

"یہ ایک ویران محتاج خانہ ہے۔ کئی سال سے ویران پڑا ہے اور ہمارے بعد پھر ویران پڑا رہے گا۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور تم دونوں یہیں رہو گے۔ اُسی صورت میں ہم چین سے سفر کرسکیں گے۔"

حمید اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔

نیلی قمیض والا

غار کے تنگ دہانے سے نکل کر وہ ڈھلوان راستے پر آگئے۔ صفدر نے دونوں جانب نظر دوڑائی۔ اونچی اونچی چٹانیں دور تک دیواروں کی طرح کھڑی ہوئی تھیں۔

"کیا ادھر وہ لوگ نہیں ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"شاید نہیں ہیں۔ یار صفدر میں نے ایسے پرندے آج تک نہیں دیکھے تھے جو گھوڑوں پر سواری کرتے ہوں اور جنہیں شکار کرنے کے لئے ٹامی گنیں استعمال کی جاتی ہوں۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ اسے یقین تھا کہ عمران کے ذہن میں کوئی نہ کوئی اسکیم ضرور ہوگی۔ وہ اس کے ساتھ ڈھلوان راستے پر چلتا رہا۔

دفعتاً عمران نے مڑ کر کہا۔ "میرے خیال سے تیز چلو۔ جب ان کا میگزین ختم ہوجائے گا تو وہ بھی ادھر ہی کا رخ کریں گے اور پرندے ان کے پیچھے ہوں گے۔ ڈرو اس وقت سے۔"

صفدر عمران کے پیچھے دوڑنے لگا۔ پھر وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے چڑھائی شروع ہوئی تھی۔

"یار.... صفدر....!" عمران نے رک کر کہا۔ "میں سوچتا ہوں یہ لوگ مفت میں مارے جائیں گے.... آؤ ذرا اوپر چڑھ کر دیکھیں کہ وہ پرندے کس طرف ہیں۔ پھر ان لوگوں کے لئے

بھی کچھ کیا جائے۔"

وہ اوپر چڑھنے لگے۔ دوسری طرف دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہاں بھی چٹانیں اتنی اونچی تو تھیں ہی کہ وہ جھک کر ان کی اوٹ میں ہو سکیں۔

عمران کی رفتار بہت تیز تھی اور وہ بالکل پہاڑی لنگور معلوم ہو رہا تھا۔ وہ صفدر کو بہت پیچھے چھوڑ گیا۔ صفدر ابھی راستے ہی میں تھا کہ عمران تیزی سے پلٹ پڑا۔

"آہا.... یہاں اوپر سے تو ان کا فاصلہ تقریباً میل ڈیڑھ میل معلوم ہوتا ہے اور اب وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فائروں کی آوازیں بھی نہیں آ رہیں۔ شاید میگزین ختم ہو گیا۔ چلو اوپر چلو.... اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

وہ پھر چڑھائی چڑھنے لگے۔ اوپر پہنچ کر جھکے ہی جھکے عمران نے چاروں طرف دیکھا اور پھر بائیں جانب والے نشیب میں اتر گیا۔ صفدر کے قدم بھی تیزی سے اٹھ رہے تھے۔

کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر اوپر چڑھے اور عمران نے سر ابھار کر دوسری طرف دیکھا اور جلدی ہی سے دوبارہ جھکتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "ارے۔ وہ تو چوہوں کی طرح پکڑ لئے گئے ہیں۔"

"پھر اب کیا ہو گا۔"

"پتہ نہیں کیا ہو گا۔ اوبران نے فائرنگ شروع کر کے سخت غلطی کی تھی۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ان لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے تو اسے کبھی فائرنگ نہ کرنے دیتا۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے کوئی زخمی تک نہیں ہوا۔"

"اندازاً کیا تعداد ہو گی ان کی۔"

"ڈیڑھ سو سے کم نہیں ہو سکتی۔"

صفدر سناٹے میں آ گیا.... اس نے ریڈ انڈین لوگوں کے آتشی اور زہریلے تیروں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔

صفدر بھی دوسری طرف جھانکنے لگا۔ یقیناً ان لوگوں کی تعداد ڈیڑھ سو تک ضرور رہی ہو گی۔ ان میں صرف ایک ہی آدمی ایسا تھا جس نے اپنا پورا جسم ڈھانک رکھا تھا اور اس کے سر پر بہت بڑے بڑے پروں کی ٹوپی تھی۔ بقیہ لوگ اوپری دھڑ سے ننگے تھے اور ان کی بڑی بڑی چوٹیاں سینوں پر دونوں جانب لٹک رہی تھیں.... چہروں پر کھریا سے سفید لکیریں کھینچ رکھی

تھیں۔ بعض لوگوں کے سینوں اور پیٹ پر بھی ایسی ہی لکیریں نظر آ رہی تھیں۔

انہوں نے اوبران اور اس کے ساتھیوں کو غار سے باہر نکال لیا تھا۔

"آہا....!" عمران بڑبڑایا۔ "ان میں اوبران کے ساتھیوں کے علاوہ ایک مہذب آدمی اور بھی ہے.... وہ نیلی قمیض والا.... اوبران کے ساتھیوں میں سے کسی کے جسم پر نیلی قمیض نہیں تھی۔"

"اوہ.... وہ جو پروں کی ٹوپی والے کے قریب کھڑا ہے۔" صفدر بولا۔

عمران پھر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ چٹانوں کی دوسری جانب سے وہ لوگ چھ گھوڑے لائے اور اوبران وغیرہ کو ان کی پشت پر باندھا جانے لگا.... اس سلسلے میں کیلی کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں کی گئی۔ اسے بھی اسی طرح گھوڑے کی پشت پر باندھ دیا گیا۔

پھر وہ گھوڑوں کو ایک جانب ہانکنے لگے۔ وہ کچھ گا رہے تھے یا یونہی حلق پھاڑ رہے تھے۔ صفدر کی سمجھ میں نہ آ سکا۔

"یہ بہت بُرا ہو رہا ہے.... عمران صاحب کچھ کیجئے۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"فی الحال میں صبر کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ویسے تمہارے پاس کتنے راؤنڈ ہوں گے۔"

"بمشکل تیس...." صفدر نے جواب دیا۔

"بس ختم کرو.... کچھ کرنے کے متعلق سوچنا ہی فضول ہے۔"

"پتہ نہیں ان بیچاروں کا کیا حشر ہو۔"

"جو کچھ بھی ہوتا یہیں ہو جاتا۔ آخر یہ انہیں لاد کر لے جانے کی زحمت کیوں مول لے رہے ہیں۔ آہا وہ دیکھو۔ وہ نیلی قمیض والا ان لوگوں کے ساتھ نہیں گیا۔"

نیلی قمیض والا جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ پھر غار کی طرف بڑھا۔

"چلو.... تم اس طرف کے راستے پر نظر رکھو۔" عمران نے صفدر سے کہا اور صفدر غار کے پچھلے دہانے والے ڈھلوان راستے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

کچھ دیر تک وہ یونہی خاموش کھڑے رہے.... پھر صفدر آہستہ سے بولا۔ "وہ.... وہ ادھر ہی آ رہا ہے.... کیا اسے ہم لوگوں کی تلاش ہے۔"

"بس تم چپ چاپ یہیں کھڑے رہو۔ میں اسے سنبھالتا ہوں۔" عمران نے کہا اور پیچھے ہٹ کر اسی جانب بڑھنے لگا جہاں ڈھلوان راستے کا اختتام ہوا تھا اور چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔

پھر صفدر نے اسے ایک جگہ دبکتے دیکھا۔ اس وقت اس کی ساری حرکتیں بندروں کی سی معلوم ہو رہی تھیں۔

جیسے ہی نیلی قمیض والا راستے کے اختتام پر پہنچا یک بیک عمران نے اس پر چھلانگ لگادی۔ نیلی قمیض والا بے خبر تھا اس لئے اس کے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکلی۔ دونوں گتھے ہوئے نیچے چلے گئے۔

اب صفدر بھی اسی طرف دوڑ رہا تھا۔ یہ آدمی بھی سفید فام ہی تھا۔ اچھے جسم والا تھا۔ لیکن چونکہ حملہ بے خبری میں ہوا تھا اس لئے اسے سنبھلنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ ورنہ وہ آسانی سے زیر ہو جانے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

جب عمران تقریباً اسے بے دم کر چکا تو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ نیلی قمیض والے میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ زمین سے اٹھ سکے۔

صفدر نے اس کی جیبیں ٹٹول کر ایک ریوالور اور کچھ راؤنڈ برآمد کئے۔

پھر عمران نے اسے گریبان سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری وہ آرزو بھی پوری کی جائے گی جس کے لئے تم یہاں رک گئے تھے۔“ وہ اسے غار کے دہانے کی طرف دھکیلنے لگا۔

اس طرح وہ دونوں اسے غار میں لائے اور عمران نے اسے زمین پر دھکیل دیا۔

”تم ہیلی کوپٹر کے لئے یہاں رکے تھے۔“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیوں....؟ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں تم نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کی گمشدگی کی اطلاع ہیڈ کوارٹر تک پہنچے۔“

”اگر میں دو گھنٹے تک واپس نہ گیا تو انڈین ان لوگوں کو مار ڈالیں گے۔“ نیلی قمیض والے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم بکواس کر رہے ہو۔ ابھی ہیلی کوپٹر کے آنے میں تین گھنٹے کی دیر ہے۔ اس سے پہلے تم کیسے واپس جا سکتے ہو۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

”مجھے صرف تم دونوں کی تلاش تھی۔“ اس نے کہا۔

”تم یہ بھی غلط کہہ رہے ہو۔ تمہاری کیا حقیقت ہے کہ اکیلے ہم سے نپٹ سکو۔ اگر ہمارے لئے رکے ہوتے تو کچھ انڈین بھی تمہارے ساتھ ہوتے.... اچھی بات ہے! تم انہیں دو گھنٹے بعد مر جانے دو گے۔“

نیلی قمیض والا کچھ نہ بولا۔ ویسے صفدر اس کی آنکھوں میں گہرے تفکر کے آثار دیکھ رہا تھا۔

”انڈین لوگوں میں تمہارے کتنے آدمی ہیں۔“

”میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ اس لئے خواہ مخواہ اپنا وقت نہ برباد کرو۔“ نیلی قمیض والے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تمہاری کھیاں بھی جواب دیں گی۔“ صفدر آنکھیں نکال کر بولا۔

نیلی قمیض والا خاموش ہی رہا۔

”کیا تمہیں علم ہے کہ ہم نے مارشل اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں میں جانتا ہوں۔“

”تو تم نے انتقاماً یہ کاروائی کی تھی۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔“ نیلی قمیض والے کا لہجہ بہت تلخ تھا۔

”کیا تم بھی پچھلی رات یہاں تھے۔“

”ہاں.... تھا اور اس وقت یہاں سے گیا تھا جب تمہارے کسی آدمی نے مارشل کو ختم کر دیا تھا۔“

”تو تم نے رات کو ہی ہم لوگوں پر حملہ کیوں نہیں کرایا۔“

”مجھے علم تھا کہ تم لوگ ہیلی کوپٹر کے آئے بغیر واپس نہیں جا سکو گے۔ اس لئے اندھیرے میں ٹھوکریں کھانا فضول ہی تھا۔“

”آخر اس قسم کے سوالات سے کیا فائدہ....“ صفدر اردو میں بڑبڑایا۔

”آہا.... کیا واقعی تمہیں فائدہ نہیں سجھائی دیا....؟“

”نہیں.... مجھے تو اس میں کوئی بھی کام کی بات نظر نہیں آتی۔“

”میں نے اس سے یہ معلوم کر لیا ہے کہ انڈینوں کی بستی یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں ہے۔“

”یہ کس بات سے ظاہر ہوتا ہے۔“

”اس بات سے کہ انہوں نے رات کی بجائے دن ہی کو حملہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ اندھیرے میں ٹھوکریں نہیں کھانا چاہتے تھے۔ اگر دوری کا معاملہ ہوتا تو وہ اندھیرے کی بجائے اسی دشواری کا حوالہ دیتا۔“

”تم لوگ بہت بڑی غلطی کر رہے ہو۔“ دفعتاً نیلی قمیض والا بولا۔

"کیوں....؟" عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"خواہ مخواہ.... ان کتوں کے لئے اپنی زندگیاں خطرے میں نہ ڈالو۔ یہ تم سے خلوص نہیں رکھتے۔ ایک وقتی غرض ہے جس کی بناء پر یہ مشرق کے دوست کہلاتے ہیں۔"

"خصوصیت سے کس ملک کی بات کر رہے ہو؟" عمران نے پھر اسی انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ "یہاں تو ہم پانچ ملکوں کے نمائندے تھے۔"

"اسی کی بات کر رہا ہوں جو تمہیں خیرات دیتا ہے۔"

"تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔" عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

"ہم لوگ ایک نئی قوم ہیں۔ صدہا قوموں سے مل کر ایک نئی قوم بنی ہے اور عنقریب یہ قوم ساری دنیا پر چھا جائے گی۔"

"جب یہ قوم ساری دنیا پر چھا جائے اس وقت مجھے ضرور اطلاع دینا۔" عمران الوؤں کی طرح دیدے نچا کر بولا۔ "تاکہ میں تمہیں مبارک باد ہی کا تار دے سکوں۔ ویسے کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ زیرولینڈ کہاں ہے۔"

نیلی قمیض والے نے مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے اور عمران مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم اس سوال کا جواب نہیں دو گے۔ خیر صفدر اسے دیکھو۔ میں باہر جا رہا ہوں.... ہیلی کوپٹر کے آنے کا وقت قریب ہے۔"

"زبردست غلطی کر رہے ہو تم...." نیلی قمیض والا بول پڑا۔ "میں پھر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ تمہارا ملک بڑے خسارے میں رہے گا۔"

عمران کوئی جواب دیئے بغیر غار سے نکل گیا۔

صفدر نیلی قمیض والے کو کسی بھوکے درندے کی طرح دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی ہلکی سی جنبش بھی اُسے جھپٹ پڑنے پر مجبور کر دے گی۔

تین کرسیاں

فریدی تنہا واپس نہیں آیا تھا بلکہ اس کے ساتھ ایف۔ بی۔ آئی کا ایک آفیسر جیری کپلنگ

بھی تھا۔ لیکن حمید کو کمرے میں موجود نہ پا کر اسے بڑی حیرت ہوئی۔ وہ کہیں باہر گیا تھا کیونکہ کمرے کا دروازہ مقفل تھا اور کنجی باہر ہک پر لٹکی ہوئی تھی۔

اسے توقع نہیں تھی کہ یہاں بھی حمید اس سے پوچھے بغیر اس قسم کی کوئی حرکت کرے گا اور پھر وہ تو اُسے تاکید کر کے گیا تھا کہ وہ تنہا باہر نہ جائے۔

اس نے جیری سے اس کا تذکرہ کیا۔ لیکن جیری نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ اس نے خیال ظاہر کیا کہ نیویارک میں کسی جوان آدمی کا نچلا بیٹھنا محال ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی لڑکی ہی اسے پھ'! کر باہر لے گئی ہو۔

لیکن فریدی اس سے متفق نہ ہو سکا۔ یہ اور بات ہے کہ اس نے وقتی طور پر جیری کی ہاں میں ہاں ملا دی ہو۔

جیری اس کے نادیدہ دوستوں میں سے تھا۔ دنیا کے ہر گوشے میں اس کے ایسے دوست موجود تھے کیونکہ وہ بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔ جیری سے آج ہی ملاقات ہو گئی تھی اور وہ اس کے ساتھ ہوٹل چلا آیا تھا۔ وہ جیری سے ضرور تا ملا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ تن لین اور اس کے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل ہو سکیں۔ لیکن محکمہ کار خاص کے اندراجات سے یہ ثابت نہ ہو سکا کہ اس درمیان میں تن لین نام کا کوئی چینی نیویارک آیا تھا۔ تن لین کے تذکرے پر اُسے جیری کو بتانا پڑا تھا کہ وہ اس کے ایک دوست کو لے بھاگا ہے.... لیکن اسے بھی قاسم کی دولتمندی ہی کی کہانی سنائی۔ تاریک وادی کے سفر کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس وقت وہ ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔ لیکن فریدی کا ذہن حمید میں الجھا ہوا تھا۔ دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"آجاؤ...!" فریدی نے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں ایک مقامی آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

"کرنل فریدی پلیز....!" اس نے باری باری سے دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں.... کیوں؟ کیا بات ہے....!" فریدی نے اسے نیچے سے اوپر تک دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کے لئے ایک خط ہے جناب۔"

"لائیے....!" فریدی نے ہاتھ بڑھا دیا۔

اس نے کاغذ کی تہہ کھولی اور تحریر پڑھنے لگے۔ پھر یک بیک اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آئے اور اس نے اس سے پوچھا۔ "یہ حادثہ کیسے پیش آیا....؟"

"شاید سڑک پار کرنے میں غلطی ہوگئی تھی۔"

"اوہ.... اچھا.... آپ براہِ کرم ڈائننگ ہال میں میرا انتظار کیجئے۔ میں کپڑے تبدیل کر کے آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

"بہت بہتر....!"

وہ آدمی کمرے سے نکل گیا۔ جیری استفہامیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیپٹن حمید کسی مصیبت میں پڑ گیا ہے۔" فریدی نے جیری سے کہا۔

"کیوں....؟ کس طرح۔"

فریدی نے خط اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس سے یہ خط زبردستی لکھوایا گیا ہے۔ لیکن لکھوانے والے اس سے بے خبر تھے کہ وہ اس خط کے ذریعے مجھے اپنی صحیح پوزیشن سے آگاہ کر دے گا۔"

جیری نے خط پڑھ کر کہا۔ "اس میں اس حادثے کی اطلاع کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی نے یہ خط لکھوایا ہے تو اچھی طرح اطمینان کئے بغیر اسے تمہارے پاس نہ آنے دیا ہوگا۔"

"اس نے وہی لکھا ہے جو کچھ انہوں نے لکھوایا ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس میں ایک خفیہ پیغام موجود ہے جس پر اُن کی نگاہ نہیں پڑ سکی۔ ورنہ کم از کم یہ خط تو مجھ تک نہ پہنچ سکتا۔"

"بھئی مجھے تو کوئی ایسی چیز نہیں نظر آئی۔"

"اس میں ایسے حروف تلاش کرو جو دوسروں کی نسبت زیادہ واضح اور جلی ہیں اور پھر انہیں سلسلے سے ترتیب دے لو....!"

جیری تحریر کو بغور دیکھتا ہوا جلی حروف کو بلند آواز سے دہرانے لگا۔ "ڈی....اے.... این....جی....ای....آر....اوہ....ڈینجر....!"

پھر وہ متحیرانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہ.... یہ تمہارا اسسٹنٹ بھی بہت چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"اب.... بتاؤ کہ تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارا تعاقب کروں گا۔ ضرورت سمجھی تو کچھ اور آدمیوں کو بھی بلا لوں گا۔ میری کار میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ میں اس کے ذریعے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کر سکوں گا۔"

"مگر تمہاری گاڑی پولیس کار ساخت کی ہے.... اس سے کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔ اگر یہ تن لین کے گروہ کی ہی حرکت ہے تو اس وقت بھی اس کے آدمی میرے گرد بکھرے ہوئے ہوں گے۔"

"پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں۔"

"تم کوئی ٹیکسی لے لو۔"

"مگر اس طرح میں اپنے آدمیوں سے رابطہ قائم نہ کر سکوں گا۔"

"ضرورت بھی کیا ہے۔" فریدی مسکرایا۔ "میں یوں بھی زیادہ بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا۔"

"اگر زیادہ آدمیوں کی ضرورت پیش آئی تو۔"

"ممکن ہے ایسا بھی ہو۔ لیکن میں ان کے نکل بھاگنے کا رسک نہیں لے سکتا۔"

جیری چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "اچھا یونہی سہی۔ میں نے سنا ہے کہ تم تنہا ہی کام کرنے کے عادی ہو۔"

فریدی کی تجویز کے مطابق اسے یہیں سے اس کا تعاقب کرنا تھا۔ فریدی تنہا ہی ڈائننگ ہال میں آیا.... وہ آدمی موجود تھا۔ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجہ میں اس سے کہا۔ "چلئے.... جناب چلئے...." اور پھر وہ دونوں ہی تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

"کیا میں ٹیکسی کرالوں یا آپ کی اپنی گاڑی۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"جی نہیں.... ٹیکسی ہی کرنی پڑے گی۔" اس نے کہا اور اس کی طرف جھپٹا جہاں ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ فریدی کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی اور اس کی آنکھوں سے اطمینان جھانک رہا تھا۔

ایک ٹیکسی کے قریب رک کر اس آدمی نے فریدی کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

چلتے وقت فریدی کے انداز سے پھر اضطراب ظاہر ہونے لگا.... دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور ٹیکسی چل پڑی۔

"ہمیں کتنی دور جانا ہوگا۔" فریدی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کچھ دور تو جانا ہی ہوگا جناب۔ ہم لوگ اتنے دولت مند نہیں ہیں کہ شہر میں رہ سکیں۔ میرے بڑے بھائی پاوری ہیں۔ بہت بڑا کنبہ ہے۔ میں بھی بیکار ہوں۔ جتنی آمدنی ہے اس میں مشکل ہی سے گزر ہوتا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتنی گھٹیا قسم کی چالیں ہیں۔ اگر یہ تن لین ہی کا آدمی ہے تو تن لین اتنا ذہین ہرگز نہیں ہو سکتا جتنا سنگ ہی تھا۔

ٹیکسی راستہ طے کر رہی تھی۔ فریدی نے اس سے پھر کچھ نہیں پوچھا۔

البتہ اس کے چہرے سے بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ حقیقتاً پریشان تھا یا وہ صرف ایکٹنگ تھی۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک ویرانے میں رکی اور فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور اس کی طرف مڑا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

"چپ چاپ نیچے اتر جاؤ...!" اس نے کہا۔

"ہائیں.... کک.... کیا.... مطلب۔" فریدی ہکلایا۔

"چلو.... جلدی کرو۔"

دوسرا آدمی پہلے ہی اتر گیا تھا۔ فریدی بھی اتر آیا۔ اس کے چہرے پر خوف ظاہر ہونے لگا تھا۔

"اب ادھر چلو....!" ٹیکسی ڈرائیور نے ریوالور والے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔

فریدی چپ چاپ چلنے لگا۔ دوسرا آدمی اس سے آگے تھا اور ٹیکسی ڈرائیور اس کے پیچھے ریوالور تانے ہوئے چل رہا تھا۔

پھر جیسے ہی وہ نشیب میں اترنے لگے فریدی کو ایک عمارت نظر آئی اور اب اس کا اندازہ کر لینا مشکل نہ تھا کہ منزل یہی ہے۔

اچانک وہ بڑی تیزی سے مڑا اور ٹیکسی ڈرائیور پر ہاتھ ڈال دیا۔ ٹیکسی ڈرائیور جو اس غیر متوقع حملے سے بوکھلا گیا تھا سنبھل نہ سکا۔ دوسرے ہی لمحہ میں فریدی نے اسے پیٹھ پر لاد کر دوسرے آدمی پر اچھال دیا.... دونوں گرے اور تھوڑی دور تک نشیب میں لڑھکتے چلے گئے۔ ان کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ رہا تھا۔

فریدی نے ریوالور کا رخ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ "اب چپ چاپ کھڑے ہو جاؤ۔"

وہ لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں جیری کی ٹیکسی بھی اوپر سڑک پر رکی اور وہ نیچے اتر کر سیدھا اسی طرف دوڑتا چلا آیا۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "ابھی تک سب کچھ میری خواہش کے مطابق ہی ہوا ہے۔ اب تم انہیں یہاں سنبھالو۔ میں عمارت کے اندر جا رہا ہوں۔"

"اوہ.... یہ عمارت...." جیری کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ تو ایک چینی کا قائم کردہ محتاج خانہ ہے۔ یہاں کسی زمانے میں اپاہج چینیوں کو رکھا جاتا تھا۔ ارے.... تم نے کسی چینی کا ذکر کیا تھا۔"

"ہاں.... یہ تن لین ہی کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ تم انہیں دیکھو۔"

"تنہا اندر جاؤ گے۔" جیری نے حیرت سے کہا۔

"فکر مت کرو۔"

جیری نے اپنا ریوالور نکال لیا اور ان دونوں کو گھورتا ہوا بولا۔ "تم دونوں کے چہرے میرے لئے نئے ہیں۔"

وہ دونوں غصیلی نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ جیری ڈپٹ کر بولا۔

"ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نہ نکلے.... کیا تم نے جیری کپلنگ کا نام نہیں سنا۔"

یک بیک ان دونوں کے چہرے تاریک ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔

فریدی تیزی سے نشیب میں اتر رہا تھا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا۔ لیکن صدر دروازہ مقفل نظر آ رہا تھا۔ اس نے باری باری سے ہر دروازے کو دھکا دیا لیکن کسی میں بھی جنبش نہ ہوئی۔

پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف پہنچنے کے لئے تیزی سے چلنے لگا۔ جنوبی پہلو سے گزرتا ہوا وہ نشیب پر آیا لیکن یہاں بھی اسے کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جس سے وہ باآسانی اندر پہنچ سکتا۔ پھر وہ شمالی پہلو کی طرف مڑا اور تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد اس کے قدم رک گئے۔ ایک کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے ہوئے نظر آئے.... کھڑکی میں سلاخیں بھی نہیں تھیں۔ فریدی کو اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ اسے اُس کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا پڑا۔

کھڑکی زمین سے بمشکل تین فٹ اونچی رہی ہوگی۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کی پیشانی پر

سلوٹیں سی نظر آئیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کھڑکی سے اندر داخل ہو رہا تھا۔ دوسری طرف کا دروازہ بھی کھلا ہوا نظر آیا۔ لیکن وہ جیسے ہی دروازے کی طرف بڑھا اُسے حمید کی آواز سنائی دی۔ "کرنل.... کرنل۔" وہ چیخ رہا تھا۔ "آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہریئے۔"

فریدی ایک جھٹکے کے ساتھ رک گیا۔ حمید برابر چیخ چیخ کر اسی ایک جملے کی تکرار کیے جا رہا تھا۔ فریدی نے مڑ کر اپنی پشت والی کھڑکی کی طرف دیکھا اور پھر بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اسے بند کرنے کے بعد بولٹ کر دیا۔

اب وہ دروازے کی جانب آیا اور کھلے ہوئے پٹ کی آڑ لیتا ہوا چیخا۔

"تم کہاں ہو.... میں آگیا ہوں۔"

ساتھ ہی اس نے ریوالور نکال لیا تھا۔

"جس کمرے میں تین کرسیاں ہوں اس میں ہرگز نہ جایئے گا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یہاں کتنے آدمی ہیں۔" فریدی نے چیخ کر پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں عمارت خالی ہے۔" جواب ملا۔

فریدی سوچنے لگا۔ کہیں یہ بھی دھوکا نہ ہو۔ جس طرح وہ اس سے خط لکھوا سکتے ہیں اُس طرح اس کی گردن پر خنجر رکھ کر چیخنے پر بھی مجبور کر سکتے ہیں۔

دفعتاً اس نے اس جگہ کھڑے کھڑے اس طرح زمین پر پاؤں مارنے شروع کر دیئے جیسے دوڑ رہا ہو۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے کسی قسم کی آواز نہیں سنی۔ پھر اس نے دروازے سے جھانک کر دیکھا۔ دوسرا کمرہ بھی سنسان پڑا تھا۔ دوسرے کمرے میں پہنچ کر اس نے اس کمرے کا بھی دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا جس سے آیا تھا۔ اب وہ بہت احتیاط سے اسی جانب جا رہا تھا جدھر سے حمید کی آواز آتی رہی تھی۔

ذرا ہی سی دیر بعد اُسے یقین ہو گیا کہ عمارت خالی پڑی ہے۔ وہ ایک ایسے کمرے کے سامنے سے بھی گزرا جس کی ساری کھڑکیاں اور سارے دروازے کھلے ہوئے تھے اور وسط میں تین کرسیاں پڑی تھیں، ان کرسیوں کے علاوہ اور کسی قسم کا سامان وہاں نہیں تھا۔ فریدی نے وہیں کھڑے ہو کر حمید کو آواز دی۔

"میں یہاں ہوں۔" قریب ہی سے حمید کی آواز آئی۔

"جس کمرے سے آواز آئی تھی اس کا دروازہ بند تھا۔ فریدی اس کی جانب بڑھا۔ دروازہ مقفل تھا.... اور قفل بھی مضبوط معلوم ہوتا تھا۔"

"حمید کیا تم یہاں ہو؟" اس نے دروازہ پر ہاتھ مار کر کہا۔

"جی ہاں....!" اندر سے آواز آئی۔

"اچھا ٹھہرو.... میں کوئی ایسی چیز تلاش کرتا ہوں جس سے قفل کھولا جا سکے۔"

"کیا دروازہ مقفل ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"ہاں....!"

"خدا ان شیطانوں کو غارت کرے۔"

فریدی چل پڑا۔ وہ باہر کی طرف کھلنے والے کسی دروازے کی تلاش میں تھا۔ اس میں دیر نہیں لگی۔ وہ اندر سے دروازہ کھول کر عمارت کے سامنے والے حصے میں آگیا۔ یہاں سے چڑھائی پر جیری وغیرہ نظر آرہے تھے۔ فریدی نے اُسے آواز دی۔ "جیری دوست آجاؤ.... ان دونوں کو بھی لاؤ۔"

پھر اس نے انہیں نیچے اترتے دیکھا۔ وہ دونوں آگے تھے اور جیری ان کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے چل رہا تھا۔

وہ قریب آگئے۔ فریدی نے کہا۔ "عمارت خالی ہے۔" "کیپٹن حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

دونوں آدمی متحیر نظر آنے لگے اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"انہیں اندر لے چلو...." فریدی نے کہا اور پھر اندر چلا گیا۔ "وہ لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے.... وہ انہیں اسی راہداری میں لایا جس کے کمرے میں حمید بند تھا۔"

"کیوں دوستو؟ ہم لوگ اسی کمرے میں بیٹھیں نا۔" فریدی نے اس کمرے کی طرف اشارہ کر کے دونوں سے پوچھا جس کے وسط میں تین کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

"ہاں.... آں....!" وہ آدمی بھرائی ہوئی آواز میں بولا جو حمید کا خط لے گیا تھا۔

"تو چلو.... اندر بیٹھ جاؤ۔"

وہ دونوں ہچکچائے۔

"جاؤ....!" فریدی غرایا۔ "ورنہ گولی مار دوں گا۔"

وہ چپ چاپ کمرے میں داخل ہوگئے اور فریدی نے پھر کہا۔ "کرسیوں پر بیٹھ جاؤ۔"

وہ کرسیوں کی طرف بڑھے.... لیکن جیسے ہی ان کے قریب پہنچے اوپر سے لوہے کا ایک کٹہرا بجلی کی سرعت سے ان پر گرا اور وہ اس میں بند ہو کر رہ گئے۔ کٹہرا چاروں طرف سے کرسیوں کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ وہ دونوں چیخنے لگے.... جیری کبھی حیرت سے کٹہرے کی طرف دیکھتا تھا.... اور کبھی فریدی کی طرف.... وہ دونوں اب ان چینیوں کو گالیاں دینے لگے تھے جن کے لئے کام کرتے رہے تھے۔

"یہ کیا قصہ ہے....!" جیری بڑبڑایا۔

"اوہ.... سب سے پہلے کیپٹن حمید کو نکالنا ہے۔"

"وہ کہاں ہے۔"

فریدی نے مقفل دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

اور پھر کچھ دیر بعد وہ اس کمرے کا قفل کھولنے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن اس کمرے میں بھی حمید کے گرد ویسا ہی کٹہرہ نظر آیا جیسا تین کرسیوں والے کمرے میں تھا.... فرش سے چھت تک لوہے کی جالدار دیواریں سی کھڑی تھیں۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اسے زمین سے اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس میں جنبش تک نہ ہوئی۔

"یہ چھت سے گرا تھا۔" حمید نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اوپر ہی اس کے اٹھانے کا کوئی ذریعہ بھی موجود ہو۔ تن لین ہمیں یہاں سے لے جانا چاہتا تھا۔ وہ قاسم کو لے کر نکل گیا تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ ہمیں سسکا سسکا کر مارے گا۔ اس لئے اس نے یہ چال چلی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ہم یہاں چیخ چیخ کر مر جائیں گے لیکن ہماری آواز باہر نہیں جاسکے گی۔"

"اچھا کچھ دیر اور ٹھہرو.... ہم چھت پر جارہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

دو لڑاکے

کیلی گراہم بہت زیادہ پریشان نظر آرہی تھی۔ لیکن ہنٹر اسے راستے بھر تسلیاں دیتا آیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ یہ لوگ قتل کر ڈالنے کی نیت نہیں رکھتے اگر یہی کرنا ہوتا تو اپنے ساتھ کیوں

لاتے۔ غالباً وہ کوئی بڑی رقم وصول کرنے کے چکر میں ہیں۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ ایک ایسی بستی میں پہنچے تھے جس کے گرد لکڑی کے لٹھوں کی چہار دیواری تھی اور یہ بستی لاتعداد چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی۔ انہیں ایک ایسی جھونپڑی میں ڈال دیا گیا جس میں صرف چھت ہی چھت لکڑی کے چند لٹھوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ دیواریں نہیں تھیں۔ ان کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے تھے۔

اوبران نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ "دوستو! میں ان کی زبان سمجھتا ہوں اور بول بھی سکتا ہوں۔ ان کی آپس کی گفتگو سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ ہمیں بہت مالدار سمجھتے ہیں اور انہیں توقع ہے کہ ہمارے اعزہ انہیں بھاری رقم ادا کر کے ہمیں چھڑانے کی کوشش کریں گے.... وہ نیلی قمیض والا مارشل کے ساتھیوں میں سے معلوم ہوتا تھا۔ شاید پچھلی رات اس نے اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر یہ منتقمانہ کاروائی کی ہو۔ اس نے ہی انہیں یہ بات سمجھائی ہوگی کہ ہماری گرفتاری ان کے لئے منفعت بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ آہا ٹھیک یاد آیا.... ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ شاید یہ لوگ سونے کی تلاش میں آئے ہیں۔"

"مگر وہ نیلی قمیض والا یہاں نہیں دکھائی دیا۔" کرامویل نے کہا۔

"وہ وہیں رہ گیا تھا.... شاید اسے عمران اور صفدر کی تلاش تھی۔"

"بڑے چالاک نکلے وہ دونوں....!" کیلی نے کہا۔

"وہ یقیناً چالاک ہیں۔ مشرق ہم سے کمتر نہیں ہے۔ بلکہ اسے آگے بڑھنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ صدیوں سے سفید فام قومیں اسے اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہی ہیں اور انہوں نے اُسے ابھرنے نہیں دیا۔ لیکن اب وہ بھی آہستہ آہستہ بیدار ہو رہا ہے۔"

"ان دونوں نے نیلی قمیض والے کو ٹھکانے لگادیا ہوگا۔" کیلی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے.... لیکن مجھے توقع ہے کہ رات تک مدد ضرور آئے گی۔ کیونکہ عمران اور اس کا ساتھی وہاں رہ گئے ہیں۔ ہیلی کوپٹر آیا ہوگا۔"

کیلی ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "اس نے یہی اطلاع دی ہوگی کہ ہم لوگوں کو پرندے پکڑلے گئے۔"

"بہت گہرا آدمی معلوم ہوتا ہے۔" کرامویل نے کہا۔ "یہ مشرقی آدمی عموماً بدنما مٹی کے ڈھیر معلوم ہوتے ہیں لیکن جب انہیں کریدو تو ایسے جواہرات نکلتے ہیں کہ آنکھیں چندھیا

جائیں۔ کرنل فریدی ہی کو لے لو.... وہ بین الاقوامی شہرت کا مالک ہے.... لیکن اگر اُسے دیکھو تو ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی فریدی ہے جس نے اتنے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی صحت بڑی شاندار ہے۔ بڑے مضبوط جسم کا آدمی ہے لیکن اس کی آنکھیں ہر وقت نیند میں ڈوبی ہوئی سی معلوم ہوتی ہیں.... اور انہیں آنکھوں کی وجہ سے تم اسے کاہل اور کام چور تاجر سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔"

"اگر ہم اس مہم میں ناکام ہوئے۔" اوبران بولا۔ "اور کبھی بین الاقوامی سطح پر کوئی مہم تیار کرنے کی ضرورت پیش آئی تو کرنل فریدی بھی یقینی طور پر ہمارے ساتھ ہوگا۔ مجھے بھی اس سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا.... کیا تم اُسے ذاتی طور پر جانتے ہو۔"

"مجھ سے زیادہ کون جانے گا۔" کرامویل نے فخریہ انداز میں کہا۔ "ہم دونوں نے آکسفورڈ سے ساتھ پڑھا ہے۔ برسوں ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے ہیں۔ وہ اس وقت بھی انتہائی پراسرار معلوم ہوتا تھا جب اس نے اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا تھا.... تعلیم ختم کرنے کے بعد دو سال تک اس نے سیاحت کی تھی۔ کبھی افریقہ میں ہے کبھی جنوبی امریکہ میں۔ کبھی آسٹریلیا میں.... جنگل کی زندگی سے اسے عشق تھا۔"

"کیا تم بھی کبھی اس کے ساتھ گئے تھے۔" ہنٹر نے پوچھا۔

"نہیں میں اتنا مالدار نہیں تھا کہ دنیا کی سیاحت کرسکتا۔ فریدی بہت مالدار تھا۔ غالباً کسی شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ اکثر اس کا باپ بھی انگلینڈ آتا رہتا تھا۔ جب بھی وہ آتا لندن کے معززین اور پارلیمنٹ کے ممبر اس کا استقبال کیا کرتے تھے اور اس استقبال کی خبریں اخبارات میں آیا کرتی تھیں.... مگر میں نے فریدی جیسا آدمی نہیں دیکھا۔ وہ کبھی دوسروں پر یہ ظاہر ہونے نہیں دیتا تھا کہ وہ دولت مند ہے۔ عام طلباء کی طرح سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے ملک کے کئی اور بھی مالدار لڑکے آکسفورڈ میں زیرِ تعلیم تھے۔ لیکن ان کے ٹھاٹ دیکھ کر یہی کہنا پڑتا تھا کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے نہیں آئے۔ فریدی کنجوس بھی نہیں تھا۔" سینکڑوں پونڈ نادار طلباء کی مدد کے سلسلے میں خرچ کردیتا تھا۔ اس کا لحاظ کئے بغیر کہ وہ طلباء کس ملک و قوم یا مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہیں۔"

دفعتاً کیلی بے تحاشہ ہنس پڑی اور کرامویل خاموش ہوکر متحیرانہ انداز میں اس کی طرف

دیکھنے لگا۔ دوسرے بھی متوجہ ہوگئے تھے۔

کیلی نے کہا۔ "ہم نے تو کچھ ایسی گفتگو چھیڑ رکھی ہے جیسے اپنے مکان کے سب سے آرام دہ حصے میں بیٹھے ہوئے ہوں۔"

"اوہ....!" کرامویل مسکرایا۔ "ہم ایک ایسی مہم پر نکلے ہیں جس کے متعلق ہمیں تقریباً یقین ہے کہ ہم میں سے کچھ ہی لوگ زندہ رہ سکیں گے۔ لہٰذا ہمیں اس کے متعلق سوچنا ہی نہ چاہئے کہ ہم کس حال میں ہیں۔"

کیلی کچھ نہ بولی۔

جھونپڑی کے گرد ننگ دھڑنگ ریڈ انڈین بچوں کی بھیڑ نظر آرہی تھی۔ کیلی انہیں توجہ اور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کاش کبھی یہ تعلیم اور تہذیب سے آشنا ہوسکیں۔ پھر سورج مغرب میں جھکنے لگا۔

ریڈ انڈین قیدیوں کی جھونپڑی کے سامنے والے میدان میں اکٹھے ہورہے تھے۔ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں کلہاڑی تھی کسی کے ہاتھ میں نیزہ.... اور کمانیں اور ترکش تو قریب قریب ہر ایک کے شانے پر نظر آرہے تھے۔ اکثر کے ہاتھوں میں پرانی وضع کی رائفلیں بھی نظر آئیں۔

کچھ دیر بعد ان کے درمیان ایک معمر اور باوقار آدمی بھی دکھائی دیا۔ اس کے سر پر پروں والی ٹوپی نہیں تھی۔ لیکن لباس سے وہ معزز آدمی معلوم ہورہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی وہ سب خاموش ہوگئے۔

اس نے ان سے کچھ کہنا شروع کیا۔ شاید وہ کسی خاص موضوع پر تقریر کررہا تھا۔ کیلی نے اوبران سے پوچھا۔ "یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

"ہمارے ہی متعلق گفتگو ہورہی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ نیلی قمیض والا ابھی تک واپس نہیں آیا۔ اس نے بتایا تھا کہ ان کے ساتھیوں میں دو آدمی اور بھی تھے جو نکل گئے۔ وہ یہی کہہ کر وہاں رک گیا تھا کہ انہیں تلاش کرے گا۔ اگر وہ انہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا تو.... ہم جلد ہی کسی نئے واقعے سے دوچار ہوں گے۔"

اوبران خاموش ہوکر دوسرے انڈینوں کا شور سننے لگا۔ وہ ہاتھ اور سرہلا ہلا کر کچھ کہہ رہے تھے۔

آخر تقریر کرنے والے نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اپنی بھاری بھرکم اور پُروقار آواز میں پھر کچھ کہنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اوبران بولا۔ "وہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ان کی وجہ سے ہم پر ہوائی جہازوں سے بمباری کی گئی تو کیا ہوگا۔ جواب میں وہ کہہ رہا ہے کہ بمباری کی حماقت وہ کبھی نہ کریں گے۔ کیونکہ اس طرح ان کے آدمیوں کے ضائع ہو جانے کا امکان ہے۔ فوج آنے میں کئی دن لگیں گے اور پھر ہم ان پہاڑوں میں اپنی حفاظت بخوبی کر سکیں گے۔"

اوبران پھر خاموش ہو کر سننے لگا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ہاں وہی پرانی کہانی ہے کہ ہم ان لوگوں کے مالدار ورثاء سے لمبی رقوم وصول کریں گے۔"

وہ لوگ پھر چیخنے لگے.... اور تقریر کرنے والا خاموش ہو کر ان کا شور سنتا رہا کچھ دیر بعد اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کیا۔ پھر خود بولنے لگا۔ اوبران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "وہ لوگ نیلی قمیص والے کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ وہ کون ہے۔ اس پر اس نے غصیلے انداز میں کہا ہے کہ انہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔ اگر اب کسی نے ذرہ برابر بھی شور مچایا تو اُسے یہیں اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔"

اچانک اوبران بھی خاموش ہو گیا اور ریڈ انڈین سردار کی آواز بھی گھٹ کر رہ گئی۔ وہ سب آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔

اوپر ہوائی جہاز گرج رہے تھے اور اس بغیر دیواروں والی جھونپڑی کے نیچے پڑے ہوئے قیدی بھی انہیں صاف دیکھ سکتے تھے۔ ان کی تعداد صرف تین تھی اور یہ رسد لے جانے والے طیارے تھے۔ دفعتاً دو پیراشوٹ فضا میں معلق نظر آئے۔ دو آدمی جہازوں سے نیچے اتر رہے تھے اور ان دونوں کے ہاتھوں میں سفید جھنڈے نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً سردار کچھ کہنے لگا اور اوبران نے اپنے ساتھیوں کو بتایا۔ "وہ کہہ رہا ہے انہیں آنے دو۔ وہ سفید جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ غالباً معاملے کی بات کریں گے.... اور پھر وہ دو ہی تو ہیں ہم انہیں بآسانی مار سکتے ہیں۔"

کھنچی ہوئی کمانیں ڈھیلی ہو گئیں۔ ورنہ درجنوں تیر ان دونوں کو چھید کر رکھ دیتے جو پیرا شوٹوں کے ذریعے نیچے آ رہے تھے۔

وہ ٹھیک اُسی جگہ اُترے جہاں انڈینوں کا مجمع تھا۔ لیکن نیچے آتے ہی انہوں نے سفید جھنڈے پھینک دیئے اور پیراشوٹوں کو بھی الگ کر کے ٹامی گنوں سے اندھا دھند گولیاں برسانی

شروع کر دیں۔ انڈینوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ ان کے خیال کے مطابق یہ حملہ قطعی غیر متوقع تھا۔ اکثر جھونپڑیوں سے تیر بھی آئے۔ لیکن فائر کرنے والوں کے جسموں سے ٹکرا کر دور جا گرے.... ایک آدمی فائر کرتا ہوا قیدیوں کے پاس پہنچ گیا اور قیدیوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ پھر ہوائی جہازوں سے تین آدمی اور کودے.... لیکن اب انڈینوں کو اتنا ہوش کہاں تھا کہ وہ تیر مار کر پیراشوٹ کو چھلنی کر سکتے۔ پہلے آنے والے دونوں آدمیوں نے بڑی عقلمندی سے کام لیا تھا۔ اگر وہ سفید جھنڈے لہراتے ہوئے نیچے نہ آتے تو ان کی ہڈیاں یقینی طور پر چور چور ہو گئی ہوتیں۔ کیونکہ انڈین تیر مار مار کر پیراشوٹوں کو بیکار کر دیتے۔

انڈین لکڑی کے لٹھوں کی دیواریں پھلانگ کر بستی کے باہر بھاگ رہے تھے کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ گولیاں برسانے والوں پر کوئی حربہ کارگر ہی نہیں ہوتا تو بھاگ نکلنے کے علاوہ انہیں اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

اور اب وہ تعداد میں پانچ ہو گئے تھے اور ان کے پاس متواتر گولیاں برسانے والی ٹامی گنیں تھیں۔

ذرا ہی سی دیر میں بستی ویران ہو گئی۔ ہوائی جہاز اوپر چکر لگاتے رہے اوبران اور اس کے ساتھیوں کی رسیاں کاٹ دی گئیں۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نیچے آنے والے دونوں آدمی صفدر اور عمران تھے انہوں نے اپنے جسموں پر بلٹ پروف لگا رکھے تھے اور ان کے سروں پر آہنی خود تھے۔

"میں جانتی تھی۔" کیلی نے عمران سے کہا۔ "تم یقیناً ہتھیلی پر سرسوں جماؤ گے۔"

"بس اب میرا ہارٹ فیل ہونے ہی والا ہے۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "ان لوگوں نے مجھے بھنگ پلا کر اس حرکت پر مجبور کیا تھا۔"

وہ سب ہنسنے لگے۔

پھر دفعتاً ہیلی کاپٹروں کی کرخت آواز سنائی دی اور تین ہیلی کوپٹر بھی فضا میں نظر آئے جو آہستہ آہستہ نیچے اتر رہے تھے۔

ان کی واپسی بڑی پرمسرت اور شاندار تھی۔ صفدر، عمران، کیلی، اوبران اور کرامویل ایک ہی ہیلی کوپٹر میں تھے۔

صفدر واقعات بیان کر رہا تھا۔ "جب ہیلی کوپٹر آیا تو عمران صاحب نے رسد لانے والے کو

حالات سے آگاہ کیا۔ پھر ہم اس ہیلی کوپٹر کے ذریعہ نیلی قمیض والے سمیت ہیڈ کوارٹر پہنچے۔ نیلی قمیض والے نے اپنی زبان بند کر لی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب کبھی نہ کھلے گی۔ ہیڈ کوارٹر میں اس وقت صرف تین جہاز اور تین ہیلی کوپٹر موجود تھے.... کمانڈر سوچ میں پڑ گیا تھا۔ آخر عمران صاحب نے صرف چھ آدمی مانگے اور تجویز پیش کی کہ انہیں پیراشوٹوں سے نیچے اتارا جائے.... اس پر کمانڈر نے زہریلے اور آتشی تیروں کا خوف دلایا.... عمران صاحب نے بلٹ پروف کی تجویز پیش کی اور جھلاہٹ میں یہاں تک کہہ دیا کہ ہم صرف دو آدمی نیچے اتریں گے۔ اس لئے کمانڈر کو اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے۔ آخر کافی بحث و تکرار کے بعد یہ تجویز منظور ہو گئی۔'

"واقعی تم لوگ بہت دلیر ہو۔" اوبران مسکرا کر بولا۔

"میرا نروس بریک ڈاؤن ہو رہا ہے۔" عمران ہاتھ پیر پھیلا کر بولا۔

کیلی ہنسنے لگی۔

کراموئیل نے کہا۔ "کیا تم کرنل فریدی کو جانتے ہو۔"

"ارے آج آپ کو کرنل فریدی کے خواب کیوں آ رہے ہیں۔" کیلی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔

"وہ بھی بہت دلیر آدمی ہے۔ آنکھیں بند کر کے موت کے منہ میں کود پڑتا ہے۔"

عمران نے قہقہہ لگایا دیر تک ہنستا رہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"کیوں؟ آپ ہنسے کیوں تھے!" کراموئیل نے پوچھا۔

"آپ ایک ایسے آدمی کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"کرنل فریدی.... صرف ایک کہانی ہے۔"

"آپ کہاں کی باتیں کر رہے ہیں۔"

"وہیں کی جہاں بڑے بڑوں کی عقلیں خبط ہو جاتی ہیں۔"

"شاید اس واقعہ نے آپ کے ذہن پر بُرا اثر ڈالا ہے۔"

"اتنا بُرا کہ میں اپنے نام کے ہجے تک بھول گیا ہوں.... ٹی۔ آئی۔ ایل۔ پی۔ اے۔ این عمران مگر مجھے اس میں شبہ ہے۔"

کیلی پھر ہنسنے لگی اور اس نے عمران سے کہا۔ "آپ نے کبھی کسی مسئلے پر سنجیدگی سے بھی غور

کیا ہے۔"

"میں جب بھی کسی مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتا ہوں میرا معدہ خراب ہو جاتا ہے۔"

"یقیناً یہی ہوتا ہوگا۔" کیلی مسکرائی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر بلا کی حماقت پھٹ پڑی تھی۔ کراموئیل نے پھر فریدی کے تذکرے چھیڑ دیئے اور عمران اونگھنے لگا۔ صفدر اور اوبران بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔ کیلی بھی بے تعلق نظر آ رہی تھی۔ لیکن عمران کے اونگھنے کا انداز اُسے بار بار ہنسنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"آپ بے کار اپنا وقت برباد کر رہی ہیں۔" صفدر نے اس سے کہا۔

"کیوں؟ کیا مطلب....!"

"یہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔"

"پھر کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہوں.... یہاں تو نہیں ہیں۔"

"آپ مجھ سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔"

"اسی لئے تو عرض کر رہا ہوں کہ ان کی فکر میں رہنے والے عموماً سر پر ہاتھ رکھ روتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی....!"

"ان کی باتیں.... رفتہ رفتہ سمجھ میں آتی ہیں۔"

دفعتاً عمران چونک کر بولا۔ "یہ ہوائی ٹٹو نیچے کب اترے گا۔"

"کیا آپ تھکن محسوس کر رہے ہیں۔" اوبران نے پوچھا۔

"کہئے تو نہ محسوس کروں۔" عمران نے بیچارگی سے کہا اور وہ سب ہنس پڑے۔

"تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔" عمران نے صفدر سے کہا۔ "میں خواہ کسی عرض البلد یا طول البلد پر پہنچ جاؤں لوگ مجھے بیوقوف ہی سمجھیں گے۔"

"اوہ.... یہ مطلب نہیں۔" اوبران گڑبڑا کر بولا۔ "آپ غلط سمجھے ہیں۔"

"نہیں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر دردناک لہجے میں بولا۔

"میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔ میں چھوٹا ہی سا تھا کہ میرا ابا مر گیا تھا۔ جب ذرا ہوش

سنبھالا تو گھوڑا بھی مر گیا۔ اب میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور لوگ مجھے گدھا سمجھتے ہیں اور میں کسی نیل کنٹھ کی طرح اداس ہوں۔"

صفدر کے علاوہ اور سب اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

رہائی اور شرارت

فریدی اور جیری چھت پر پہنچے.... یہاں صرف انہی دونوں کمروں پر بنے ہوئے کمرے نظر آئے جن پر وہ لوہے کے کٹہرے دیکھ آئے تھے اور انہی کمروں میں وہ مشینی نظام موجود تھا جس کے ذریعے وہ دونوں کٹہرے نیچے ہو جاتے تھے اور پھر نیچے سے اوپر کھینچے جا سکتے تھے۔

"یہ سب کچھ یہاں پہلے بھی موجود رہا ہوگا۔" جیری نے تشویش کن لہجے میں کہا۔

"یقیناً....!" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "یہ دو چار دن کا انتظام تو معلوم نہیں ہوتا۔"

"مگر.... اس کی یہاں ضرورت ہی کیا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اس کمرے کا کٹہرہ اوپر اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا جس میں حمید مقید تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔

وہ دونوں پھر نیچے آئے اور حمید راہداری میں کھڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر تھی۔ عمارت ابھی تک تاریک نہیں ہوئی تھی اور وہ روشنی کے بغیر بھی کام چلا سکتے تھے۔

اب وہ تینوں اس کمرے میں آئے جہاں دونوں امریکن کٹہرے میں بند تھے۔ انہوں نے ان کو بہت نڈھال پایا۔

"تم لوگ بھی انہیں کے ساتھ سڑ جاتے۔" جیری انہیں گھورتا ہوا غرایا۔

وہ دونوں پھر ان چینیوں کو گالیاں دینے لگے جنہوں نے ان کو اس مصیبت میں پھنسایا تھا۔ وہ آدمی جو حمید کا خط لے کر گیا تھا کہنے لگا۔ "اس سور کے بچے نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کرنل کو یہاں لاؤں اور ہم تینوں اس کمرے میں بیٹھیں۔"

"تم لوگ اسے کب سے جانتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"صرف تین دن سے وہ ہمیں پچاس ڈالر یومیہ دیتا تھا۔"

"اب کیا ارادہ ہے۔" جیری نے غصیلی آواز میں پوچھا۔ "ہم تمہیں یہیں چھوڑ جائیں؟"

وہ دونوں گڑگڑانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ یہاں بھوکوں مر جانے سے بہتر سمجھیں گے کہ انہیں کسی پاگل خانے میں پاگلوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

فریدی نے جیری کو علیحدہ لے جا کر کہا۔ "اگر تم نے ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کی تو میرا بڑا وقت برباد ہوگا اور شاید پھر میں اپنے اس ساتھی کو نہ پا سکوں جس کے لئے میں نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔"

"پھر تم جو کچھ کہو کیا جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ عمارت منشیات کی ناجائز تجارت کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کی جاتی رہی ہے اور یہاں دوسرے جرائم بھی ہوتے رہے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے....! میں بھی اس کے امکانات پر غور کر تا رہا ہوں مگر ہم اسے ثابت کیسے کریں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہاں تہہ خانے بھی موجود ہیں۔ اگر ہم تھوڑی سی محنت کریں تو بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ یہ محتاج خانہ کس کی نگرانی میں چلتا رہا ہے۔"

"اس کے لئے ریکارڈ دیکھنے پڑیں گے۔" جیری نے کہا۔ "ویسے مجھے علم ہے کہ یہ چھ ماہ سے بند پڑا ہے۔"

"اچھی بات ہے آؤ.... ہم اس عمارت کا جائزہ لیں۔"

وہ جیری اور حمید عمارت کا گوشہ گوشہ دیکھنے لگے اور آخر کار فریدی نے تہہ خانہ اور اس کا راستہ تلاش کر ہی لیا۔ وہ نیچے اترے اور دوسرے ہی لمحے میں فریدی کے شبہے کی تصدیق ہو گئی۔ وہاں شراب کے بے شمار خالی بیرل نظر آئے.... بھلا کسی محتاج خانے میں شراب کے بیرلز کا کیا کام؟

"بس کافی ہے۔" جیری نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ان دونوں کو پھانسنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اب تمہیں اس معاملے میں گھسیٹنے کی ضرورت نہیں رہی۔"

انہوں نے باہر آ کر تہہ خانے کا راستہ بند کر دیا اور پھر اس کمرے میں واپس آئے جہاں وہ دونوں کٹہرے میں قید تھے۔

فریدی نے ان سے تن لین کے متعلق پوچھ گچھ شروع کی لیکن وہ اس کے پروگرام کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔

اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ وہ دونوں قیدیوں کو لئے ہوئے باہر آئے۔ جیری اسی ٹیکسی میں بیٹھ گیا جس پر فریدی کو لایا گیا تھا۔ قیدیوں کے ہاتھ پیر باندھ کر انہیں پچھلی نشست پر ڈال دیا گیا۔

جیری والی ٹیکسی حمید اور فریدی کو وائیلڈ کیٹس کی طرف لے جا رہی تھی۔

"تم نے بڑی عقلمندی سے کام لیا تھا۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

ارے میں تو اپنی قبر میں بھی بیٹھ کر ہارمونیم بجاؤں گا۔ میں کہتا ہوں آخر آپ جیسا چالاک آدمی ان کے خطوط کے چکر میں کیسے پھنس گیا تھا۔"

"بس اب کیا بتاؤں اتفاق ہی تو ہے اور پھر آنے والی گردش ہمیشہ عقل خبط کر دیتی ہے۔"

"بھگتنا تو مجھے پڑتا ہے۔ کیا آپ کو یہ تجویز مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوئی تھی کہ قاسم کو بھی ساتھ لایا جائے۔"

"یقیناً یہ ایک مضحکہ خیز اسکیم تھی۔ میں کہتا ہوں یہی اسکیم مضحکہ خیز تھی کہ تاریک وادی کا سفر کیا جائے.... مگر پھر کیا ہوتا ہے۔ مقدرات نہیں ٹلتے۔ اور جب ستارے گردش میں آتے ہیں تو اونچے سے اونچا آدمی بھی مینڈکوں کے سے انداز میں سوچنے لگتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ ٹیکسی سنسان سڑک پر دوڑتی رہی۔ ابھی وہ شہری آبادی سے باہر ہی تھے کہ دفعتاً حمید اسے قاسم کے متعلق بتانے لگا کہ وہ کس طرح ایک غیر متوازن دماغ کے آدمی کے سے انداز میں بے بس نظر آرہا تھا۔

"یہ یادداشت واپس لانے ہی کی تدبیریں ہو سکتی ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"کچھ بھی ہو.... وہ بڑی قابل رحم حالت میں تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "میں آج روزا سے بھی ملا تھا.... اس نے بھی ایک ایسے چینی کی کہانی سنائی ہے جو تین ماہ پہلے اسے ملا تھا اور کوشش کی تھی کہ وہ تاریک وادی کے لئے اس کی ہم سفر بن جائے۔ اس نے جو حلیہ بتایا ہے وہ تن لین ہی کا ہو سکتا ہے۔"

"آہا.... تو نہیں چین پڑی۔ مل ہی لئے روزا سے۔" حمید ہنسنے لگا۔

"بکواس مت کرو۔ آج میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تن لین ہاتھ آیا ہوا نکل گیا۔ اب وہ سیدھا ایکویڈور جائے گا۔ اس میں کسی شبہے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔"

"تو پھر تیاری شروع کر دوں۔"

"یقیناً.... کرنی ہی پڑے گی۔"

"ارے تیاری کیا کرنا ہے.... بس تقریباً بیس گز سفید کپڑا خواہ ریشمی ہو خواہ سوتی۔"

"میرا خیال ہے کہ کفن دفن سے زیادہ رومانس اس میں رہے گا کہ ہماری لاشیں گدھ نوچ کھائیں۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

وہ ہوٹل پہنچ گئے۔ جیری کی ٹیکسی راستے ہی میں دوسری طرف مڑ گئی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال سے گزر ہی رہے تھے کہ حمید ایک لڑکی دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ دوسری جانب متوجہ تھی۔ فریدی بھی رک گیا۔

"اوہ.... روزا....!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "شاید وہ ہمارا ہی انتظار کر رہی ہے۔"

پھر لڑکی بھی ان کی طرف متوجہ ہو گئی.... حمید تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے بھی آپ کو کہیں دیکھ چکا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اوہ کیپٹن....!" روزا نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر بولی۔ "مجھے بڑی شکایت ہے آپ لوگوں سے، بغیر اطلاع آئے اور آپ ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔"

"کرنل مقیم ہوں گے! میں تو ابھی جانوروں کے کٹہرے سے نکل کر بھاگا ہوں۔"

"آؤ.... اوپر چلیں۔" فریدی نے روزا سے کہا "یا یہیں بیٹھو گی۔"

"چلئے....!" روزا اٹھتی ہوئی بولی۔ "وہاں جانا تو ضروری ہو گا کیونکہ آپ لوگوں کا سامان یہاں سے اٹھوانا ہے۔"

"اس معاملے میں ضد نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "ہم اگر یہاں تفریحاً آتے تو یقینی طور پر تمہیں تکلیف دیتے.... ان حالات میں ہمارا یہاں قیام کرنا مناسب نہ ہو گا۔"

روزا کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے فریدی کی یہ بات گراں گزری ہے۔

وہ زینے طے کر کے فریدی کے کمرے میں آئے۔

"قاسم کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے؟" روزا نے پوچھا۔ لیکن اس کی آواز میں پہلی سی گرم جوشی باقی نہ رہی تھی۔

"قاسم کچھ دیر پہلے نیویارک میں دیکھا گیا تھا! لیکن میں ذرا دیر سے پہنچا اور وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے۔" فریدی نے کہا۔ اس سلسلے میں یہ اس کا آخری جملہ تھا۔ وہ نہ تو تفصیل میں گیا اور نہ یہی بتایا کہ حمید پر کیا گزری تھی۔

"پھر اب آپ نے کیا سوچا ہے۔" روزا نے پوچھا۔

"اگر ضرورت پڑی تو ایک بار پھر تاریک وادی کا سفر کرنا پڑے گا۔"

"کیا میں امید کروں کہ آپ مجھے موقع دیں گے۔"

"تم....!" فریدی نے حیرت سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس بار سفر نہ کر سکو گی۔ پہلے کی بات اور تھی۔ وہ دراصل ایک قسم کی لاگ تھی جو تمہیں تاریک وادی لے گئی تھی۔ اس بار تمہاری ہمت جواب دے جائے گی۔"

"میں اپنی ذمہ داری پر چلوں گی۔"

"میں بھی ان کی ذمہ داری لے سکتا ہوں۔" حمید بولا۔

"آپ تو اپنی ذمہ داری بھی نہیں لے سکتے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

پھر روزا سے بولا۔ "کیا اس چینی کے علاوہ اور کسی نے بھی کبھی تمہارے ساتھ تاریک وادی کا سفر کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"نہ جانے کتنے تھے جنہوں نے خواہش ظاہر کی تھی۔ بہتیرے مسٹر طارق کے بھی پیچھے پڑے رہے تھے۔"

"مگر سوال یہ ہے کہ تاریک وادی کے متعلق لوگوں کو علم کیسے ہوا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں بہت زیادہ پریشان رہنے لگی تھی۔ بس مجھے جنون سا ہو گیا تھا۔ اس سفر کی بھیانک یادیں ہر وقت میرے ذہن پر مسلط رہتیں۔ اسی پاگل پن کے دوران میں میں نے ایک دن اس سفر کی کہانی اپنے دوست کے سامنے دہرا دی جو پریس رپورٹر تھا۔ اس نے عقل مندی یہ کی کہ میری اجازت لئے بغیر وہ کہانی اخبارات کو دے دی۔ بس پھر کیا تھا۔ اچھی طرح شامت آ گئی۔ پولیس سے بھی دوچار ہونا پڑا اور خزانوں کی تلاش میں رہنے والوں

نے الگ یلغار کر دی۔"

"پھر کیا ہوا۔" حمید نے زبردستی اپنے چہرے پر حیرت کے آثار پیدا کئے۔

"آہا.... پھر.... پھر میں نے انہیں طارق کا پتہ بتا دیا۔" روزا ہنسنے لگی۔

پھر بولی۔ "میں کیا کرتی۔ میرے حواس یونہی غائب تھے.... میرے بس کا روگ نہیں تھا کہ فرداً فرداً ہر ایک کو وہ کہانی سناتی۔"

"اور اب پھر آپ ساتھ چلنے پر مصر ہیں۔"

"میں ڈرپوک تو نہیں ہوں۔ پچھلی بار کی بات اور تھی۔ ایسے حادثات پیش آئے تھے کہ میں ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی تھی اور مجھے صحیح معنوں میں اس کا احساس ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ سفر کب شروع ہوا اور واپسی کب ہوئی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد روزا نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ حمید بول پڑا۔

"خدارا.... کوئی نیا تذکرہ چھیڑیئے گا.... دیکھئے نا.... ہم لوگ کتنے دنوں بعد ملے ہیں.... پھر کیا یہ ضروری ہے کہ اس دوسری ملاقات پر بھی ہم تاریک وادی کا تذکرہ کرتے رہیں۔"

"قطعی نہیں....!" فریدی مسکرایا۔

"رات کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھائیے گا۔" حمید نے روزا سے کہا۔ روزا نے دعوت قبول کر لی۔ کھانے کے لئے وہ ڈائننگ ہال ہی میں آئے۔ فریدی متفکر نظر آ رہا تھا۔ اس نے گفتگو میں بہت کم حصہ لیا۔ ویسے روزا اسے بار بار مخاطب کرتی رہی۔ لیکن فریدی صرف ہوں ہاں کر کے خاموش ہو جاتا۔

"کیا بات ہے۔" روزا نے کچھ دیر بعد کہا۔ "کیا آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے۔"

"ہاں.... میں بھی محسوس کر رہا ہوں؟" فریدی بولا۔

"آہا.... تب آپ اوپر جا کر آرام کیجئے۔" حمید جلدی سے بول پڑا۔ "ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ بات دراصل یہ ہے مس روزا کہ کرنل کئی روز سے سوئے نہیں۔"

"اوہ تب تو یقیناً آپ کو آرام کرنا چاہیے۔" روزا نے کہا۔

فریدی کچھ دیر بعد اٹھ کر چلا گیا۔ حمید جانتا تھا کہ وہ اس وقت صرف سوچنا چاہتا ہے۔ ایسے

موقع پر وہ حمید کا وجود بھی نہیں برداشت کر سکتا تھا۔ مگر حمید نے کچھ اس خیال کے تحت اس کے اوپر جانے کی تجویز نہیں پیش کی تھی کہ وہ تنہائی میں کسی مسئلے پر غور کر سکے۔ بلکہ وہ تو وائیلڈ کیٹس کی تفریحات کے سلسلہ میں کسی اچھی سی ساتھی کا متلاشی تھا۔ روزا سے بہتر ساتھی اور کہاں سے ملتی۔ لیکن فریدی کی موجودگی میں وہ حمید کی طرف رخ نہ کرتی۔

حمید اسے بال روم میں لے گیا۔ یہاں رقص ہو رہا تھا۔

"کیا میں آپ سے رقص کی درخواست نہ کروں۔" حمید نے روزا سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" روزا نے ہنس کر کہا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے۔

پھر وہ دونوں بھی ناچنے والوں کی بھیڑ میں آ گئے۔

"کرنل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔" روزا نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی اتنے خشک آدمی ہیں جیسے پہلے تھے۔"

"افسوس کہ آپ نے تبدیلی محسوس نہیں کی۔" حمید نے کہا۔ "کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ کرنل ہوش میں ہیں۔"

"کیا مطلب....؟" روزا چونک پڑی اور اس کے پیر لڑکھڑا گئے۔ اُسے سنبھالنا حمید کے لئے ایک بڑے خوشگوار فرض کی ادائیگی کا درجہ رکھتا تھا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے مس روزا.... ہماری بدقسمتی کی کہانی۔ انہیں ایک ایسے مجرم کی تلاش ہے جس نے ایک ہزار سال پہلے ان کی محبوبہ کو قتل کر دیا تھا۔"

روزا بے تحاشہ ہنس پڑی۔ مگر اسے ایک بار پھر سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ کیونکہ دو گرم گرم آنسو اس کے نیم عریاں شانے پر ٹپکے تھے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا حمید رو رہا تھا۔

"ارے ارے کیا بات ہے۔" روزا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس کے قدم رک گئے۔

"مجھے کرنل سے بے تحاشہ محبت ہے" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں انہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔"

"آؤ.... چلو....!" مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔" وہ اس کا شانہ چھوڑ کر ہٹ گئی اور وہ دونوں رقاصوں کی بھیڑ سے نکل کر گیلری کی طرف جانے لگے جہاں متعدد میزیں خالی پڑی ہوئی تھیں۔

ایک میز پر بیٹھ جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک خاموش رہے پھر روزا نے پوچھا۔

"تم کیا کہہ رہے تھے۔"

"آپ شاید مذاق سمجھی تھیں۔" حمید نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "ایک سال ہونے کو آیا۔ میری نیند پوری نہیں ہوئی۔ آج یہاں، کل وہاں اسی قاتل کی تلاش جاری ہے جس نے اس کی محبوبہ کو اب سے ایک ہزار سال پہلے قتل کر دیا تھا.... ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کریں اسے غیر منطقی قرار نہ دیا جائے ورنہ اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ لہٰذا جو کچھ بھی کہتے ہیں کان دبا کر کرتا ہوں.... میں پہلے ہی جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن ان کے ذہن پر ایسے ہی بُرے اثرات پائے جائیں گے۔ آپ خود سوچیے چوبیسوں گھنٹے کام۔ بس کوئی کیس ہاتھ آ جانا چاہئے۔ پھر کیا ہے کھانا پینا حرام.... پوری نیند سونا حرام.... آپ خود سوچیے ایسے آدمی کا کیا حشر ہو سکتا ہے....اب کچھ ہی دنوں پہلے کی بات ہے کہ رات سوتے سوتے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ وہ قاسم کو پکڑ کر لے گیا۔ میں نے پوچھا، کون ہے، بولے کہ وہی جس نے ایک ہزار سال پہلے میری محبوبہ کو قتل کیا تھا۔ وہ قاسم کو پکڑ لے گیا ہے اور تاریک وادی میں لے جا کر قتل کر دے گا۔ میں نے سوچا خواب دیکھا ہے صبح تک اس کا اثر زائل ہو جائے گا مگر توبہ کیجئے۔ صبح ہوتے ہی انہوں نے نیویارک کے فضائی سفر کے لئے دو سیٹیں بک کرا لیں۔ نتیجے کے طور پر ہم یہاں نظر آ رہے ہیں۔"

"مگر انہوں نے تو کسی چینی کا تذکرہ کیا ہے.... اور کچھ دن پہلے ایک چینی ہی نے مجھے تاریک وادی کے سفر کی دعوت دی تھی۔"

"محض اتفاق ہے محترمہ! وہ کبھی کسی کو سچی بات نہیں بتاتے۔ خواہ دماغ صحیح ہو خواہ نہ ہو۔ اب انہوں نے طارق کو تار دی ہے کہ وہ انہیں ایکویڈور کے صدر مقام کیتو میں ملے۔ لہٰذا وہ کیلی فورنیا سے کیتو پہنچ جائے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہم سے پہلے ہی کیتو پہنچ کر طارق کو صورت حال سے آگاہ کر دیجئے۔ شاید وہ ہی اپنے ہپناٹزم وغیرہ کی مدد سے ان کے ذہن کی اصلاح کر سکے.... میں چاہتا ہوں کہ یہ کام ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی ہو جائے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ طارق بھی ان کی باتوں میں آ جائے۔"

روزا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ "مگر میں وہاں طارق کو کہاں تلاش کرتی پھروں گی۔"

"بڑی آسانی سے اس کا پتہ چل جائے گا۔ کیونکہ وہاں صرف تین بڑے ہوٹل ہیں۔ کالے

نیولے والے کا پتہ لگانا تو مشکل نہیں ہوگا۔ اپنے نیولے کی وجہ سے وہ بھلایا نہیں جاسکتا؟"

داؤ پیچ

دروازے پر دستک دینے سے پہلے کیلی نے قفل کے سوراخ سے کمرے کے اندر جھانکا۔ حالانکہ یہ ایک غیر مہذب حرکت تھی۔ مگر وہ کیا کرتی۔ عمران نے اسے کچھ اسی طرح پاگل بنا کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس کی ایک ایک بات پر نظر رکھتی۔ حتیٰ کہ جب بھی موقع ملتا ہے اس کے کمرے میں بھی جھانکنے سے باز نہ آتی۔

کمرے میں جھانک کر اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ کیونکہ عمران سر کے بل فرش پر کھڑا تھا۔ چند لمحے خاموش رہ کر اس نے دروازے پر دستک دی۔ عمران کا معمول تھا کہ وہ صبح کو مختلف قسم کی ورزشیں کیا کرتا تھا۔ یہ سر کے بل بھی کھڑا ہونا ایک قسم کی ورزش ہی تھی۔

عمران نے دروازہ کھول کر اسے خاص لکھنوی انداز میں فرشی سلام کیا اور ایک طرف ہٹ کر اُسے اندر آنے کا راستہ دیتا ہوا پوچھنے لگا کہ "جھینگے کیسے تلے جاتے ہیں؟"

"میں نہیں جانتی۔" کیلی نے کہا۔ "کبھی تلنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بلکہ میں نے تو آج تک اپنے ہاتھ سے چائے بھی نہیں بنائی۔"

"مجھے چائے بنانا آتی ہے۔" عمران نے فخریہ انداز میں کہا۔

"میں یقین نہیں کرسکتی۔" کیلی سنجیدگی سے سر ہلا کر بولی۔

"میری بہتیری حیرت انگیز صلاحیتوں پر لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے.... اور اس پر تو کوئی بھی یقین نہیں کرسکتا۔ میں نے چائے کے سلسلے میں ایک بالکل ہی نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جس سے تندرستی بھی شاندار رہتی ہے۔"

"کون سا طریقہ؟"

"پتی چبائی، شکر پھانکی اور اوپر سے ایک جگ گرم پانی کا پی لیا اور پھر ایک بوتل دودھ چڑھا کر تین چار قلابازیاں کھائیں.... چائے معدے میں تیار ہے۔ نہ چائے دانی کا جھگڑا نہ پیالوں کی الجھن.... یہ طریقہ اس سفر میں کافی کارآمد ثابت ہوگا۔"

"تمہاری صحت شاید اسی لئے اچھی ہے کہ تم گیہوں کے کھیتوں میں چرتے رہے ہو۔" کیلی نے کہا۔

"ہاں....!" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "ایک بار تو اس سلسلے میں بڑا شاندار لطیفہ ہوا۔ میں اور ایک گدھا شانہ بشانہ ایک گیہوں کا کھیت چر رہے تھے۔ اتفاق سے گدھے کا مالک اور میرا ملازم ہم دونوں کو تلاش کرتے ہوئے ایک ساتھ وہاں پہنچے، پھر ان سے ایک زبردست بھول ہوئی۔ گدھے کا مالک مجھے ہانک لے گیا اور میرا نوکر گدھے کو۔ لہٰذا رات بھر گدھا میرے بستر پر سوتا رہا اور میں تھان پر بندھا رہا۔ دوسری صبح ان دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ ہمارے اصل ٹھکانوں پر لے گئے۔" کیلی ہنس رہی تھی۔

وہ اس وقت ایکویڈور کے شہر ریوبامیا کے ایک ہوٹل ایفی چمبرازو میں مقیم تھے اور انہیں یہاں سے شمال مشرق کی طرف سفر کرنا تھا۔ سفر کرنے والوں کی تعداد بارہ تھی۔ ان میں عمران صفدر، اوبران، ہنٹر، کرامویل اور کیلی قابل ذکر تھے۔ بقیہ چھ آدمیوں کا تعلق اوبران کے محکمہ سے تھا وہ کہیں باہر سے نہیں آئے تھے۔

اب یہاں سے پیدل یا گھوڑوں پر سفر کی تجویز تھی۔ راستے دشوار گزار تھے۔ اس لئے صرف گھوڑے ہی ان کے کام آسکتے تھے۔ ان راستوں میں نہ تو ہیلی کاپٹر کام آتے اور نہ موٹریں۔ بار برداری کا کام بھی گھوڑوں ہی سے لینا تھا۔

کیلی نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اس سفر کے لئے عمران کا وجود بے حد ضروری تھا کیونکہ اس کی نظروں میں کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ وہ تو اس وقت بھی چہکتا ہوا دیکھا گیا تھا جب ریڈانڈینوں نے ان پر حملہ کیا تھا اور اس نے اسے اس وقت بھی ہنستے دیکھا تھا جب وہ اور صفدر ریڈانڈینوں کی بستی میں کودے تھے۔ بڑا خطرناک کام تھا۔ خود امریکن پیچھے ہٹ گئے تھے۔

وہ اپنا زیادہ تر وقت عمران ہی کے ساتھ گزارنے کی کوشش کرتی تھی اور صفدر دل ہی دل میں کہتا تھا۔ "روؤ گی.... تم ایک دن سر پر ہاتھ رکھ کر روؤ گی.... تم سمجھتی ہو کہ شاید وہ تمہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے.... یہ تمہاری بھول ہے۔ بھولی لڑکی.... وہ تو اپنے باپ کے سامنے بھی اسی قسم کی حرکتیں کرتا ہے۔"

آج بھی کیلی صبح ہی صبح اٹھ کر عمران کے کمرے میں چلی آئی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ یہیں

ناشتہ کرلے گی۔ کچھ دیر بعد صفدر بھی آ گیا اور اُس نے ایک نئی اطلاع دی۔

"ہیڈ کوارٹر سے اطلاع آئی ہے۔" اس نے کہا۔ "نیلی قمیض والا حوالات میں مر گیا۔ اس کی لاش اپنی جسامت سے تقریباً آٹھ گنا بڑھ گئی ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ موت کسی قسم کے زہر سے واقع ہوئی ہے۔"

"مگر اس کے پاس زہر کہاں سے آیا.... اسی خیال سے کہ کہیں وہ خودکشی نہ کرلے اس کی اچھی طرح تلاشی لی گئی تھی۔" کیلی نے کہا۔

"کسی دوسرے نے اس پر زہر آزمایا ہوگا۔" صفدر بولا۔ "اوبران کے محکمے میں لاتعداد مارشل ہوں گے۔ ایک تو اتفاقاً ظاہر ہو گیا تھا۔"

"میں کہتا ہوں جب تک ان لوگوں کو گرفت میں نہیں لے لیا جاتا ہم لاکھ برس تک بھی زیرو لینڈ کا پتہ نہ لگا سکیں گے۔"

کیلی نے عمران کی طرف دیکھا جو سادھوؤں کے سے انداز میں آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

"تمہاری کیا رائے ہے مسٹر عمران....!" کیلی نے اسے مخاطب کیا۔

"آں....!" عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور انہیں ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ اس کی بے خبری میں گھس آئے ہوں۔

"کیا تم نے نہیں سنا۔"

"نہیں.... کیا بات ہے۔"

"نیلی قمیض والا حوالات میں مر گیا۔"

"تب پھر مجھے.... اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔" عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

"شاید رونا چاہئے۔" کیلی نے مسکرا کر کہا۔

"تب تو مجھے افسوس ہے۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "یہ کیس پینڈنگ میں ڈالنا پڑے گا۔ کیونکہ فی الحال میرے پاس آنسوؤں کا سٹاک نہیں ہے۔ پچھلے پانچ برسوں سے میں رونے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔"

"کیوں رونا کیوں چاہتے تھے۔"

"میرے والد صاحب نے اپنے باپ کی موت کا تذکرہ کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے اس

سلسلہ میں دو چار آنسو ضرور بہانا چاہئے۔ میں نے کوشش کی لیکن آدھا آنسو بھی نہ نکلا.... پھر میں مختلف اوقات میں اس واقعے کو یاد کر کے رونے کی کوشش کرتا رہا لیکن آنسو میونسپل الیکشن لڑنے چلے گئے۔"

اتنے میں راہداری سے قدموں کی آوازیں آئیں اور دوسرے ہی لمحے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"اجازت ہے۔" عمران نے دروازے کو گھورتے ہوئے کہا۔

دروازہ کھلا اور اوبران اندر داخل ہوا۔

"کیا تمہیں اس کی موت کی اطلاع مل گئی۔" اس نے عمران سے پوچھا۔

"ہاں....!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بیٹھ جائیے.... مسٹر اوبران۔"

"ہاں.... مجھے یہ منحوس اطلاع ابھی ملی ہے.... اور اس وقت مرنے والے کا بھولا بھالا چہرہ میری نظروں میں پھر رہا ہے.... اُف فوہ۔ کیا ابھی اس کے مرنے کے دن تھے۔ ارے وہ نیلی قمیض میں کتنا شاندار لگتا تھا۔ اس کے مسکرانے کے انداز میں کتنی دلکشی تھی.... ارے وہ شریف آدمی ہر ایک کے کام آتا تھا۔"

"یہ کیا اڑانے لگے تم....!" اوبران نے جھنجھلا کر کہا۔

"کک.... کیوں....!" عمران گھبرائے ہوئے انداز میں ہکلایا۔ "کک.... کیا میں کچھ غلط کہہ رہا ہوں۔ مگر میری ممی نے تو یہی کہا تھا کہ کسی کی موت کی خبر سن کر اسی قسم کی گفتگو کیا کرو۔"

"مائی ڈیئر سر! اگر تمہیں اسی طرح ممی اور ڈیڈی کی یاد ستاتی رہی تو تم ساتھ دے چکے ہمارا۔"

"ہائے میں انہیں کیسے بھلادوں۔" عمران دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر گلوگیر آواز میں بولا۔

"اچھی بات ہے.... یاد کرو انہیں۔" اوبران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

دفعتاً عمران صفدر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ "سب تمہاری ہی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تم ہی مجھے یہاں لائے تھے۔ اب دیکھو کہ یہ لوگ مجھے ممی اور ڈیڈی کو بھی نہیں یاد کرنے دیتے۔"

کیلی ہنس پڑی... اور صفدر نے کہا۔ "ممی اور ڈیڈی کی تصویریں تو آپ کے پاس ہوں گی ہی۔"

"ہاں.... ہیں۔"

"بس تو پھر یاد کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"ارے تو پہلے ہی بتادیا ہوتا۔" عمران نے میز پر ہاتھ مار کر غصے سے کہا۔ "میں خواہ مخواہ اس مسئلے پر مسٹر بوران سے جھگڑا کر بیٹھا۔"

"بوران نہیں اوبران....!" کیلی نے تصحیح کی۔

"افسوس کہ میری یادداشت...." عمران ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"تمہاری ممی اور ڈیڈی کیسے ہیں۔" کیلی نے پوچھا۔

"اچھے خاصے ہیں۔ بوڑھے نہ ہو گئے ہوتے تو اور بھی اچھے ہوتے۔"

"کیا وہ تم سے خوش رہتے ہوں گے۔"

"بہت خوش! مجھے دیکھتے ہی گنگنانے لگتے ہیں۔"

"اب ناشتہ بھی آئے گا یا باتوں ہی سے پیٹ بھریں گے۔" صفدر بڑبڑایا۔

"ناشتہ...." عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں بولا۔ "شاید اب اس کمرے میں نہ آئے۔"

"کیوں....؟"

"وہ صبح آیا تھا لیکن مجھے عبادت کرتے دیکھ کر ڈر گیا۔ برتن پھینک کر جو بھاگا تو پھر نہیں آیا۔"

"کیا مطلب....؟"

"ناشتے کا مطلب بتاؤں یا برتن پھینک کر بھاگنے کا۔"

"میں نے کہا بھوک لگ رہی ہے.... مطلب میری سمجھ نہ آئے گا۔" صفدر بولا۔

"چلو ڈائننگ ہال میں.... اس کمرے میں اب کوئی ویٹر نہیں آئے گا۔"

"آخر کیوں نہ آئے گا....؟"

"مجھے سر کے بل کھڑا دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔"

"آخر تم سر کے بل کیوں کھڑے ہوتے ہو۔" کیلی نے پوچھا۔

"جب کوئی بات سیدھی طرح سمجھ میں نہیں آتی تو الٹ کر سوچنے لگتا ہوں۔ اگر تمہیں بھی اس قسم کی کوئی دشواری پیش آئے تو یہی کرنا۔"

صفدر اٹھتا ہوا بولا۔ "تو چلئے ڈائننگ ہال ہی میں چلیں۔"

عمران لباس تبدیل کرنے کے لئے غسل خانے میں چلا گیا اور پھر جب وہ لباس تبدیل کر کے واپس آیا تو کیلی نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ نیلی پتلون زرد قمیض اور سرخ ٹائی میں تھا۔

صفدر نے اس سے کچھ کہا جسے کیلی نہ سمجھ سکی۔ کیونکہ اس نے مادری زبان استعمال کی تھی۔ وہ ڈائننگ ہال میں جانے کے لئے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

وہاں وہ عمران اور صفدر سے پہلے پہنچی اور ایک دور افتادہ میز پر جا بیٹھی اس گوشہ میں وہ تنہا تھی۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور صفدر بھی وہاں آئے۔ انہوں نے اسے دیکھا تو لیکن اس کی میز کی طرف نہیں آئے۔

کیلی نے کہا۔ چلو خیریت گزری ورنہ وہ خود بھی تماشہ بن کر رہ جاتی۔ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگ عمران کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے اور عمران ان سب سے لاپرواہ اس انداز میں صفدر سے گفتگو کر رہا تھا جیسے ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی موجود ہی نہ ہو لیکن یک بیک لوگوں کی توجہ عمران کی طرف سے ہٹ گئی۔ کیوں کہ ہال میں ایک دیو گھس آیا تھا۔ اس کے ساتھ دو پستہ قد چینی بھی تھے۔ یہ دیو جتنا لمبا تھا اتنا ہی موٹا بھی تھا۔ لمبائی میں اونچا سے اونچا آدمی بھی اس سے کچھ دبتا ہی ہوا سا نظر آتا۔ کیلی متحیرانہ انداز میں اسے دیکھتی رہی۔ کیلی نے سوچا کہ وہ بھی کوئی مشرقی ہی ہے۔ لیکن چینی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اس کے قریب ہی کی ایک میز پر آ بیٹھے اور دیو کیلی کو ہی گھورتا ہوا منہ چلانے لگا۔ کیلی بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ عمران بھی اس دیو کو بہت توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

پھر کچھ دیر بعد کیلی نے اس دیو کے کھانے کا منظر دیکھا اور اسے چکر سے آنے لگے۔ اس نے سوچا کہ اگر ساری دنیا میں اس قسم کے صرف ایک ہزار آدمی بھی پیدا ہو جائیں تو بقیہ لوگوں کو سال میں کم از کم دس دن تو فاقے کرنے ہی پڑیں.... اس نے دو مرغ تنہا صاف کئے تھے اور اب بھیڑ کی ایک مسلم ران ادھیڑ رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ ان چینیوں سے گفتگو بھی کرتا جا رہا تھا۔ گفتگو چونکہ انگریزی میں کر رہا تھا اس لئے کیلی بھی سمجھ رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "ارے بالکل جان نہیں ہے اس گوشت میں۔ مجھے زیادہ تر بھوکا رہنا پڑتا ہے۔"

میں کسی دن سبھوں کو کھا جاؤں گا.... ہاں۔"

"ہم آپ کے غلام ہیں جناب والا.... کھا جائیے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" ایک چینی نے جواب دیا۔ "مگر حضور یاد کر کے بتائیے کہ اب ہمیں کہاں جانا ہے۔"

"نہیں بتاؤں گا.... پہلے تم اپنا وعدہ پورا کرو.... ہاں....!" اس نے کہا اور ہنسنے لگا۔

"وہ تنگڑی سی لڑکی بہت جلد آجائے گی جناب عالی۔" چینی نے کہا۔

دیو پھر کیلی کو دیکھنے لگا اور کیلی نے دیکھا کہ عمران اٹھ کر اس کی طرف آرہا ہے۔ نہ جانے کیوں کیلی کو اس سے الجھن نہیں محسوس ہوئی بلکہ وہ ایک طرح کا اطمینان محسوس کر رہی تھی۔

عمران کے بیٹھتے ہی وہ بولی۔ "دیکھا تم نے۔"

"ہاں....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کبھی میں بھی ایسا ہی تھا۔ مگر مجھے تفکرات نے کھالیا۔"

"تم اور تفکرات...." کیلی ہنس پڑی۔

"یقین کرو.... میں جھوٹ نہیں کہہ رہا.... مجھے سب سے بڑی فکر اس کی ہے کہ اگر زمین گول ہے تو چپٹی کیوں نظر آتی ہے۔"

"واقعی بڑی پریشان کن بات ہے! مگر ایسی باتیں سوچنے سے ٹی بی ہو جاتا ہے۔"

"سنو....!" عمران آگے جھک کر آہستہ سے بولا۔ "پتہ لگاؤ کہ یہ لوگ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں، کہاں جائیں گے۔"

"کیوں....؟"

"بس یونہی....!"

"پھر بھی! آخر خواہ مخواہ کیوں پتہ لگاؤں۔"

"میں اس موٹے آدمی کا شکار کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب.... میں نہیں سمجھی۔"

"دیکھو.... میں نے اتنی جغرافیہ تو پڑھی ہے کہ اس سفر کی دشواریوں کا اندازہ کر سکوں۔"

"پہیلیاں نہ بجھاؤ.... صاف صاف کہو۔"

"اگر یہ آدمی ہمیں مل جائے تو ہم اس سے بہتیرے کام لے سکیں گے۔ ویسے یہ مجھے اپنی ہی

طرف کا معلوم ہوتا ہے۔"

"تو پھر اس سے گفتگو کرو۔"

"نہیں.... میں نے ان چینیوں کو پچھلی شام کو بھی دیکھا تھا۔ یہ مجھے اچھے لوگ نہیں معلوم ہوتے۔ پتہ نہیں ان لوگوں میں اس موٹے کی کیا حیثیت ہے۔"

"تمہیں خواہ مخواہ اختلاج شروع ہوا ہے۔ آخر تم اس سے کیا کام لو گے اور پھر ہماری پارٹی میں کسی غیر متعلق آدمی کی گنجائش کیسے نکلے گی۔"

"میں نکال لوں گا.... تم اس کی پرواہ نہ کرو۔"

کیلی تھوڑی دیر تک کچھ خاموش رہی پھر بولی۔ "یہ چینی اُس کے غلاموں کے سے انداز میں گفتگو کر رہے تھے اور اس سے پوچھ رہے تھے کہ اب ہمیں کہاں چلنا ہے۔"

"اوہ....!" عمران سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"ویسے یہ آدمی شکل ہی سے بالکل گاؤدی معلوم ہوتا ہے۔" کیلی نے کہا۔

"اسے قابو میں کرنے کی کوشش کرو۔" عمران بولا۔

"کیا حماقت ہے.... بھلا میں کیسے قابو میں کروں گی۔"

"اچھا تو خیر.... پھر میں ہی دیکھوں گا۔"

"میں کہتی ہوں.... خواہ مخواہ وقت کیوں برباد کرو گے۔"

"تم دیکھنا یہ کتنا کار آمد ثابت ہوگا۔ اگر مجھے کہیں پیدل چلنا پڑا تو اس کے کاندھے پر سوار ہو کر چلوں گا۔"

کیلی پھر دیو کی طرف دیکھنے لگی جو اتنا کچھ کھالینے کے بعد بھی ایسا منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے ابھی پیٹ نہ بھرا ہو۔

ذہنی فتور

حمید کو یقین تھا کہ روزا کیتو پہنچ گئی ہوگی اور اُدھر کیتو سے طارق کی طرف سے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ وہ کیتو میں ان کا منتظر ہے۔

کیتو پہنچ کر انہوں نے اسی ہوٹل کا رخ کیا جہاں سے طارق کا تار ملا تھا۔ طارق وہاں ان کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ لیکن حمید کے پیٹ میں لڈو پھوٹنے لگے۔ کیونکہ اپنی "ایکٹوٹی" کا انجام اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

طارق نے بڑے مغموم انداز میں فریدی سے مصافحہ کر کے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور ہمدردانہ لہجے میں گفتگو کرتا رہا۔

حمید کو یقین ہو گیا کہ روزا نے اُسے حلق تک بھر دیا ہے.... لیکن روزا تھی کہاں طارق انہیں ان کے کمروں میں لے آیا۔

"آپ کچھ مغموم سے نظر آ رہے ہیں۔" فریدی نے طارق سے کہا۔

"نہیں تو....!" وہ مسکرا کر بولا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں آرام کی بے حد ضرورت ہے۔"

"شکریہ.... لیکن قاسم کے حصول سے پہلے میرے لئے آرام ناممکن ہے کیونکہ وہ میری ہی وجہ سے اس مصیبت میں پھنسا ہے۔"

"ٹھیک ہے.... ٹھیک ہے.... وہ مل ہی جائے گا۔ تمہیں بہت زیادہ فکر مند نہ ہونا چاہئے۔" طارق نے کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی ناسمجھ بچے کو بہلایا جائے۔ فریدی نے متحیرانہ نظروں سے طارق کی طرف دیکھا اور طارق دوسری طرف دیکھنے لگا۔ وہ بار بار حمید کی طرف بھی دیکھنے لگتا تھا جیسے اس سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا متمنی ہو۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ اگر یہ راز کھل گیا تو پھر اُس کی شامت ہی آجائے گی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تم سو جاؤ۔ ہم صبح اس مسئلے پر گفتگو کریں گے۔" طارق نے فریدی سے کہا۔

"دیکھئے.... میں نے آپ کو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ اگر آپ کوئی دشواری نہ محسوس کرتے ہوں تو میرا ساتھ دیں۔ ورنہ نہیں۔ آپ میرے بزرگ بھی ہیں اور مجھ سے زیادہ دانشور بھی.... اور پھر ان اطراف کی بیشتر زبانوں سے واقف ہیں۔"

"آخر تم یہ سب کیوں کہہ رہے ہو۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ آپ مجھے بالکل بچوں ہی کے سے انداز میں بہلا رہے ہیں۔"

"تم غلط سمجھے ہو بیٹے۔ میں بھی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے میں نے صبح گفتگو کرنے

کی تجویز پیش کی تھی۔"

"ٹھیک تو کہہ رہے ہیں طارق صاحب۔" حمید بول پڑا۔ "بھلا یہ کیوں نہ ساتھ دیں گے.... یہ تو پہلے بھی اکثر آپ کو اس سفر کی دعوت دیتے رہے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے طارق کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"اچھا شب بخیر.... میں دراصل بہت پریشان ہوں۔ آپ کچھ خیال نہ کیجئے گا۔"

پھر طارق اور حمید ساتھ ہی اس کے کمرے سے باہر آئے اور طارق اُسے اس کے کمرے میں لے آیا۔

"آپ کیلیفورنیا میں کیا کر رہے تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"میں دراصل آج کل جنگلوں سے متعلق معلوماتی فلمیں بنا رہا ہوں۔"

"آہا.... خاصا ایڈونچر رہتا ہوگا...." حمید نے کہا۔

"ہاں.... آں.... ارے بھئی مجھے فریدی کے متعلق یہ سب کچھ روزا سے معلوم ہوا۔ مجھے اس کے بارے میں ہمیشہ تشویش رہتی ہے۔ بہت زیادہ کام کا بُرا اثر اسی طرح ذہن پر پڑتا ہے۔"

"کیا روزا نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"ہاں.... وہ بھی اس سلسلے میں کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔"

"مگر وہ کہاں ہے۔"

"کسی دوسرے ہوٹل میں ٹھہری ہے.... صبح آئے گی۔"

"اب عزت آپ ہی کے ہاتھ ہے۔" حمید گڑگڑایا۔

"کیا مطلب....!" طارق چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"دماغ کرنل کا نہیں بلکہ میرا خراب ہو گیا ہے۔"

"یعنی....!"

"اُف فوہ! بس کیا عرض کروں.... مجھے بچپن ہی سے ایسا محسوس ہوتا رہا ہے جیسے مجھ پر کسی عورت کا سایہ ہو۔"

"پتہ نہیں کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔"

"میں سچ عرض کر رہا ہوں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب گذارش یہ ہے کہ اگر

روزا اس سفر میں ساتھ نہ ہوئی تو آپ لوگوں کو مجھے گھوڑوں کے ساتھ باندھنا پڑے گا۔"

"اگر تم نے صاف صاف بات نہ کی تو میں اٹھ کر چلا جاؤں گا۔"

"روزا نے کرنل سے درخواست کی تھی کہ اسے بھی ہم سفر بنایا جائے۔ لیکن کرنل نے اسے منظور نہیں کیا۔ میں نے سفارش کی تو سختی سے انکار کر دیا۔ مجبوراً مجھے یہ پلاٹ بنانا پڑا.... روزا بھی یہی سمجھتی ہے کہ کرنل کا دماغ خراب ہو گیا ہے اسی لئے ہمدردی میں یہاں دوڑی آئی۔ میرا مقصد بھی یہی تھا کہ کسی طرح کم از کم کیتو تک تو پہنچ ہی جائے۔ پھر یہاں سے میں دوبارہ کوشش کروں گا۔"

"ہونہہ....!" طارق آنکھیں نکال کر سر ہلاتا ہوا بولا۔ "تو یہ تمہاری شرارت ہے۔ تم نے خواہ مخواہ اتنی مخلص لڑکی کو بیوقوف بنایا۔ جس وقت وہ اس ٹریجڈی کا تذکرہ کر رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔"

"ارے تو میں نے یہ سب اُسی کے لئے تو کیا ہے۔ وہ سفر کرنا چاہتی تھی نا۔"

"کئی قسم کے شریر آدمی میں نے دیکھے ہیں مگر تم سا آج تک نظروں سے نہیں گذرا...."

طارق مسکرایا۔

"کیا آپ کو مجھ سے ہمدردی نہیں ہے۔" حمید نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "کیا آپ مجھے صحیح الدماغ سمجھتے ہیں۔"

"اب ڈھنگ کی باتیں کرو۔ ورنہ میں تمہاری مرمت کر دوں گا.... حمید میاں۔"

"پوچھئے.... کوئی ڈھنگ کی بات۔"

"قاسم کا کیا قصہ ہے۔"

حمید اُسے تفصیل بتانے لگا۔ اس کے خاموش ہونے پر طارق فوراً ہی نہیں بولا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر مسکرا کر کہا۔ "تو یہ سفر زبردستی ہو رہا ہے۔"

"قطعی زبردستی جناب۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "ورنہ تاریک وادی کا راستہ جنت میں نہیں لے جاتا۔"

"تم لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ میں اُس فضول سے آدمی کو ساتھ لے کر چلنے پر کیوں مصر ہونے لگا۔"

"اگر لوگ ایسی غلطیاں نہ کریں تو تقدیر کا نام کیسے روشن ہو۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" طارق نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"کیا آپ روزا کے لئے کرنل سے سفارش کر سکیں گے۔" حمید نے پوچھا۔

"کہوں گا بھئی۔" طارق نے لمبی سانس لے کر کہا۔ "ویسے یہ فعل بھی احمقانہ ہی ہوگا کہ ایسے کسی سفر میں کوئی عورت بھی ساتھ ہو۔"

"پچھلی بار بھی تو وہ ہمارے ساتھ ہی تھی۔"

"ضرور تا ساتھ تھی! ہم نے اُسے بطور یرغمال رکھا تھا۔"

"ارے تو یہ کون سی بڑی بات ہے اس بار ہم اُسے تن لین کی بھتیجی تصور کر لیں گے۔"

طارق کچھ نہ بولا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اُسے شب بخیر کہہ کر باہر چلا گیا۔

رات حمید نے سکون سے گزاری۔ طارق کے سامنے سب کچھ اگل دینے کے بعد وہ گویا اپنے سینے پر سے ایک بہت بڑی سل ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اسے یقین تھا کہ طارق حالات کو سنبھال لے گا۔

اور یہی ہوا بھی۔ دوسری صبح طارق فریدی کے کمرے میں پہنچا۔ حمید وہاں پہلے ہی موجود تھا۔ گفتگو قاسم کے اغواء سے شروع ہوئی اور فریدی اس وقت طارق کے رویئے میں کوئی غیر معمولی بات نہ محسوس کر سکا۔

"تو پھر میں روزا کو بھی تار دے کر بلوالوں...." طارق نے کہا۔

"کیوں....؟" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کچھ نہیں بھئی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم جب بھی دوسری بار تاریک وادی کا سفر کریں گے وہ ہمارے ساتھ یقینی طور پر ہوگی۔"

"ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔"

"پھر میں اپنے وعدے کا کیا کروں۔" طارق نے کہا۔ "تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو کہ وہ بزدل یا باعث تکلیف نہیں ثابت ہوئی تھی۔ ہمیں یہ سوچنا ہی نہیں پڑا تھا کہ کوئی عورت بھی ہمارے ساتھ ہے۔"

"آپ جانئے۔"

"تم بالکل فکر نہ کرو۔"

فریدی خاموش ہو گیا اور حمید نے دل ہی دل میں کہا۔ "وہ مارا۔"

"مگر کیوں نہ پہلے ہم انہیں کیتو ہی میں تلاش کر لیں۔" فریدی نے کہا۔

"یقیناً یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اگر قاسم یہیں مل جائے تو پھر آگے جانے کی کیا ضرورت ہے۔" حمید نے کہا اور طارق کی طرف دیکھنے لگا۔

"بھئی میں تو سفر کرنا ہی چاہتا ہوں۔" طارق بولا۔ "بہت دنوں سے سوچ رہا تھا اور یہی خواہش تھی کہ تم لوگ بھی ساتھ ہوتے۔ ہو سکتا ہے اس غار کی آگ اب بجھ گئی ہو جسے اس وادی کا راستہ ہی سمجھا جا سکتا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے کہا۔ "تو پھر یہاں قاسم کو تلاش کرنے کی مہم کس طرح شروع کی جائے۔"

"یہاں کے ہوٹل ہی معلومات کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ان سے کیتو آنے کی حماقت نہ سرزد ہوئی ہو گی کیونکہ پچھلی بار بھی ہم نے یہیں سے سفر شروع کیا تھا۔"

"پھر کیا کوئی دوسرا راستہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں! وہ سیدھے ریوبامبا میں جا سکتے ہیں اور وہاں سے شمال مشرق کی طرف چل کر کوئی زیارت گاہ تک پہنچ سکتے ہیں وہاں سے قاسم بخوبی ان کی رہنمائی کر سکے گا۔ بشرطیکہ اس کی یادداشت اچھی ہے۔"

"وہ شائد یادداشت کے ہجے بھی نہ جانتا ہو۔" حمید نے کہا۔

"تب تو پھر وہ لوگ اپنے ساتھ اُسے بھی ہلاکت میں ڈالیں گے۔"

پھر اُسی دن دوپہر کے بعد سے انہوں نے کیتو ہی میں قاسم کی تلاش شروع کر دی۔ ایک ایک کر کے سارے ہوٹل دیکھے۔ چینیوں کے متعلق پوچھتے پھرے لیکن کہیں سے بھی کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔ انہوں نے گھوڑوں کے تاجروں سے بھی گفت و شنید کی لیکن انہوں نے بتایا کہ ان سے اس دوران میں کسی غیر ملکی نے گھوڑوں کا سودا نہیں کیا۔ پھر وہ بار بردار مزدوروں کی بستیوں میں گھستے پھرے لیکن کہیں سے بھی یہ اطلاع نہ ملی کہ کسی نے لمبے سفر کے لئے مزدور

حاصل کئے ہوں۔

"تو پھر اب ریوبامبا ہی چلنا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"نہیں فضول ہے.... وہ یقینی طور پر تاریک وادی ہی کی طرف جائیں گے خواہ کہیں سے بھی سفر کریں۔ لہٰذا اب پھر ادھر بھٹکنے میں وقت نہ برباد کرنا چاہئے۔"

"نہ کیجئے جناب۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر مردہ سی آواز میں بولا۔ "لیکن آپ کو روزا کا انتظار تو کرنا ہی پڑے گا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ طارق حمید کی طرف شرارت آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی مسکرا کر بولا۔ "وہ کہاں سے آئے گی۔"

"شائد جنت سے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"وہ ہم سے پہلے ہی یہاں کیسے پہنچ گئی۔"

طارق اور حمید حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"تم اپنی حرکتوں سے کبھی باز نہیں آتے۔"

"میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"بھئی.... یہ حقیقت ہے کہ میں نے اُس سے اس سفر کا وعدہ کیا تھا۔" طارق نے جھینپے ہوئے انداز میں صفائی پیش کی۔ "اگر حمید صاحب یہ شرارت نہ فرماتے تب بھی میں اُسے دعوت دیتا۔"

"سن لیا آپ نے....!" حمید بولا۔

"مگر تمہیں اس کا علم کیسے ہوا۔" طارق نے پوچھا۔

"اسے حمید کی اصل اسکیم کا علم نہیں تھا اس لئے پچھلی رات کو ہی وہ ہوٹل میں آئی تھی۔"

"بھلا اُسے چین پڑ سکتی ہے۔" حمید نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

وہ دن بھر اِدھر اُدھر چکر لگانے کے بعد شام کو ہوٹل میں واپس آ گئے۔ روزا ان کی منتظر تھی۔ اُسے دیکھ کر فریدی اور طارق ڈائننگ ہال میں رک گئے۔ لیکن حمید اس راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا جس میں اس کا کمرہ تھا.... ویسے یہ اور بات ہے کہ کچھ دیر بعد وہ لوگ بھی وہیں پہنچ گئے

ہوں۔ روزا کسی لڑاکی مرغی کی طرح پھول پچک رہی تھی۔ اس نے حمید سے پوچھا۔

"آخر اس کی ضرورت کیا تھی۔"

"براہِ کرم آپ لوگ مجھے تنہا چھوڑ دیجئے۔" حمید اپنی پیشانی رگڑتا ہوا بولا۔

"نہیں آپ کو بتانا پڑے گا۔" روزا آنکھیں نکال کر بولی۔

"یہ نہ بھولئے کہ آپ میری ذمہ داری پر چل رہی ہیں۔" حمید نے بھی اُسی طرح آنکھیں نکال کر کہا۔

"میں جاتی یا نہ جاتی مگر آپ کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔"

"میں طارق صاحب کو بتا چکا ہوں کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"ختم کرو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "صبح ہماری روانگی ہو جائے گی۔ ہم اسی وقت گھوڑوں کا انتظام کریں گے۔ صرف چار ایسے مزدور ساتھ لے چلوں گا جو دشوار گزار راستوں پر بار برداری کر سکیں۔"

"نہیں آپ سب مجھ پر ہی سوار ہو جائیے اور سامان بھی لاد دیجئے۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"آخر آپ گول مرچیں کیوں چبا رہے ہیں۔" روزا ہنس پڑی۔

دفعتاً ایک ویٹر ان کی اجازت حاصل کر کے کمرے میں داخل ہوا۔

"ایک چینی ڈائننگ ہال میں موجود ہے جناب۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

فریدی نے اس ویٹر کو تاکید کی تھی کہ اگر ان کے قیام کے دوران میں کوئی چینی ہوٹل میں دکھائی دے تو اسے مطلع کیا جائے۔ اس کے عوض اُس نے معقول انعام کا بھی وعدہ کیا تھا۔

"کیا وہ دیر سے ہوٹل میں تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ اس وقت ہال میں داخل ہوا تھا جب آپ اٹھ آئے تھے۔" فریدی نے طارق حمید اور روزا کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود باہر نکل گیا۔ ویٹر بھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا تھا۔

"مجھے کرنل کے متعلق گہری تشویش ہے۔" حمید نے کچھ دیر بعد بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں! کیا اب پھر کوئی شوشہ چھوڑنے کا ارادہ ہے۔" روزا بولی۔

"نہیں آپ نہیں سمجھ سکتیں۔"

"بھئی ختم کرو" طارق نے کہا۔ "مجھے تمہاری باتوں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔"

"دیکھئے پچھلی رات میں نے اس خیال سے آپ سے غلط باتیں کی تھیں کہ کہیں آپ جا کر انہیں سمجھانا نہ شروع کر دیں اور یہاں ہوٹل میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو جائے۔ کیونکہ اگر انہیں اس بات کا شبہ بھی ہو جائے کہ مخاطب انہیں دماغی فتور میں مبتلا سمجھتا ہے تو.... وہ پچھلی رات آپ کے دردمندانہ رویہ پر کس بُری طرح بھڑک گئے تھے۔"

"میں کہتا ہوں کہ خاموش رہو۔" طارق نے کہا۔

حمید روزا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تو آپ ہی سن لیجئے یہ درد بھری داستان۔"

"میں نہیں سنتی۔"

حمید دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

پندرہ یا بیس منٹ بعد طارق نے کہا۔ "کیا بات ہے۔ ابھی تک وہ واپس نہیں آیا۔"

"اگر وہ کوئی چینی ہی تھا تو کرنل اُسے کھدیرتے ہوئے چلی کے آخری سرے تک جائیں گے۔" حمید نے کہا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد اُسے بھی تشویش ہوئی اور وہ ڈائننگ ہال میں آئے۔ لیکن یہاں نہ فریدی کا پتہ تھا اور نہ کسی چینی کا۔

انہوں نے اس ویٹر سے پوچھا جس نے کسی چینی کی موجودگی کی اطلاع دی تھی۔ لیکن اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ اس نے بتایا کہ وہ کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ پھر اُسے دھیان ہی نہ رہا۔

باہر نکل کر بھی وہ تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر بھٹکتے پھرے، لیکن فریدی کا سراغ نہ ملا۔

خالہ زاد بھائی

عمران صفدر کا منتظر تھا اور چاہتا تھا کہ کیلی کسی طرح ٹل جائے۔ مگر وہ بڑی دیر سے اُس کے سر پر مسلط تھی۔

"تمہاری کتنی خالائیں ہوں گی۔" اس نے یک بیک چونک کر اس سے پوچھا۔

"کیوں....!"

"واہ یہ اچھی رہی۔" عمران نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ "میں جب بھی تم سے کچھ پوچھتا

ہوں تم اسی طرح کیوں کیوں کرنے لگتی ہو۔"

"کیوں نہ کروں....!"

"نہیں کرسکتیں۔"

"تمہیں میری خلاؤں سے کیا سروکار۔"

"ہے سروکار تمہیں بتانا پڑے گا۔" عمران کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ وہ اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اُسے بڑی شدت سے غصہ آگیا ہو۔

دفعتاً کیلی کو صفدر کی بات یاد آگئی جس نے کہا تھا کہ عمران پر مختلف اوقات میں مختلف قسم کے دورے پڑتے ہیں۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ عمران بالکل پاگلوں ہی کے سے انداز میں اُسے گھور رہا تھا۔

"تم عجیب آدمی ہو....!" وہ اٹھ کر دروازے کی طرف کھسکتی ہوئی بولی۔

"میں پوچھ رہا ہوں.... تمہاری کتنی خلائیں ہیں.... اور تم بتائے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتیں۔" عمران نے کہا۔ اس طرح نیچے جھکا جیسے اُس پر چھلانگ لگائے گا.... کیلی بھاگ نکلی۔

اُس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ کہیں وہ اس کے پیچھے تو نہیں آرہا۔

عمران نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور اُسے بولٹ کر کے پھر کرسی کی طرف واپس آرہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"ارے اب کون ہے۔" عمران ناک کے بل بولا۔

"صفدر....!" باہر سے آواز آئی۔ عمران نے دروازہ کھول دیا اور کرسی کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ "خوب مضبوطی سے بند کرنا۔"

"کیوں.... یہ ابھی کیلی کیوں بھاگی ہوئی گئی ہے۔" صفدر نے دروازہ بولٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھ پر خلائی دورہ پڑا تھا....!" عمران نے بے بسی سے کہا۔ "مگر یہ یورپین لڑکیاں بڑی.... بے خفا.... نہیں کیا کہتے ہیں اُسے.... بے جفا.... اے کیا کہتے ہیں اسے.... ارے ہاں بے وفا.... بڑی بے وفا ہوتی ہیں۔ یورپین لڑکیاں۔ میں کہتا ہوں اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہاری کتنی خلائیں ہیں تو کیا تم مجھے کاٹنے دوڑو گے۔"

"پتہ نہیں....!"

"نہیں بتاؤ! میں کیا کروں۔ میرے ساتھ یہ بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ بعض اوقات دل چاہتا ہے کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کو پوچھتا پھروں کہ اس کی کتنی خلائیں ہیں۔ بعض شریف آدمی بتا دیتے اور بعض مارنے کو دوڑتے ہیں۔ اب اسی وقت اس کیلی کی بچی نے کرسی کھینچ کر ماری ہوتی۔ ایک ماہر نفسیات نے بتایا تھا کہ اس ذہنی مرض کو آنٹو بناٹا کو مپلکس کہتے ہیں۔"

"ضرور کہتے ہوں گے...." صفدر نے سر ہلا کر کہا۔ "مگر یہاں آپ کے کومپلکسز اور فوبیاز میرے لئے بڑی الجھنیں پیدا کر رہے ہیں۔"

"کیوں؟ کیا ہو گیا؟"

"یہ لوگ میرا دماغ چاٹتے ہیں۔ میں انہیں کیا بتاؤں کہ آپ کس قسم کے آدمی ہیں۔"

"ارے ہٹاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "ہاں.... تو کیا رہا۔"

"وہ چینی بھی کسی طرف سفر کرنا چاہتے ہیں اور ان کے سفر کا دارومدار موٹے پر ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس موٹے کو سمجھنے سے قاصر رہا ہوں۔ اس کی باتیں سمجھ میں آنے والی نہیں ہیں.... وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ وہ بڑا بدنصیب آدمی ہے۔ عرصہ ہوا اس کی شادی ہوئی تھی لیکن وہ نہیں جانتا کہ شادی کس چڑیا کا نام ہے۔"

"شادی شاید اس چڑیا کو کہتے ہیں جو رات کو بولتی ہے اور دن کو کہیں نہیں دکھائی دیتی۔"

"اُلو....!"

"ہاں.... اُلو.... مجھے.... کچھ اور یاد آرہا تھا.... ہاں تو وہ نہیں جانتا کہ شادی کس چڑیا کا نام ہے۔ کمال ہے.... صفدر صاحب.... کہیں یہ آدمی میرے ہی قبیلہ سے تو نہیں تعلق رکھتا۔"

"غالباً ان چینیوں نے اُسے کسی بہت تگڑی سی لڑکی کا لالچ دیا ہے اس لئے وہ کسی منزل تک ان کی رہنمائی کرے گا۔"

"گڈ گاڈ! وہ رہنمائی کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اردو بولنے والوں میں سے ہے۔ لیکن کوئی ایسا آدمی یہاں کسی کی رہنمائی کیسے کر سکے گا...."

"جی ہاں.... وہ اردو ہی بولنے والوں میں سے ہے۔ میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کیونکہ وہ اکثر انگریزی بولتے وقت رو میں اردو کے الفاظ بھی استعمال کر جاتا ہے مثلاً.... ارے باپ رے،

سالے.... اور ابے.... وغیرہ۔"

"شاندار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ وہ اس چڑیا سے واقف نہیں حویلیوں کو کھنڈر کر دیتی ہے۔"

"وہ ایک پُر اسرار آدمی کی باتیں کرتا ہے۔ ان سے کہتا ہے کہ تم اس وادی میں اتر ہی نہ سکو گے کیونکہ وہ میلوں گہری ہے اور وہ گہرائی دیواروں کی شکل کی ہے۔ نیچے پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور ہونٹوں کو دائرے کی شکل دے کر کچھ سوچنے لگا۔

"تو یہ لوگ کدھر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"ادھر ہی جہاں.... ہمیں جانا ہے۔"

"کیا مطلب....؟"

"وہ شمال مشرق کی طرف سفر کریں گے اور ان کی منزل بھی کوٹی کی زیارت گاہ ہی ہے.... اور وہیں سے وہ موٹا آدمی آگے کے لئے ان کی رہنمائی کرے گا۔"

"تمہارے سننے میں تو فرق نہیں آیا۔"

"نہیں قطعی نہیں.... یہ سب باتیں تو مجھے موٹے سے ان کی گفتگو کے دوران میں معلوم ہوتی رہیں ورنہ چینیوں کی چاؤں چاؤں تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"کوٹی کی زیارت گاہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں سے ہم مشرقی ڈھلان کے جنگلوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کم از کم ایکویڈور سے تو اور کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے....!"

"ان جنگلوں میں داخل ہونے کے لئے کوٹی کی زیارت گاہ کی طرف جانا ضروری ہے۔"

"ہاں.... ضروری ہے۔" اوبران نے عمران کے سوال کا جواب دیا۔

"اچھا! کیا ان اطراف میں کوئی ایسی وادی بھی ہے جو میلوں گہری ہو اور نیچے اترنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔"

"آہا....!" اوبران کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا مسکرایا۔

"تو یہ کہو کہ تم نے کہیں سے تاریک وادی کا تذکرہ سن پایا ہے۔"

"یہ کیا بلا ہے۔"

"ارے بھئی یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ نیویارک میں دو ایسے افراد ہیں جنہیں تاریک وادی کے دیدار کر لینے کا دعویٰ ہے۔ لیکن مجھے اس کہانی پر یقین نہیں ہے.... ویسے اس سلسلے میں تمہارے ایشیا ہی کے ایک سراغرساں کا نام لیا جا رہا ہے.... کرنل فریدی جس کی کہانیاں جاسوسی ناولوں کی سی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔"

"مگر میں یہ کہانی ضرور سنوں گا.... میرے لئے تھوڑا وقت نکالو۔"

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی اور اوبران سے اجازت مل جانے پر دروازہ کھولا۔ یہ کیلی تھی.... لیکن عمران پر نظر پڑتے ہی بوکھلا گئی۔

"اُف.... فوہ.... میں تو بھول ہی گیا تھا۔" عمران غرا کر اٹھا اور کیلی بڑی پھرتی سے باہر نکل گئی۔ دروازہ آواز کے ساتھ بند ہو گیا۔

اوبران سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عمران نے ہاتھ نچا کر اس سے کہا۔ "آخر اس مہم میں کسی عورت کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ مگر اس کے ملک کی حکومت نے اس کا انتخاب کیا تھا۔"

"کیا وہاں عورتوں کی حکومت ہے۔"

"پتہ نہیں۔" اوبران بیزاری سے بولا۔

"ہاں.... میں نے کہا تھا کہ تاریک وادی کے متعلق مجھے بتادو۔"

اوبران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "کئی سال کی بات ہے چلی کے اپلیوم پہاڑ پر برف میں دبی ہوئی ایک لاش ملی تھی۔ یہ انکا نسل کی ایک چودہ سالہ شہزادی کی لاش تھی۔ اسے ایک چینی نے دریافت کیا تھا۔ شاید تم نے بدنام زمانہ سنگ ہی کا نام سنا ہو۔ مردہ شہزادی کے جسم پر چاندی کے کچھ زیورات بھی تھے، جن میں سے ایک سنگ ہی نے غائب کردیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طوق پر ایک قدیم تحریر تھی۔ طوق کے لئے ایک زبردست ہنگامہ ہوا۔ سنگ ہی اسے لے کر ایشیا کی طرف بھاگ گیا۔ نیویارک کا مشہور ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر شیپرڈ بھی اس طوق کی تاک میں تھا۔ اس کی پارٹی نے کرنل فریدی کے ملک تک سنگ ہی کا تعاقب کیا۔ وہاں ان کی آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پھر فریدی ان کی طرف متوجہ ہوگیا اور وہ طوق سنگ ہی کے ہاتھوں سے نکل کر فریدی کے پاس جا پہنچا۔ وہ اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ اسے چلی کی حکومت کو واپس کردیا جائے گا کیونکہ چلی کی حکومت نے اس کے لئے استدعا کی تھی.... لیکن سنگ ہی اسے سرکاری خزانے سے دوبارہ لے اڑا۔ نیویارک پہنچ کر ڈاکٹر شیپرڈ اور سنگ ہی کے درمیان صلح ہوگئی۔ سنگ ہی کو صلح کرنی پڑتی کیونکہ ڈاکٹر شیپرڈ کے علاوہ اور کون اس سلسلے میں کام آسکتا تھا۔ طوق کی تحریر کو صرف وہی سمجھ سکتا تھا۔ اس طوق کے متعلق خود انکا قوموں میں بھی سالہا سال سے عجیب و غریب روایات مشہور تھیں جن کا ماحصل یہ تھا کہ وہ طوق قدیم انکا بادشاہوں کے خفیہ خزانے کا نشان ہے۔ بہر حال فریدی ان دونوں کا تعاقب کرتا ہوا نیویارک پہنچا۔ مجھے اس کہانی پر یقین نہیں ہے۔ مسٹر عمران جس طرح میں نے سنا ہے اسی طرح تمہیں بھی بتا رہا ہوں۔"

"پھر کیا ہوا۔"

"ڈاکٹر شیپرڈ، وہ تصویری تحریر پڑھ لینے میں کامیاب ہوگیا جو اس طوق پر کندہ تھی۔ اس طرح وہ تاریک وادی کے راستے پر لگ گئے۔ ادھر فریدی کی پارٹی ان کا تعاقب کرتی رہی۔ فریدی کے ساتھ ڈاکٹر شیپرڈ کی لڑکی بھی تھی.... میں اس کا نام بھول گیا۔ ایک مشرقی بھی تھا جو نیویارک ہی میں رہتا ہے۔ دراصل یہ کہانی انہی دونوں کی زبانی عام لوگوں تک پہنچی ہے۔ خیر ہاں تو وہ دونوں ہی پارٹیاں تاریک وادی تک پہنچ گئیں۔ سنگ ہی فریدی سے پہلے وہاں پہنچا تھا۔ لیکن وادی میں نہیں اتر سکا تھا۔ راستے میں ڈاکٹر شیپرڈ سنگ ہی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ سنگ ہی نے وادی میں داخل ہونا چاہا لیکن اس کے کئی آدمی مر گئے۔ کیونکہ جس غار کے ذریعہ اس نے وادی

میں اترنے کی کوشش کی تھی اس کے دہانے سے گیس خارج ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر سنگ ہی اور اس کے ساتھیوں نے گیس ماسک پہن لئے اور غار میں اترتے ہی جا رہے تھے کہ فریدی نے اپنے کوٹ میں آگ لگا کر اسے غار کے دہانے کی طرف اچھال دیا۔ گیس نے آگ پکڑلی اور غار سے بہت اونچی لپک اٹھنے لگی.... مگر سنگ جس پر دیوانگی کا دورہ پڑا تھا اسی آگ میں کود کر غائب ہوگیا۔ پھر فریدی اور اس کے ساتھی کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے لگے لیکن انہیں کوئی دوسرا راستہ نہیں مل سکا تھا اور وہ ناکام واپس آئے تھے۔ طوق بھی فریدی کو نہیں مل سکا تھا کیونکہ سنگ ہی اسے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔"

"آخر تمہیں اس کہانی پر یقین کیوں نہیں آیا.... جبکہ ڈاکٹر شیپرڈ کی بھی واپسی نہیں ہوئی تھی۔"

"ارے.... میں اسے تسلیم کرسکتا ہوں کہ اسے سنگ نے مار ڈالا ہوگا۔ لیکن یہ واقعہ کسی دوسرے معاملے سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ شیپرڈ بہت مالدار تھا ہوسکتا ہے اسے اس کے کسی عزیز ہی نے ختم کردیا ہو اور جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہانی تراشی گئی ہو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی سوچ میں تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے اوبران کو اس موٹے آدمی کے متعلق بتایا جو چینیوں کے ساتھ تھا۔ اوبران توجہ اور دلچسپی سے سنتا رہا۔ پھر بولا۔ "اگر یہ بات ہے تو ممکن ہے وہ کہانی سچ ہی ہو۔ ہاں میں نے بھی اس دیوزاد کو دیکھا ہے۔"

"محض دیکھ لینے سے تو کام نہیں چل سکتا مسٹر اوبران۔"

"پھر بتاؤ کیا کروں۔"

"کچھ بھی نہ کرو.... اب سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو.... لیکن ہاں اس صورت میں میرے کسی کام میں دخل انداز مت ہونا۔ میں جو کچھ بھی کرتا ہوں اپنی ذمہ داری پر۔"

"مگر تم کرو گے کیا....؟"

"بس دیکھ لینا وہ موٹا ہمارے سفر کے لئے بہت ضروری ہے۔"

"لیکن اگر اس کہانی کو باور کرلیا جائے تو وہ موٹا سنگ ہی یا فریدی ہی کی پارٹی کا کوئی آدمی ہوسکتا ہے۔" اوبران نے کہا۔

"وہ کوئی بھی ہو۔ ہمارے لئے یقینی طور پر کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔" بات ختم ہوگئی اور عمران اوبران کے کمرے سے اٹھ گیا۔

صفدر اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے پوچھا۔ "لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ وہ موٹا ان چینیوں کی بجائے ہمارے ہی ساتھ جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اس آدمی کو کسی حد تک سمجھ سکا ہوں۔"

"وہ کچھ بھی ہو لیکن چینی ہر وقت اس کی نگرانی کرتے رہتے ہیں۔"

"خیر تم فکر نہ کرو۔ میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

اسی رات کو ان کی روانگی تھی۔ صفدر کی سمجھ میں نہ آسکا کہ آخر عمران اپنے مقصد میں کس طرح کامیاب ہو سکے گا۔

سر شام ہی وہ اس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں سے انہیں کوٹی کے لئے روانہ ہونا تھا۔ لیکن عمران راستے ہی سے غائب ہو گیا بعد میں اوبران سے صفدر کو معلوم ہوا کہ دس بجے تک واپس آنے کو کہہ گیا ہے۔

صفدر وغیرہ اس سرائے میں آپہنچے جہاں ان کیلئے گھوڑے اور باربردار مزدور موجود تھے۔

دس بجے تک عمران کا انتظار ہوتا رہا لیکن وہ نہیں آیا۔ اوبران کو اس سلسلے میں تشویش تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کہیں عمران کسی مصیبت میں نہ مبتلا ہو جائے کیونکہ وہ یہاں کی زبان بھی نہیں جانتا اور یہاں انگریزی بولنے والے کم ہی ملتے ہیں۔

پھر تقریباً پونے گیارہ بجے اوبران اس کی تلاش میں جانے کے لئے اٹھ ہی رہا تھا کہ عمران اس موٹے آدمی سمیت وہاں پہنچ گیا۔

انہیں اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ موٹا آدمی خوش بھی نظر آرہا تھا۔

"یہ مس گیلی گراہم ہیں۔" عمران نے آتے ہی موٹے آدمی کا تعارف کیلی سے کرایا۔ "اور آپ مسٹر قاسم.... میرے خالہ زاد بھائی۔"

"ہی ہی....!" قاسم نے بتیسی نکال کر کہا۔ "بڑی خوشی ہوئی.... جی ہاں۔"

بقیہ لوگ سمجھتے تھے شائد وہ ان کا تعارف بھی کرائے گا لیکن عمران نے بالکل خاموشی ہی اختیار کر لی۔

صفدر نے عمران کو الگ لے جا کر پوچھا کہ آخر یہ معجزہ کیسے ظہور میں آیا۔

"ارے...." عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ وہ سب اسی کے کمرے میں تھے اور وہیں انہوں

نے کافی طلب کی۔ اتفاق سے اس موٹے نے چائے منگوائی تھی یا ممکن ہے یہ کافی پیتا ہی نہ ہو۔ میں نے کافی پر ہاتھ پھیر دیا۔ ارے یہ سوٹ کیس جو میری چھاتی سے چمٹا رہتا ہے تو کیوں چمٹا رہتا ہے اس میں ایسے ہی عجائب و غرائب ہیں کہ ہاتھ کی صفائی ہمالیہ کو بھی دریائے نربدا بنادے بہر حال وہ لوگ کافی پی کر اتنا غفیل ہو گئے اور میں اس موٹے کو پار کر لایا۔ یہ خود بھی اُن سے بُری طرح اکتایا ہوا تھا۔ میں نے اسے یقین دلایا ہے کہ وہ میرا خالہ زاد بھائی اور تایا زاد ماموں ہے۔

بھوکا بھوت

فریدی کا قافلہ کوٹی کی زیارت گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ یہ لوگ گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے اور ان کے لباس مقامی باشندوں کے سے تھے۔

فریدی نے ابھی تک کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ پچھلی رات کو اتنی دیر تک کہاں رہا تھا اور اس چینی کا کیا ہوا تھا جس کی موجودگی کی اطلاع پر وہ ڈائننگ ہال میں گیا تھا۔

دھوپ تیز ہونے کے باوجود بھی یہ سفر تکلیف دہ نہیں تھا کیونکہ کیٹو بلندی پر ہونے کی وجہ سے سرد ہی رہتا ہے۔ اگر بلندی پر نہ ہوتا تو تھوڑی ہی دور چلنے پر ان کی زبانیں نکل پڑتیں کیونکہ ایکویڈور استوائی خطے میں ہے۔

طارق کا سیاہ نیولا اس کے کاندھے پر سوار تھا اس لئے راہ میں ملنے والے مقامی باشندے ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسے تعظیم دیتے تھے۔

روزا ایک اچھی شہسوار تھی اور حمید اس کے گھوڑے پر بیٹھنے کے انداز پر بڑی دیر سے مر مٹنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

وہ فریدی کے ساتھ ہی چل رہا تھا۔ روزا آگے طارق کے ساتھ تھی۔

"پچھلی رات" فریدی نے خود ہی حمید کو مخاطب کیا۔ "وہ چینی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"کیوں....؟"

"ہو سکتا ہے وہ کوئی غیر متعلق آدمی ہی رہا ہو۔"

"مگر آپ اتنی دیر تک کہاں رہے تھے۔"

"اس کے تعاقب میں۔"

"وہ کہاں گیا تھا۔"

"ایک چینی دندان ساز کی دوکان میں! دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ کوئی قطعی غیر متعلق آدمی تھا یا پھر تن لین کی طرف سے اس لئے یہاں چھوڑا گیا ہے کہ ہم لوگوں کو یہیں الجھائے رکھے۔ اگر غیر متعلق آدمی ہے تو صحیح الدماغ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مجھے خواہ مخواہ شہر کے چکر کھلا رہا تھا۔"

"ہاں.... یونہی بے فائدہ۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اس دوکان پر کھڑا ہوا ہے کبھی اس دوکان پر۔"

"اچھا اگر قاسم کیتو میں ہو تو۔"

"ہونے دو۔ میں خواہ مخواہ وہاں وقت نہیں برباد کرنا چاہتا تھا۔ قاسم کہیں بھی ہو اس راہ پر ضرور آئے گا کیونکہ اس کے اغواء کا مقصد ہی یہی ہے۔"

"بیٹھے بٹھائے مفت کی پریشانی۔ اپنے ستارے ہی ایسے واہیات ہیں کہ چھٹیوں میں بھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اگر طارق اپنا گھوڑا بڑھالے جائے تو وہ روزا کے قریب پہنچ سکتا تھا لیکن وہ شاید کسی مسئلے پر بڑی سرگرمی سے بحث کر رہے تھے۔

سفر جاری رہا اور دو دنوں تک کوئی خاص واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ حمید کی وجہ سے ہر وقت لطیفے ہوتے رہتے اور فریدی بھی دل کھول کر ہنستا۔ روزا بھی کافی زندہ دل ثابت ہوتی رہی تھی اور بوڑھا طارق تو حمید کے ساتھ بچہ ہی بن گیا تھا۔

تیسرے دن انہیں ایک جگہ ایک بہت بڑی گھوڑا گاڑی دکھائی دی۔

"یہ راستہ ریوباما کی طرف آتا ہے۔" طارق بولا۔

فریدی نے جیب سے دوربین نکالی اور گاڑی کی سمت دیکھنے لگا جو ابھی بہت دور تھی۔ دفعتاً حمید نے اس کے ہونٹوں پر کھنچاؤ سا محسوس کیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ آنکھوں پر سے دوربین ہٹاتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ گاڑی ہانکنے والے کے برابر بیٹھا ہوا آدمی کوئی چینی ہی ہے۔"

"تب پھر ہمیں یہیں ٹھہرنا چاہئے۔ بلکہ اگر ہم ٹیکرے کی اوٹ میں ہو جائیں تو بہتر ہے۔ وہ ہمیں دیکھ کر بے دریغ فائر کریں گے۔"

"میں انہیں اس کا موقع نہیں دوں گا۔ پیچھے ہٹو۔" حمید نے دوسرے سواروں کو ٹیکرے کی اوٹ میں کرنا شروع کر دیا۔ گھوڑا گاڑی آہستہ آہستہ چل رہی تھی اور اس کے پیچھے تین چار سوار بھی تھے اور کچھ خچروں پر سامان لدا ہوا تھا۔ فریدی کے علاوہ اور سب ٹیکرے کی اوٹ میں تھے۔ فریدی کا گھوڑا ٹیکرے پر تھا۔ حمید نے اسے بھی آواز دی لیکن فریدی نے کہا۔ "جیسے ہی میں فائر کروں تم اور طارق دائیں بائیں ہو کر فائرنگ شروع کر دینا۔ مگر خیال رہے کہ فائر ہوائی ہوں۔"

حمید نے ایک بار پھر اسے دوربین نکالتے دیکھا۔ دوربین کا رخ گھوڑا گاڑی کی طرف تھا۔ یک بیک اس نے دوربین جیب میں ڈالی اور رائفل اٹھا کر گھوڑے پر فائر کر دیا۔ طارق اور حمید ٹیکرے کے دائیں اور بائیں کناروں سے فائرنگ کرنے لگے.... گھوڑا گاڑی کے کوچوان نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ گھوڑے بھڑک گئے تھے۔ پھر شاید کسی نے انہیں قابو میں کرنے کی کوشش کی اور گھوڑا گاڑی سے بھی فائر ہونے لگے۔

لیکن ادھر حمید پر نئی افتاد پڑی۔ اس کا گھوڑا اس بُری طرح بھڑکا کہ اس کے ہاتھ سے رائفل ہی چھوٹ پڑی اور پھر اگر وہ دوسرے ہی لمحے میں گھوڑے کی گردن سے چمٹ نہ گیا ہوتا تو اس کی کھوپڑی کے کم از کم ایک ہزار ٹکڑے ضرور ہو گئے ہوتے۔ اس کے بعد اسے صرف اتنا ہوش رہ گیا تھا کہ گھوڑے کی گردن پر اس کے بازوؤں کی گرفت سخت سے سخت ہوتی جا رہی تھی۔ ویسے وہ فائروں کی آوازیں بھی سنتا رہا تھا۔ لیکن خود اس کے حلق سے کسی قسم کی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

گھوڑا اسی جوش و خروش کے ساتھ دوڑ رہا تھا اور حمید کو گرا دینے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ مگر تھا اصیل اس لئے لوٹ نہیں لگائی ورنہ حمید کی ہڈیاں سرمہ ہو گئی ہوتیں۔

حمید نے لگام کو جھٹکا دیا اور گھوڑا بے چوں و چرا اسی طرف چلنے لگا جدھر وہ اسے لے جا رہا تھا.... حمید نے اسے ایک درخت کے تنے سے باندھ دیا۔ اس کا دل تو یہی چاہ رہا تھا کہ زین سے لٹکتے ہوئے تھیلے سے چابک نکالے اور اس پر برسانا شروع کر دے لیکن پھر سوچا کہ اگر اب کے وہ کوئی انتقامی کاروائی کر بیٹھا تو کیا ہوگا۔

"اچھا سالے....!" وہ ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میں تمہیں اپنی خوش اخلاقی سے زیر کروں گا۔"

اور اس نے سچ مچ خوش اخلاقی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ اس کی گردن تھپ تھپائی اور چمکارتا رہا۔ ویسے اس کی بدحواسی ابھی پوری طرح زائل نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے اس کے ذہن میں یہی بات آئی کہ گھوڑے کو زیادہ سے زیادہ مکھن لگانا چاہئے۔ لہٰذا اس نے زین اتار کر باقاعدہ طور پر اس کی مالش شروع کر دی۔ حالانکہ خود اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس لئے اسے زمین پر گر کر کچھ دیر تک بے سدھ پڑا رہنا چاہئے تھا۔ مگر بے چارا اسے کیا کرتا کہ جوڑ جوڑ کے ساتھ دماغ کے اسکریو بھی ڈھیلے ہو گئے تھے اور اسے اس وقت قطعی یاد نہیں رہ گیا تھا کہ وہ کس پوزیشن میں ہے۔ کچھ دیر پہلے کہاں تھا اور اب کہاں آ پہنچا ہے۔ دوسری بار صحیح راستے پر لگ بھی سکے گا یا نہیں۔

کچھ دیر بعد اسے ہوش آیا اور وہ بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اب اس کے فرشتے بھی اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ گھوڑا اسے کس راستے سے لایا تھا۔

حمید سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اب تو اس کا دل چاہ رہا تھا کہ گھوڑے کو گولی ہی مار دے مگر چونکہ ابھی اسے اپنے اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس لئے اس کا ہاتھ ہولسٹر کی طرف نہ جا سکا۔ لیکن اب وہ کیا کرے گا....؟ یہ سوال تھا یا کسی بہت بڑے بھیڑیئے کا پھیلا ہوا منہ۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ کیونکہ یہاں کیتو کی سی ٹھنڈک نہیں تھی۔

دفعتاً وہ اچھل پڑا۔ اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ اس کی پشت پر ایک ٹیکرا تھا اور اس پر سے دو آدمی اس کی طرف دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں کلہاڑیاں اور بڑے بڑے پتھر تھے۔

حمید بدک کر بھاگا مگر اس کا مقدر ہی اچھا تھا کہ وہ دونوں پتھر اس پر نہیں پڑے.... اس نے مڑ کر فائر کیا اور ایک چیخ سناٹے میں گونج کر رہ گئی۔ دوسرا آدمی بھاگ کر ٹیکرے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس کا ساتھی چشمے کے کنارے پڑا تڑپ رہا تھا۔ حمید نے اندھا دھند سارے فائر ٹیکرے پر جھونک مارے۔ وہ دراصل خائف تھا۔ جنگلیوں سے اس کی روح فنا ہوتی تھی۔ ویسے اگر اُن دو کی بجائے دس بھی ہوتے تو وہ پرواہ نہ کرتا۔

اس نے ریوالور کو دوبارہ لوڈ کرنا چاہا لیکن موقع نہ مل سکا کیونکہ جنگلی نے ٹیکرے کی اوٹ

سے دوبارہ اس پر چھلانگ لگائی، حمید پھر بھاگ نکلا۔ وہ اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ لیکن ریوالور اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔ جسے اس نے ہولسٹر میں ٹھونسنے کی کوشش کی۔ جنگلی کلہاڑا تانے ہوئے اس کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔

حمید گھوڑے سے دور نہیں جانا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ لہٰذا اس نے ایک لمبا چکر لیا۔ اس وقت اس کے پیروں میں گویا پر لگ گئے۔ لیکن وہ جنگلی بھی کم تیز نہیں معلوم ہوتا تھا۔ حمید جب بھی مڑتا اسے سر ہی پر پاتا اور پھر اس کے کلہاڑے کی زد سے بچنے کے لئے اسے دوڑتے ہی میں چھلانگ لگانی پڑتی.... وار خالی جاتا۔ جنگلی ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرا.... اور پھر اس کے سنبھلتے سنبھلتے حمید اس کے ساتھی کی لاش کے قریب پہنچ گیا۔

دفعتاً ایک خیال بجلی کی سی سرعت سے اس کے ذہن میں آیا۔ یہی کہ بھڑ ہی جانا چاہئے۔ ورنہ ممکن ہے اس طرح کی بھاگ دوڑ اسے دوسری دنیا کی سیر ہی کرا دے۔ اس نے بڑی پھرتی سے مردہ جنگلی کا کلہاڑا اٹھا لیا۔

اس کے ہاتھ میں کلہاڑا دیکھ کر جنگلی کی رفتار سست ہو گئی اور وہ اپنا کلہاڑا تولتا ہوا آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت اس کی آنکھیں بلیوں کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔

حمید نے کبھی خواب میں بھی کلہاڑا نہیں چلایا تھا۔ وہ خائف بھی تھا اور جنگلی کو مار بھی ڈالنا چاہتا تھا۔ اس جذباتی کش مکش نے اس کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ شائد جنگلی نے بھی اس کی ظاہری حالت سے دلی کیفیات کا اندازہ کر لیا تھا۔ اس لئے اس کے ہونٹوں پر ایک وحشیانہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

یک بیک اس نے اچھل کر حملہ کیا اور حمید بلبلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ اتفاقاً جنگلی نے اپنے ساتھی کی لاش سے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل نیچے چلا آیا۔

پھر حمید کو نہیں معلوم کہ کس طرح اس کا کلہاڑا اس کی پشت میں پیوست ہو گیا تھا جسے وہ دوسرے وار کے لئے کھینچ بھی نہ سکا۔ جنگلی کسی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ کلہاڑا اب بھی اس کی پشت میں پیوست تھا۔ حمید پھر بھڑک کر بھاگا۔

جنگلی اسی انداز میں کراہتا ہوا اندھوں کی طرح دو چار قدم چلا اور پھر ڈھیر ہو گیا۔ کچھ دور دوڑنے کے بعد حمید کو پھر عقل آئی اور وہ مڑا۔ پھر رک ہی گیا.... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان

آخر ان لوگوں نے طے کیا کہ اس جنگلی کو ساتھ ہی رکھا جائے.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی فساد کا باعث بنے۔ مار ڈالنے والی تجویز پر کوئی بھی متفق نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ کسی کو خواہ مخواہ مار ڈالنا کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ ایک سفید فام مذہبی آدمی تھا بولا.... "اگر سانپ بھی ضرر پہنچانے کے تیور نہ رکھتا ہو، اُسے بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔"

حمید نے سوچا کہ کیوں نہ ان کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کی مراد بر آئی تھی۔ یعنی وہ اپنی دانست میں اتفاقاً ان لوگوں سے آٹکرایا تھا جو قاسم کے اغواء کے ذمہ دار تھے اور اسے تاریک وادی کی طرف لے جا رہے تھے۔

اُس نے لہجہ بدل کر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا۔ "میں اپنے قبیلے کا باغی ہوں.... انہوں نے مجھے مار پیٹ کر بستی سے نکال دیا ہے۔"

بیوقوف نظر آنے والے آدمی نے اُلوؤں کی طرح اپنے دیدے نچائے اور بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولا۔ "آہا.... میں نے جغرافیہ کی کتاب میں پڑھا تھا کہ غوغہ غاٹا قبیلے کے لوگ اپنے باغیوں کو کیچڑ میں پٹخ پٹخ کر مارتے ہیں اور مار کھانے والے اس وقت تک اپنے جسموں سے کیچڑ نہیں چھڑاتے جب تک کہ اپنی توہین کا بدلہ نہ لے لیں.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ہاں.... ہاں....!" حمید پرجوش انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "میں پوری بستی میں آگ لگا دوں گا۔"

"دوستو...." احمق آدمی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "اس کی ٹانگ پکڑ کر نیچے کھینچ لو۔"

"کیوں.... کیوں؟" حمید بوکھلا کر بولا۔

"غوغہ غاٹا قبیلے میں میری سسرال ہے۔" احمق نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ تم اس کی بستی میں آگ لگا دو۔ پھر بھوت بنے رہنے سے کیا فائدہ.... مٹی صاف کرو۔ آدمی بنو پیارے.... میرا دعویٰ ہے کہ مٹی صاف ہوتے ہی تم گرامر کی غلطی کئے بغیر بڑے فراٹے سے انگریزی بولو گے۔"

"کیوں کیا بات ہے۔" ایک سفید فام نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ فراڈ ہے۔" عمران حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "غوغہ غاٹا قبیلے کا وجود مریخ پر تو ہو سکتا ہے مگر ہماری زمین پر ناممکن ہے۔"

پھر حمید کے سنبھلنے سے قبل ہی وہ اس پر ٹوٹ پڑے.... حمید کو زین کے تھیلے سے ریوالور

تک نکالنے کا موقع نہ مل سکا۔ اسے قاسم کے خالہ زاد پر بڑا تاؤ آیا... مگر کر ہی کیا سکتا تھا۔ اگر ایک بار بھی ریوالور اس کے ہاتھ آجاتا تو دیکھتا.... جنگلیوں کی اور بات تھی۔ مہذب آدمیوں سے نپٹنے کے طریقے اُسے بخوبی معلوم تھے اور وہ انہیں ہر وقت بروئے کار لا سکتا تھا۔

اُسے بے بس کر دیا گیا تھا اور اب اس کے جسم سے خشک مٹی کی تہیں اکھاڑی جانے لگیں۔ جیسے ہی حمید کے چہرے سے مٹی صاف ہوئی قاسم متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکانے لگا اور کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ حمید نے اُسے آنکھ ماردی۔

"اے....! کھبر دار.... آنکھ کیوں مارتے ہو۔" قاسم بوکھلا کر بولا اور کنکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں.... پیارے.... بھائی....!" بیوقوف آدمی قاسم کا شانہ سہلاتا ہوا بولا۔ "کیا تم اسے پہچانتے ہو۔"

حمید نے قاسم کو آنکھیں دکھائیں۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ بیوقوف کی آنکھیں بجلی کی طرح گردش کر رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ حمید کی کھوپڑی کے اندر بھی نظر رکھتا ہو۔

"قاسم کو بھی شائد عقل آگئی تھی.... "اس نے کہا۔ "نائیں تو.... میں کیا جانوں۔"

"یہ ان چینیوں کے ساتھ نہیں تھا....؟" احمق نے پوچھا۔

"نہیں.... تو.... بالکل نہیں تھا۔" قاسم نے کہا۔ وہ اردو میں گفتگو کر رہا تھا۔ پھر یک بیک وہ حمید کی طرف دیکھ کر دہاڑا۔ "خدا تمہیں غارت کرے۔ تم میری منگیتر کو کیوں گھور رہے ہو۔"

دوسرا مشرقی ہنسنے لگا۔ لیکن احمق بدستور سنجیدہ نظر آتا رہا۔ حمید کیلی کو برابر گھورے جا رہا تھا۔

"اے.... تم نہیں مانتے.... پھر میں بتادوں غا...." قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"ہاں.... پیارے بھائی.... تم بتا ہی دو۔" احمق نے کہا۔ "ورنہ ہو سکتا ہے کہ یہ لڑکی اپنا فیصلہ تبدیل کر دے۔"

"اچھا بتادوں غا....!" قاسم حمید کو غصیلی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ پھر حمید نے دیکھا کہ وہ جھک کر احمق کے کان میں آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا ہے۔ احمق نے دیدے نچائے اور حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

دونوں لاشوں کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا کہ بس اب جدھر بھی سینگ سمائیں نکل ہی چلو.... ورنہ ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی نئی مصیبت نازل ہو جائے۔

مگر وہ جدھر بھی جاتا اس خطرے سے تو دوچار ہونا ہی پڑتا۔ اُسے تنہا دیکھ کر ایک سڑا سا کتا بھی شیر کی طرح جھپٹ سکتا تھا۔

پھر کیا کرنا چاہئے؟ وہ یہی سوچتا ہوا ان دونوں لاشوں کے قریب آگیا۔ ان کی رنگت تانبے کی سی تھی اور ان کے جسموں پر صرف پاجامے تھے۔ عجیب وضع کے پاجامے۔ حمید نے بڑی پھرتی سے اپنے کپڑے اتارے اور ان میں سے ایک کا پاجامہ پہن لیا۔ اپنے کپڑے گھوڑے کی زین سے لٹکے ہوئے تھیلے میں ٹھونس دیئے۔ پھر دونوں لاشوں کو باری باری سے کھینچتا ہوا چشمے کے کنارے لے گیا اور انہیں پانی میں دھکیل کر گھوڑے کی طرف پلٹ آیا۔ اب وہ بھی ایک جنگلی ہی معلوم ہو رہا تھا.... مگر نہیں۔ بھلا اس کی سرخ وسپید رنگت کہاں چھپ سکتی تھی.... اسے فوراً ہی اس کے متعلق بھی ایک ترکیب سوجھ گئی۔ وہ پھر چشمے کی طرف آیا اور کنارے سے کیچڑ اٹھا اٹھا کر اپنے جسم پر ملنے لگا۔ سر پر اتنی موٹی تہہ جمائی کہ اس کے نیچے بڑے بڑے بالوں کے گچھے معلوم ہوں۔ ایسی صورت میں بھلا چہرہ بھی کوئی چھوڑنے کی چیز تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اچھا خاصا بھوت بن کر رہ گیا اور پھر گھوڑے پر بیٹھ کر ایک طرف بھاگ نکلا.... وہ سوچ رہا تھا کہ جنگلیوں میں گونگے بھی ہوتے ہوں گے.... اور پھر اُسے تو اس ہیئت میں وہ پاگل بھی سمجھیں گے۔ گھوڑا ایک سمت دوڑتا رہا۔ اسے کچھ دور پر ایک بستی نظر آئی جو مختلف قسم کے جھونپڑوں پر مشتمل تھی۔ حمید نے فوراً ہی راستہ کاٹ دیا۔ خود سے وہ دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو جاتی تو پھر وہ گونگا اور پاگل تو تھا ہی۔

کچھ دیر بعد اُسے بڑی شدت سے بھوک معلوم ہونے لگی۔ مگر اس کے پاس پانی کی تین بوتلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا.... ان جنگلوں میں اس نے بکریوں کی شکل کے کچھ جانور دیکھے تھے۔ اُس نے سوچا کہ اب کوئی نظر آیا تو اُسے ریوالور سے شکار کرنے کی کوشش کرے گا۔ گھوڑے کو جدھر بھی مسطح زمین ملتی تھی بھاگتا چلا جاتا تھا۔

لیکن حمید کو نہ کوئی ایسا پرندہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ جانور.... جس سے اس کے پیٹ کی

آگ بجھ سکتی۔

شام ہو چلی تھی.... اور گھوڑا یکساں رفتار سے دوڑ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کے قابو ہی میں تھا۔

اچانک ایک جگہ اُسے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں اور اس نے اپنا گھوڑا روک لیا۔

وہ آواز کی سمت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً اُسے سوار نظر آگئے۔ وہ بہت دور بھی نہیں تھے اور مہذب ہی معلوم ہوتے تھے یعنی صرف پاجاموں ہی میں نہیں تھے۔ حمید خوش ہو گیا۔ وہ اس کے ساتھیوں کے علاوہ اور کون ہو سکتے تھے۔ لیکن حمید نے سوچا کہ کہیں وہ اُسے اس ہیئت میں پہچان نہ سکنے کی بناء پر فائرنگ نہ شروع کر دیں۔ لہٰذا اس نے لگام کو دانتوں میں دبا کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

سوار قریب آگئے۔ انہوں نے اپنے ریوالور نکال لئے تھے اور اس کے گرد حلقہ بنا رہے تھے۔

حمید انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اسے ایک گھوڑے پر قاسم بھی نظر آیا۔ لیکن دوسرے لوگوں میں ایک بھی چینی نہیں تھا۔ زیادہ تر سفید فام تھے۔ ایک سفید فام لڑکی بھی تھی اور قاسم کے علاوہ دو مشرقی تھے۔

"ہی ہی ہی....!" قاسم ایک ایسے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسا جو سر تا پا حماقت معلوم ہو رہا تھا۔ پھر بولا۔ "پیارے کھالا جاد.... زاد.... دیکھو سالے کو بالکل بھوت معلوم ہوتا ہے۔"

وہ حمید کو پہچان نہیں سکا تھا کیونکہ اُس کے چہرے پر چکنی مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔

رہائی اور گرفتاری

حمید ان کی گفتگو بخوبی سن رہا تھا۔ وہ اُسے جنگلی ہی سمجھے تھے اور اب اُس کے متعلق مشورے کر رہے تھے۔ ایک نے کہا کہ اسے مار ڈالنا چاہئے۔ لیکن بیوقوف آدمی بولا۔ "نہیں۔ میں اسے اپنے چڑیا گھر میں رکھوں گا۔ کسی بڑی بطخ سے اس کا جوڑا لگا دوں گا۔"

حمید کو اس پر کافی تاؤ آیا۔ کیونکہ قاسم بھی ہنس پڑا اور اُس نے احمق آدمی سے کہا۔

"واہ پیارے کھالا جاد.... میری جان۔"

اور پھر کنکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ احمق نے اپنے ساتھیوں سے بلند آواز میں کہا۔ "پڑاؤ کے لئے یہ جگہ خاصی اچھی ہے.... کیوں نہ ہم یہیں رات بسر کریں۔"

لیکن وہ اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے حمید کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔

"میں ابھی کوئی معقول جواب دے نہیں سکتا۔" احمق نے کہا۔ "اب اطمینان سے دیکھوں گا۔"

بار بردار گھوڑں پر سے چھولداریاں اتاری گئیں اور انہیں استادہ کیا جانے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ دن بھر کی تھکن اتار رہے تھے۔

حمید دو سفید فاموں کی نگرانی میں تھا اور قاسم بھی اس کے قریب ہی موجود تھا۔

"ابے او.... موٹے حرام خور.... میں صبح ہی سے بھوکا ہوں۔" حمید نے اُسے گھور کر دانت پیستے ہوئے کہا۔

"اے.... جبان سنبھال کے.... تم خود حرام خور۔"

"تمہاری ہی بدولت ہم ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔"

"کیوں میری بدولت کیوں.... ابے ہاں.... یار حمید بھائی.... الاقسم دیکھو.... سچ مچ بتانا۔ میرا دماغ خراب ہونے لگتا ہے جب سوچتا ہوں....!"

"میں کچھ بھی نہ بتا سکوں گا۔ پہلے تم میرے لئے کھانے کا انتظام کرو۔"

"اچھا.... میں اپنے خالہ زاد سے کہتا ہوں....!" قاسم اٹھتا ہوا بولا۔ حمید اس کے خالہ زاد کے متعلق خصوصیت سے پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے اسے جانے ہی دیا۔

تھوڑی دیر بعد قاسم کھانے کے لئے کچھ چیزیں اور چائے لایا۔

"واہ میری جان.... جیو.... واقعی تم بہت اچھے دوست ہو۔" حمید خوش ہو کر بولا۔

"اور.... کیا....!" قاسم بیٹھتا ہوا بولا۔ "مگر تمہیں میری محوبت پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔"

"ارے نہیں واہ.... ایسا بھی کیا۔" حمید کھانے پر ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔

"اچھا تو میری الجھن دور کر دو۔"

"کیسی الجھن۔"

"یار.... گھر سے ہم دونوں ساتھ ہی چلے تھے نا۔ پھر یہ کیا ہوا۔ میں ان چینیوں کے پاس کیسے پہنچ گیا تھا۔"

"وہ چینی اب کہاں ہیں۔"

"میرے خالہ زاد نے انہیں اُلو بنا دیا.... اور مجھے ان کے پاس سے نکال لایا.... وہ سالے مجھے تاریک وادی لے جانا چاہتے تھے۔"

"مگر یہ تمہارا خالہ زاد کہاں سے نکل پڑا.... اور یہ تمہیں کہاں لے جا رہا ہے۔"

"اے.... خبردار.... میں اپنے بھائی کی شان میں کوئی بُری بات نہیں سن سکتا۔ یہ بھی وہیں جا رہا ہے جہاں چینی جانا چاہتے ہیں۔"

پھر قاسم اُسے بتانے لگا کہ کس طرح وہ چینی کافی پی کر بیہوش ہو گئے تھے اور خالہ زاد بھائی اسے وہاں سے نکال لایا تھا۔

"مگر یہ خالہ زاد ہے کون؟" حمید نے پوچھا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا.... حمید بھائی!" قاسم نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "مگر ہے بڑا اچھا آدمی.... کیلی سے میری محوبت کرا دی ہے.... اب میں اُس سے شادی کر کے سوئٹزر لینڈ میں بس جاؤں گا۔ ٹھینگے پر گئے والد صاحب.... اور وہ سالی نجاکت کی پڑیا۔"

"مگر تمہیں یہ خالہ زاد ملا کہاں سے....!"

"اے.... اللہ دیتا ہے۔" قاسم درویشوں کی سی شان سے جھومتا ہوا بولا۔

"تمہارے سبھی، خالہ ماموں، چچا، نانا زاد بھائی میرے دیکھے ہوئے ہیں مگر یہ بالکل نیا ہے۔"

"ابے ہاں....!" قاسم آنکھیں پھاڑ کر آہستہ سے بولا۔ "نیا تو میرے لئے بھی ہے۔ یار بڑی محوبت کرتا ہے مجھ سے۔ اگر میں کہوں دن تو وہ بھی کہے گا دن۔ اگر میں کہوں رات تو وہ بھی کہے گا رات.... ابے ایسے بھائی آج کل کہاں ملتے ہیں۔"

"تمہارے لئے وہ نیا ہے لیکن پھر بھی تم نے اُسے اپنا خالہ زاد بھائی تسلیم کر لیا ہے۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیوں نہ تسلیم کرلوں.... وہ بڑے لمبے چوڑے رشتے بتاتا ہے۔"

"کیا رشتے بتاتا ہے....!"

"میری سمجھ میں نہیں آئے.... جتنا سمجھا ہوں.... بتادوں گا.... غدر کے زمانے میں ایک نانا ادھر چلے آئے اور دوسرے نانا ادھر چلے گئے۔ ادھر کے نانا سے ایک خالہ ہوئیں اور ادھر

کے نانا سے دوسری خالہ ہوئیں.... ایک خالہ سے میں ہوں اور دوسری خالہ سے وہ خود ہے۔"

"اور نانی سے تم دونوں کے باپ ہیں۔" حمید جھلا کر بولا۔ "ابے کب عقل آئے گی۔ تجھے لمڈھینگ جو بھی چاہتا ہے اُلو ہی نہیں بلکہ اُلو کا پٹھا بنا کر رکھا دیتا ہے۔"

"اے شامت آئی ہے تمہاری۔" قاسم دہاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے نہیں.... پیارے۔" حمید جلدی سے بولا۔ "میں تو تمہیں یونہی چھیڑ رہا تھا۔ مگر تمہاری محبوبہ مجھے بالکل پسند نہیں آئی۔"

"خدا کا شکر ہے۔" قاسم مسمی صورت بنا کر بولا اور پھر یک بیک بہت خوش نظر آنے لگا..... اور چہک کر بولا۔ "بالکل چوپٹ ہے حمید بھائی.... مگر دل کی بات ہے۔ مجھے تو اچھی ہی لگتی ہے.... ہائے کیسا قیاؤں قیاؤں بولتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ اس انداز میں سہلانے لگا جیسے واقعی اندر آگ لگ گئی ہو۔

پھر جلدی سے بولا۔ "ارے ہاں.... تم یہاں کہاں؟"

"تمہاری ہی تلاش میں ہم دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں ان چینیوں نے اغوا کیا تھا۔"

"کرنل کہاں ہیں۔"

"وہ بھی کہیں بھٹکتے پھر رہے ہوں گے۔"

"میرے لئے....!" قاسم گلوگیر آواز میں بولا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ جو کچھ بھی سامنے تھا اسے صاف کر کے اب وہ چائے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

اتنے میں قاسم کا خالہ زاد ایک سفید فام کے ساتھ چھولداری میں داخل ہوا۔

حمید کے چہرے سے لاپروائی ظاہر ہو رہی تھی۔

دفعتاً سفید فام نے اس سے پوچھا۔ "تم کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہو۔"

"کرنل فریدی....!" حمید نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میں کسی کرنل فریدی کو نہیں جانتا۔

تم لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے تکلیف دی ہے۔ کیا میں نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا تھا۔"

"نہیں....!" سفید فام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر تم اُس حلئے میں کیوں تھے۔"

"تم سے مطلب.... میں گھوڑے کی دم سے لٹکا پھروں تم کون ہوتے ہو دخل دینے والے۔"

"اُف فوہ....!" یورپین مسکرایا۔ "تم خفا کیوں ہوتے ہو بھائی۔ ہم بھی ایک اجنبی علاقے میں سفر کر رہے ہیں.... تمہیں اپنے لئے مخدوش سمجھ کر روک لیا تھا اور اب تم سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مسٹر قاسم کا بیان کس حد تک درست ہے۔"

"میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم اسے کہاں لے جا رہے ہو۔" حمید نے قاسم کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"ہم اسے نجات کا راستہ دکھائیں گے۔" احمق بول پڑا۔ "یہ اپنی بیوی اور باپ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ تمہیں کسی اندھے کنوئیں میں گرائے گا۔ اس کا دماغ درست نہیں ہے۔ یہ پاگل ہے۔"

"ارے.... ہائیں.... ہائیں۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "ابے تم یہ کیا بک رہے ہو۔"

"ہم دونوں میڈرڈ میں مقیم تھے۔" حمید اس کی پرواہ کئے بغیر کہتا رہا۔ "ایک دن اسے کہیں سے ایک الٹا سیدھا نقشہ مل گیا اور اس نے ادھر اُدھر بیٹھ کر بکواس کرنی شروع کر دی کہ اُسے ایک خزانے کا نقشہ مل گیا ہے اور یہ ایک دن اس خزانے کی تلاش میں روانہ ہو جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ چینی اس کے چکر میں پڑ گئے اور اسے لے اڑے۔ چونکہ اپنی بیوی کا اکلوتا لڑکا ہے....!"

"کھاموش کم نجات....!" قاسم حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"نہیں خاموش رہوں گا.... تم گدھے ہو! اُلو کے پٹھے ہو۔"

"مار ڈالوں گا...." قاسم دہاڑتا ہوا آگے بڑھا۔

"ابے بھاگ لومڑی کے بچے....!"

قاسم پر شیطان سوار ہو گیا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح چیختا ہوا حمید پر پل پڑنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ مگر چار آدمی اس سے لپٹ گئے تھے اور وہ ان میں سے بھی ایک آدھ کو جھٹک ہی دیتا تھا۔

حمید کی عقابی نظریں ایک سفید فام کے ہولسٹر پر تھیں۔ وہ اس انداز میں قاسم کی طرف جھپٹا جیسے اسے مارے گا۔ مگر اس کی بجائے اُس نے اس یورپین کے ہولسٹر سے ریوالور کھینچ لیا۔

اس وقت قاسم کو تاؤ دلانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہاں ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ ریوالور ہاتھ آتے ہی وہ چھلانگ مار کر باہر آ گیا۔ چھلانگ لگاتے وقت اس نے دوسرے ہولسٹر پر بھی ہاتھ ڈال دیا تھا اور اب اس کے ہاتھوں میں دو ریوالور تھے۔ باہر نکلتے ہی اُس نے ایک قریبی ٹیکرے کی اوٹ

لے لی۔

احمق اور اس کے ساتھی بھی قاسم کو چھوڑ کر تیزی سے باہر نکلے تھے۔ احمق آگے تھا۔ حمید کو ٹیکرے کی اوٹ میں جاتے دیکھ کر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ اس کے ساتھی آگے نہ بڑھ سکیں۔

دفعتاً حمید نے اونچی آواز میں کہا۔ "ہاں میں کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہوں۔ اگر ہمت ہو تو آگے بڑھو اور مجھے پکڑ لو۔"

احمق نے کہا۔ "او بران.... اس کا گھوڑا منگوا دو.....!"

حمید نے اس پر قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔ دوست میں تمہارے ٹائپ کو اچھی طرح سمجھ چکا ہوں۔"

"سمجھ چکے ہو نا...." احمق نے جواب دیا۔ "اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

"میں تم سبھوں کو للکار رہا ہوں.... جس میں ہمت ہو آئے۔"

"ارے جاؤ.... ہم کوئی لچے لفنگے ہیں کہ تمہاری للکار میں آجائیں گے۔ اپنا راستہ لو۔ ہمارے پاس اتنا راشن نہیں ہے کہ ہم تمہیں بھی کھلا سکیں۔"

"موٹے کو میرے حوالے کر دو۔"

"شکریہ.... ضرور لے جاؤ.... ورنہ اب یہ ہمیں ہی کھانا شروع کر دے گا۔ راشن کی قلت اسی کی وجہ سے ہو گئی ہے۔"

حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ احمق خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے.... ہو سکتا ہے یہ بھی کسی قسم کی چال ہو۔

دفعتاً ایک سفید فام نے کہا۔ "اگر تم کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہو تو واپس آجاؤ.... ہمارا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"اگر یہ واپس آیا تو میں اُسے جان سے مار دوں گا۔" قاسم دھاڑا۔ "اس نے کتنی گالیاں دی تھیں۔ کیا تم لوگ بہرے ہو گئے تھے اور وہاں تم نے مجھے کیوں پکڑا تھا.... بتاؤ۔"

"خاموش رہو پیارے بھائی۔" احمق نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں کھاموش رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے چیخو...." اس نے کہا۔

اور پھر حمید نے دیکھا کہ وہ لوگ احمق کے اشارے پر واپس جا رہے ہیں۔ حمید کی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ اس مکار آدمی کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ قاسم وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ حمید نے اُسے آواز دی اور وہ ٹیکرے کی طرف بڑھنے لگا۔

"آجاؤ.... میں تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔" حمید نے پھر کہا۔

قاسم کچھ کہے بغیر چلتا رہا۔ احمق اور اس کے ساتھی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ جیسے ہی قاسم اُس کے قریب پہنچا کوئی چیز اس کی پشت میں چبھنے لگے اور ساتھ ہی اس نے احمق کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ "دونوں ریوالور زمین پر گرا دو دوست ورنہ گولی.... دوسری طرف نکل کر موٹے آدمی کو بھی زخمی کر دے گی۔" حمید نے ریوالور چھوڑ دیئے۔

نئی افتاد

حمید نے سوچا یہ بہت بُرا ہوا.... قاسم کو کنٹرول کرنے کی فکر میں وہ یہ بھول گیا تھا کہ اس پر عقب سے بھی حملہ کیا جا سکتا ہے۔

"پیارے بھائی۔" احمق نے کہا۔ "دونوں ریوالور اٹھا کر پیچھے ہٹ جاؤ.... ٹھیک شاباش تم بہت اچھے بھائی ہو.... ہاں اور پیچھے ہٹو.... تھوڑا اور بس ٹھیک ہے۔ وہیں کھڑے رہو۔"

پھر حمید کی پشت پر چبھنے والی چیز ہٹالی گئی۔ لیکن حمید جوں کا توں کھڑا رہا۔ دفعتاً احمق نے اس سے کہا۔ "ادھر دیکھو....!" حمید اس کی طرف مڑا۔ احمق کے ہاتھ میں لکڑی کا ٹکڑا تھا۔ وہ اسے اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "یہ لو.... اسے جادو کا ڈنڈا کہتے ہیں۔ بڑی بڑی توپوں کے رخ پھیر دیئے ہیں اس نے۔" حمید کو بڑا تاؤ آیا اپنی حماقت پر.... اس نے وہ ڈنڈا احمق کے ہاتھ سے چھین کر اسی پر کھینچ مارا.... لیکن وہ اس پر سے گذرتا ہوا دور جا گرا۔ کیوں کہ احمق بڑی پھرتی سے بیٹھ گیا تھا۔ اُس نے دوبارہ اٹھ کر مغموم انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم نے بہت بُرا کیا۔ اب اسے نیلم پری اٹھالے جائے گی۔"

حمید کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ اس نے سوچا کہ یہاں مکاری ہی سے کام چلے گا۔ لہٰذا اس نے مسکرا کر کہا۔ "واقعی حیرت انگیز تھا۔"

"اب آؤ اطمینان سے باتیں کریں گے۔" اس نے حمید کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ لیکن گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔ اس لئے حمید چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگا۔

یک بیک احمق نے مڑ کر کہا۔ "ارے پیارے بھائی۔ تم کیوں کھڑے ہو۔ تم بھی آؤ.... یہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔"

"اے جاؤ.... تم بھی اچھے خاصے چغد ہو۔" قاسم جھلا کر بولا۔ "سب تمہارے رشتہ دار ہی نکل پڑتے ہیں.... یہ تمہارا چچازاد بھائی کیسے ہوا۔"

"میرے دادا اور ان کے دادا لنگوٹی لگائے پھرا کرتے تھے۔" احمق نے سنجیدگی سے جواب دیا اور قاسم پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ پھر اسی دوران میں دونوں ریوالور کے ٹریگر دب گئے جو اس کے ہاتھوں میں تھے۔ قاسم بوکھلا کر اچھل پڑا اور پھر ٹریگر دبتے ہی چلے گئے۔ وہ ڈری ڈری سی آوازیں نکالتا ہوا اچھلتا کودتا رہا۔ حمید اور احمق نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں ورنہ ایک آدھ بہکی ہوئی گولی ان کے ضرور لگ جاتی۔

جب ریوالور خالی ہو گئے تو قاسم انہیں پھینک کر ایک طرف سرپٹ دوڑتا چلا گیا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے دوڑے۔ قاسم بھاری بھر کم ہونے کی وجہ سے تیز نہیں دوڑ سکتا تھا۔ انہوں نے فوراً ہی اُسے جالیا۔

قاسم بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ وہ ان دونوں کو کسی ایسے خوفزدہ بچے کی طرح دیکھ رہا تھا جیسے اپنی کسی شرارت پر پٹ جانے کا خدشہ ہو۔ وہ اسے چھولداری میں لائے۔ قاسم بالکل خاموش تھا۔

احمق اس کی پیٹھ سہلا سہلا کر اسے تسلیاں دے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ اب اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں رہ گئی۔ نہ اب اس کی نگرانی کی جا رہی تھی اور نہ اب وہ خالی ہاتھ ہی تھا۔

اس کا ہولسٹر اور کارتوسوں کی پیٹی اُسے واپس کر دی گئی تھی۔

احمق اب اس کے ساتھ نہیں تھا۔ چھولداری میں صرف وہ اور قاسم رہ گئے تھے۔

"اے حمید بھائی۔" اس نے تھوڑی دیر بعد رازدارانہ لہجے میں پوچھا: "کیا وہ سچ مچ جادو کا ڈنڈا

تھا... ضرور تھا حمید بھائی.... نہ ہوتا تو اس طرح میرے ہاتھوں سے گولیاں کیسے چل جاتیں۔"

"مت دماغ چاٹو.... مگر نہیں ٹھہرو! تم نے مجھے ان لوگوں کے متعلق ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔"

"میں کیا جانوں کون ہیں۔"

"یہ تم سے کیا چاہتے ہیں۔"

"تاریخ وادی لے جانا چاہتے ہیں۔"

"تو تم ہی انہیں اس راہ پر لے آئے ہو۔"

"ہاں.... اور.... کیا....؟"

"غلط لائے ہو.... میں خود بھی راستہ بھول کر بھٹکتا پھر رہا ہوں۔"

"ہم تو ابھی کوٹی کی زیارت گاہ جا رہے ہیں۔" قاسم نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "جہاں ہم تھے.... وہاں سے میں کوئی راستہ نہیں جانتا۔"

"پھر تم کیسے اس طرف لے آئے۔"

"میں نے کب کہا کہ میں لایا ہوں۔ اے تم پکے چار سو بیس ہو حمید بھائی۔"

"تم کہاں سے روانہ ہوئے تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"لی اڈسبا سے....!"

"اے یہ کیا بلا ہے....؟"

"شہر کا نام ہے۔"

"ایکویڈور میں اس نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔"

"نہ ہوگا سالا.... تو پھر میں کیا کروں...." قاسم جھلا گیا۔

"ریوبامبا سے روانہ ہوئے ہو گے۔"

"ٹھینگے سے روانہ ہوا ہوں.... اب میری کھوپڑی نہ کھاؤ۔"

"اچھا بیٹا....!" حمید نے لمبی سانس لی۔ "تمہارے خالہ زاد کا کیا نام ہے۔"

"اسی سے پوچھو جا کر.... میں کوئی نام یاد رکھنے کی مشین ہوں.... ہوگا سالا بھائی وائی۔"

"اے تو مرچیں کیوں چبا رہا ہے۔"

"کہاں....!" قاسم بوکھلا کر اپنا منہ ٹٹولنے لگا پھر آنکھیں نکال کر بولا۔ "اے تم اتنا جھوٹ

کیوں بولتے ہو۔ شرم نہیں آتی۔"

حمید اکتا کر باہر نکل آیا.... پھر اُسے ان کے نام معلوم ہونے میں دیر نہیں لگی کیونکہ دوسرا مشرقی اس سے خواہ مخواہ گفتگو کرنے پر تل گیا تھا۔

اس نے حمید کو اپنے ساتھیوں کے ناموں سے آگاہ کیا۔

عمران کے نام پر حمید چونکا اور مسکرا کر بولا۔ "تمہارا عمران سے کیا تعلق ہے۔"

"ہم دونوں کولیگ ہیں۔"

حمید صرف مسکرا کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ "لیکن آخر تاریک وادی کے سفر کا کیا مقصد ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں پارٹی لیڈر کی مرضی کے بغیر یہ نہ بتا سکوں گا۔"

"لیڈر کون ہے۔"

"اوبران....!"

"لیکن اس موٹے کی یادداشت پر اعتماد کر کے سفر کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔"

"پتہ نہیں.... یہ عمران صاحب کا معاملہ.... وہ جانیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔

رات کے کھانے پر وہ اُن کے ساتھ ہی تھا۔ صفدر نے دوسرے لوگوں کا تعارف اُس سے کرا لیا۔

حمید نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ لوگ اپنے سفر کا مقصد نہیں ظاہر کریں گے اس وقت تک وہ بھی انہیں اپنے یا کرنل کے متعلق کچھ نہ بتائے گا۔ چنانچہ کرامویل کے استفسار پر اُس نے یہ نہیں کہا کہ کرنل فریدی بھی تاریک وادی کا سفر کر رہا ہے۔ اس نے صرف اپنے متعلق بتایا کہ وہ قاسم کی تلاش میں نکلا تھا۔

کھانے کے بعد ایک جگہ عمران حمید کو تنہا مل گیا۔

"کرنل تم سے بخوبی واقف ہیں۔" حمید نے کہا۔

"اور میں ان سے واقف ہوں۔" عمران مسکرایا۔ "کیا یہ سنگ ہی والی کہانی درست تھی۔"

"ہاں....!" حمید نے لاپرواہی سے کہا۔ "اب تو اتنی کہانیاں ڈھیر ہو گئی ہیں کہ کسی کی بھی تفصیل نہیں یاد رکھی جا سکتی۔ اچھا تو کیا تم لوگ بھی انکا خزانے کے چکر میں ہو۔"

"ہمیں خزانے سے کیا سروکار....!"

"پھر یہ سفر کس لئے اختیار کیا گیا ہے۔"

عمران نے بات اڑا کر حمید کو دوسری باتوں میں الجھا لیا.... مگر بات پھر وہیں آ پہنچی جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ لیکن اس بار حمید نے سفر کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اب اس موضوع ہی سے لاپرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دوسری صبح ان کا سفر پھر شروع ہو گیا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں اُس کے قافلے کا کیا حشر ہوا ہو۔ ہو سکتا ہے فریدی وغیرہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی اس علاقے سے آگے نہ بڑھے ہوں جہاں سے اس کا گھوڑا اسے لے بھاگا تھا۔

عمران اور اس کے ساتھی اب بھی اس سے خوش اخلاقی ہی سے پیش آ رہے تھے۔ حمید کو اُن سے اس کے علاوہ اور کوئی شکایت نہیں تھی کہ انہوں نے قاسم کا دماغ بالکل ہی الٹ دیا تھا اور وہ خصوصیت سے عمران کا اتنا گرویدہ ہو گیا تھا کہ اس کے لئے حمید سے بھی لڑ بیٹھتا تھا۔ حمید نے خود دیکھا اور سنا تھا کہ عمران بڑی شدت سے قاسم کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔ اگر اس سے کوئی معمولی سی بھی حماقت سرزد ہوتی تو عمران اس سے دس گنا بڑی حماقت کر بیٹھتا تھا اور وہ حماقت قاسم کی حماقت کی تائید ہی کرتی ہوئی نظر آئی تھی۔

اس وقت قاسم گھوڑے پر بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے لچلچے ربڑ کا ایک بہت بڑا گنبد گھوڑے پر رکھ دیا گیا ہو۔ حمید نے گھوڑے کو مہمیز کی اور قاسم کے برابر پہنچ گیا۔ قاسم اس وقت نہ صرف کیلی کو گھور رہا تھا بلکہ بالکل اسی انداز میں اپنے سر کو جنبش دینے کی کوشش کر رہا تھا جس طرح گھوڑے کی رفتار کی مناسبت سے کیلی کا سر ہل رہا تھا اور قاسم کی کمر میں اسی کے سے انداز کی ہلکی سی لچک بھی پائی جا رہی تھی۔

حمید کو دیکھ کر وہ گڑبڑا گیا اور اس کی "ہی ہی" چل پڑی.... کچھ دیر تک اسی طرح ہنستا رہا پھر بولا۔

"حمید بھائی.... جرا دیکھو تو.... ہائے ہائے کس طرح کھوپڑی ہل رہی ہے۔ بس جی چاہتا ہے.... کربان ہو جاؤں۔"

حمید خاموشی سے اکتا گیا تھا۔ اس نے سوچا تھوڑا ہنگامہ ہی سہی۔

"بہت نیک اور شریف لڑکی ہے۔" حمید نے کہا۔

"بہت.... بہت حمید بھائی۔" قاسم نے خوش ہو کر کہا۔ پھر بوکھلا کر بولا۔ "مگر صورت

شکل کی اچھی نہیں ہے.... کیوں۔"

"ہاں.... ہو سکتا ہے....." حمید نے لاپروائی سے کہا۔ "مگر ابھی کچھ دیر پہلے جب میرے ساتھ چل رہی تھی تو اس نے کہا تھا۔ آہ مسٹر حمید.... تم اتنے اچھے کیوں لگتے ہو۔"

قاسم کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ پہلے تو وہ ہونق سا نظر آرہا تھا پھر بیک بیک بپھر گیا۔

"ابے تم کمینے ہو۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میرا معاملہ بھی خراب کرو گے.... اس جنگل میں مجھے کوئی پھانسی دینے نہیں آئے گا۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

"میں تمہارا پیٹ اسی طرح چاک کروں گا جیسے تربوز کاٹتے ہیں۔"

"اچھا... ٹھہرو....!" قاسم نے گھوڑا اس کی طرف موڑ دیا اور ہاتھ اٹھائے ہوئے جھپٹا۔

حمید نے بھی گھوڑا دوسری طرف موڑ دیا۔

لیکن اتنے میں عمران وہاں پہنچ گیا۔

"ارے.... پیارے بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔" اُس نے قاسم سے کہا۔

"تم مت بولو.... میں آج فیصلہ کرلوں گا۔" قاسم پہلے ہی کے سے انداز میں دھاڑا۔

"آخر بات کیا ہے....!" عمران نے اپنا گھوڑا دونوں کے درمیان حائل کرتے ہوئے کہا۔

"بات کیا ہوتی۔" حمید نے کہا۔ "مجھ سے کہنے لگا کیلی گراہم کہتی ہے کہ مجھے کیپٹن حمید بہت اچھا لگتا ہے۔"

"ارے خدا تمہیں غارت کرے.... جھوٹے.... چار سو بیس۔" قاسم غصے کی وجہ سے اور کچھ نہ کہہ سکا۔

"ارے ہاں.... خدا ضرور غارت کرے گا.... تم آگے جاؤ.... پیارے بھائی.... تمہیں تو کیلی کے ساتھ ہی ساتھ رہنا چاہئے۔ مگر اس سے گفتگو نہ کرنا.... نہیں تو سب گڑبڑ ہو جائے گا۔"

"اسے سمجھاؤ....!" قاسم حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا.... "ورنہ میں اسے کتل.... قتل کردوں گا۔"

"ارے.... نہیں! پیارے بھائی اس طرح نہ چیخو۔ یورپین لڑکیاں چیخنے والوں کو جانور سمجھتی ہیں۔"

قاسم بغلیں جھانکنے لگا۔ چونکہ اب اس کا ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا اس لئے اس کا بگڑا ہوا حلیہ بھی اعتدال پر آگیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ تھوڑی دیر تک خالی الذہنی کے

سے انداز میں حمید کو گھورتا رہا پھر کچھ کہے بغیر گھوڑا دوسری طرف موڑ دیا۔

اب عمران حمید کے ساتھ چلنے لگا تھا۔ اس نے اُس سے کہا۔

"کیوں پیارے کپتان صاحب! کیا تم اکیلے ہی اس موٹے کی تلاش میں نکل پڑے تھے۔"

"نہیں میرے ساتھ تین بطخیں اور کچھ خرگوش بھی تھے۔"

"اچھا....!" عمران نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ "پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"کس سلسلے میں۔"

"تم دونوں کے متعلق.... میں سوچتا ہوں کہ تمہیں یہیں سے واپس کردوں۔"

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کیوں....؟"

"میں ان چینیوں سے نپٹے بغیر واپس نہیں جاؤں گا.... جنہوں نے موٹے کو اڑایا تھا۔"

"ابے کسی بیوقوف کو بیوقوف بنا کر تمہیں کیا مل جائے گا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم کیوں چھپا رہے ہو کہ تمہاری پارٹی بھی انہیں جنگلوں میں موجود ہے۔"

"غلط سمجھے ہو۔"

"خیر یہ تو میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں غلط سمجھنے کا عادی ہو چکا ہوں۔ بعض اوقات تو صحیح بھی غلط ہو جاتا ہے۔"

اس کے بعد عمران نے پھر خاموشی اختیار کرلی اور تین چار گھنٹے بعد پھر قاسم سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ کیلی اور عمران کراموبل کے ساتھ تھے۔

قاسم حمید سے نہیں بولا۔ اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

"کیوں.... پیارے۔ اب کیا خیال ہے۔" حمید نے اسے چھیڑا۔

"تم چاہے جو کچھ کہو.... اب مجھے غصہ نہیں آئے گا۔" قاسم نے آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خوب اُلو بنایا ہے.... تمہیں اُس خالہ کے پٹھے نے۔"

"کیوں.... یار ذرا زبان سنبھال کر بات کرو۔ ورنہ میں غصہ آئے بغیر ہی تمہاری گردن دبا

دوں گا۔"

"اچھا اُس نے تمہیں اس سے گفتگو کرنے سے روکا تھا۔"

"اس کے ملک کا رواج نہیں ہے کہ شادی سے پہلے میاں بیوی بات چیت کریں۔"

حمید نے قہقہہ لگایا اور پھر بولا۔ "ابے وہ کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتی ہے اور مغرب کے کسی بھی ملک میں اس قسم کا رواج نہیں پایا جاتا۔"

"پھر وہ کیوں روکتا ہے بات کرنے سے۔" قاسم نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"شائد اس لڑکی کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو کہ تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔ تمہارا خالہ زاد تمہیں اُلو بنا رہا ہے۔ آخر تم نے اس کی کس بات سے اندازہ لگایا ہے کہ وہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے۔"

"عمران کہتا ہے کہ وہ ہر وقت میرا تذکرہ کرتی رہتی ہے۔"

"عمران کہتا ہے.... تم نے تو نہیں سنا اپنے کانوں سے۔"

"اے تم میرا دماغ نہ خراب کرو۔ سمجھے۔ تمہارے ٹھینگے سے کچھ بھی ہو رہا ہو۔" قاسم نے جھلا کر کہا اور اپنا گھوڑا آگے بڑھا لے گیا۔

یہ سفر دن بھر جاری رہا اور شام کو ایک جگہ پھر انہوں نے قیام کیا۔ آج ہی وہ کوٹی کی زیارت سے بھی گزرے تھے لیکن فریدی یا اس کی پارٹی سے کہیں بھی مڈ بھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کیا فریدی واپس چلا گیا۔

کوٹی کی زیارت گاہ سے مشرقی ڈھلان شروع ہوتی تھی اور یہاں بہت گھنے جنگل تھے۔ حمید نے عمران کو آگاہ کر دیا تھا کہ اب وہ ایک خطرناک علاقے میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس لئے انہیں بہت محتاط رہنا چاہئے۔

رات کو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ باری سے جاگتے رہیں گے۔ لیکن ایک بار او بران کے دو آدمی جن کی پہرہ دینے کی باری تھی سو ہی گئے۔ اس اتفاق کو مقدر ہی کا کھیل کہنا چاہئے کہ اسی دوران میں جنگلیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان پر آپڑی اور انہیں سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔

وہ سب پکڑے گئے او بران کا ایک ماتحت مارا گیا۔ البتہ کیلی محفوظ تھی۔ اُسے کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا.... جنگلی اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ایک فائر کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔

"تم اپنے چہرے سے خوف نہ ظاہر ہونے دو۔" عمران نے کیلی سے کہا۔ "شائد تم ہی ہمارے کام آسکو۔"

مشترکہ مہم

پتہ نہیں جنگلی ان سے کیا چاہتے تھے۔ انہوں نے ان کو نقصان نہیں پہنچایا۔ اُن کا صرف ایک آدمی مارا گیا تھا۔ کیونکہ شائد نیند کی جھونک میں وہ کسی جنگلی سے لپٹ پڑا تھا۔

"میں کس طرح مدد کر سکوں گی۔" کیلی نے عمران سے پوچھا۔

"اگر زندہ رہا تو پھر بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔ "یہاں آکر میں تھوڑی سی بے بسی محسوس کر رہا ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ ان کی زبان مجھے نہیں آتی۔ ورنہ انہیں تو میں ناچنے پر مجبور کر دیتا۔"

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ وہ لوگ قاسم کو اس طرح ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہے ہیں جیسے قربانی کے دنبے ٹٹول ٹٹول کر دیکھے جاتے ہیں۔ ان جنگلیوں کی وضع عجیب و غریب تھی۔ ان کے سروں کے وسط میں بڑے بڑے بال تھے اور دونوں پہلو منڈے ہوئے تھے.... ان میں اکثر نے اپنے جسموں کے گرد بغیر سلے ہوئے کپڑے لپیٹ رکھے تھے اور اکثر کے جسموں پر جانوروں کی کھالیں تھیں۔ چہروں پر رنگین مٹی سے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

انہوں نے ان کا سامان سمیٹا اور انہیں نیزوں کی انیوں پر لئے ہوئے ایک طرف چلنے لگے۔ اُن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی مشعلیں تھیں۔ انہوں نے کسی کے پاس بھی اس کا ریوالور نہیں رہنے دیا تھا۔ اس سے حمید نے اندازہ لگایا کہ آتشی اسلحہ ان کے لئے نئی چیز نہیں ہے۔ ویسے بھی انہوں نے سب سے پہلے اسلحہ جات کے ذخیرے ہی پر قبضہ کیا تھا۔

وہ انہیں ایک بستی میں لائے جو لاتعداد پھونس کی جھونپڑیوں پر مشتمل تھی۔

وہ رات انہوں نے جاگ کر گزاری۔ وہ کھلے میدان میں بٹھائے گئے تھے اور ان کے گرد جنگلیوں کا حلقہ تھا۔ اگر کوئی پہلو بھی بدلتا تو وہ اپنے نیزے سیدھے کر لیتے۔ مشعلوں پر بدبودار تیل ڈالا جاتا رہا جس کی چراندھ سے ان کے دماغ پھٹے جا رہے تھے۔ حمید بالکل خاموش تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب گلو خلاصی کی کیا صورت ہو گی۔

ان میں صرف قاسم ہی ایسا تھا جس پر نیند بری طرح طاری تھی۔ حمید نے اُس سے کہا بھی تھا کہ اسے سونا نہ چاہئے۔ پتہ نہیں کس وقت کیا کرنا پڑے۔

"ٹھینگے سے۔" قاسم کا جواب تھا۔ "ابے جو سب کا حال ہوگا وہی میرا بھی ہو جائے گا۔ میں تو مرنے ہی کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔"

کچھ دیر بعد انہوں نے بھاری قدموں کی آوازیں سنیں۔ آوازوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ آنے والوں کے پیروں میں وزنی قسم کے جوتے ہیں۔

وہ سب آواز کی سمت مڑے اور حمید نے ایک شاندار قسم کی قلقاری لگائی۔ اس کے سامنے فریدی اور طارق کھڑے تھے۔ طارق کے کاندھے پر سیاہ نیولا شکا کی تھا.... اور وہ دونوں ایکویڈور کے مقامی باشندوں کے لباس میں تھے.... فریدی کے پیچھے ایک نوعمر لڑکا تھا جسے پہچاننے میں حمید کو کوئی دشواری نہ ہوئی۔ یہ روزا تھی۔ ان کے ساتھ ایک جنگلی بھی نظر آیا۔ یہ کافی قد آور اور مضبوط آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے صرف ایک سیاہ پتلون پہن رکھی تھی اور اس کے پیروں میں جوتے بھی تھے اور پتلون بھی شائد آج ہی پہنی گئی تھی۔ اس کی کریز اور فال یہی بتاتی تھی .... جسم پر قمیض قسم کی چیز نہیں تھی۔ ممکن تھا کہ پتلون اور جوتے اسے تحفے کے طور پر حال ہی میں ملے ہوں۔"

"اوہو.... یہ حضرت بھی ہیں۔" فریدی نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔ قاسم کی نیند بھی غائب ہوگئی تھی اور وہ احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

عمران کے سارے ساتھی اچھل کر کھڑے ہو گئے اور وہ انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

"مجھے ان میں ایک بھی چینی نہیں نظر آرہا۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

دفعتاً کرامویل آگے بڑھا اور جنگلیوں نے اپنے نیزے اس کی طرف اٹھا دیئے۔

"کرنل....!" کرامویل نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ کیا تم مجھے پہچان سکو گے۔

فریدی نے ایک جنگلی کے ہاتھ سے مشعل لے کر اوپر اٹھائی۔

"اوہ.... کریمی.... تم یہاں کہاں۔" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی اور پھر انہوں نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔

"تم ان جنگلیوں میں کہاں۔" کرامویل نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہو.... کیا تم بھول گئے کہ مجھے جنگلی کہا کرتے تھے۔" فریدی نے ہنس کر کہا اور کرامویل طارق کی طرف دیکھنے لگا جو مذہبی پیشوا کے لباس میں تھا۔

عمران حمید کے قریب کھسک آیا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا۔ "کیوں پیارے دوست کیا تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ پھر عمران بھی اس سچویشن کی طرف سے لاپرواہ نظر آنے لگا۔

دوسری طرف فریدی کرامویل سے کہہ رہا تھا مجھے افسوس ہے کہ میں فوری طور پر تمہارے لئے کچھ نہ کر سکوں گا۔ حتیٰ کہ یہ میرے دونوں ساتھی ابھی تمہارے ساتھ یہیں رہیں گے۔

"اوہو.... ایک عورت بھی ہے تمہارے ساتھ۔ یہ بہت بُرا ہوا۔ ان جنگلوں میں داخل ہونے سے پہلے تمہیں اس کی ہیئت ضرور تبدیل کرنی چاہئے تھی۔"

کرامویل کچھ نہ بولا۔ پھر حمید نے فریدی سے پوچھا کہ آخر انہیں وہیں کیوں رہنا پڑے گا۔

"ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو! ہم خود ہی غیر یقینی حالات سے گزر رہے ہیں۔ فی الحال طارق کا نیولا ہمارے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا ہے۔ وہ طارق کے نیولے کی وجہ سے اُسے کوئی آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں اور ہم چونکہ طارق کے ساتھ ہیں اس لئے بظاہر محفوظ ہیں.... یہ آدمی جو تمہاری سیاہ پتلون میں نظر آرہا ہے اس بستی کا سردار ہے۔"

"میری پتلون میں کیوں نظر آرہا ہے۔"

"ہم نے تمہیں مردہ سمجھ کر تمہارے نام کی خیرات نکالی ہے۔ اچھا ہوا کہ تم آج ہی مل گئے۔ ورنہ میں کل تک تمہاری سب چیزیں ان جنگلیوں میں تقسیم کر دیتا۔"

"بس تو پھر مجھے مردہ ہی سمجھ لیجئے۔ اب میں انہی لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔"

دفعتاً حمید نے دیکھا کہ بستی کا سردار زمین پر گر کر طارق کے پیر چوم رہا ہے اور ساتھ ہی وہ کچھ کہتا بھی جا رہا تھا۔ حمید نے طارق کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے جو کیلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

طارق نے سردار کے سر پر بزرگانہ انداز میں ہاتھ پھرا اور وہ پھر پہلے ہی کی طرح مؤدب بن کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

طارق فریدی سے کہہ رہا تھا۔ "اب یہ لڑکی جھگڑے کا گھر بن سکتی ہے.... وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ یہ آپ کے قدم کی برکت ہے کہ اتنی عمدہ عورت ہاتھ لگی۔ میں اسے اپنی سب بیویوں لی

سردار بناؤں گا۔"

"بڑا آیا سالا کہیں کا۔" قاسم نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "دیکھتا ہوں کیسے بناتا ہے.... وہ میری جورو بننے والی ہے۔"

"کھوپڑی ٹھنڈی رکھنا.... میں غیر ضروری کشت و خون پسند نہیں کرتا۔"

قاسم بُرا منہ بنا کر کچھ بڑبڑانے لگا جو کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکا۔

"مگر کرنل.... یہ لوگ تم سے دوستانہ طور پر پیش آ رہے ہیں۔" کراموبل نے کہا۔ "وہ ان کی گفتگو نہیں سمجھ سکا کیونکہ یہ لوگ اردو بول رہے تھے۔"

"فریدی ہنسنے لگا۔ "اور بولا۔ "جنگلی مجھ سے بہت جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔ میں تمہیں پھر اطمینان سے بتاؤں گا.... اور تم سے سنوں گا کہ تم لوگ یہاں کس غرض سے آئے ہو۔"

حمید نے قاسم کو دیکھا جو عمران کو ایک طرف لے جا کر کھسر پھسر کر رہا تھا۔ فریدی کی نظر ان پر پڑ گئی۔ اس نے پھر مشعل اٹھائی اور حمید سے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

ٹھیک اسی وقت عمران بھی اس کی طرف مڑا۔ شائد فریدی نے ابھی تک اُسے نہیں دیکھا تھا۔

"اوہ.... تو یہ آپ ہیں۔" فریدی مسکرایا اور عمران احمقانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں ایک آدھ کو اور پہچانتا ہوں۔ وہ اوبران ہے۔" فریدی نے کہا۔ اس کی آواز دھیمی تھی۔ شائد ان لوگوں نے سنا بھی نہ ہو۔

❁

تھوڑی دیر بعد فریدی اور طارق وغیرہ وہاں سے چلے گئے۔

عمران حمید کے پاس آیا اور بولا۔ "یہ موٹا اپنی ہونے والی جورو کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔"

"تم خود کو بہت چالاک اور دوسروں کو احمق سمجھتے ہو۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "اب اس لڑکی کا انجام بخیر نہیں نظر آتا۔ وہ جنگلی اسے اپنی بیوی بنائے گا اور یہ یہاں ان جنگلوں میں مویشی چرایا کرے گی۔"

"اگر اس لڑکی کا یہ انجام ہوا تو میں اس لونڈے کو بھی لڑکی بنا دوں گا جو کرنل کے ساتھ تھا۔ میرا تو یہ خالص قسم کا اصول ہے کہ اگر خود پٹو تو ساتھیوں کو بھی پٹوائے بغیر نہ چھوڑو۔"

"میرا نام حمید ہے سمجھے فرزند.... میں تمہیں دیکھ لوں گا۔"

"تم مجھے کافی دیر سے دیکھتے آ رہے ہو.... اس کے باوجود بھی مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں تو دنیا کا مظلوم ترین آدمی ہوں.... تم بھی ڈانٹ پھٹکار لو۔ اسی لئے میں جو کچھ بھی کہہ دیتا ہوں وہ حیرت انگیز طور پر ہو جاتا ہے۔ مگر وہ مداری کون تھا جس نے اپنے کاندھے پر شکاکی سوار کر رکھا تھا۔"

"تم شکاکی کے متعلق جانتے ہو۔"

"ارے وہ تو میرے بھتیجے کا سوتیلا چچا ہے۔" عمران نے کہا اور پھر سر ہلا کر بولا۔ "اس لڑکی کو محفوظ رکھنے کی تدبیر میں نے سوچ لی ہے۔"

"میں نے بھی سوچ لی ہے۔" دفعتاً قاسم کی آواز آئی۔ وہ عمران کے پیچھے کھڑا حمید کو گھور رہا تھا۔

"کیا تم نے سنا نہیں کرنل نے کیا کہا تھا۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"اے جاؤ.... کہا ہوگا۔ میں تمہارے ساتھ یہاں نہیں آیا۔"

"اچھی بات ہے تم بھی سوچو تدبیر۔" حمید نے کہا اور لاپروائی سے ایک طرف مڑ گیا۔ وہ اوبران اور کراموبل کے قریب سے گزرا اور پھر وہیں ٹھٹک گیا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ کیونکہ وہ گھوڑوں کی آڑ میں تھی۔

"لیکن وہ ان لوگوں کے درمیان آزاد کیسے پھر رہا ہے۔" اوبران کہہ رہا تھا۔

"بھئی.... وہ فریدی ہے۔ دنیا کا چالاک ترین آدمی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت کیا کر گزرے گا۔ تم نے نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک پجاری قسم کا آدمی بھی تھا.... اور میرا دعویٰ ہے کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے جو ہر حال میں محفوظ رہے گی کیونکہ وہ کسی لڑکے کے میک اپ میں ہے۔"

یہ ایک زبردست غلطی تھی کہ کیلی ہمارے ساتھ نظر آ رہی ہے.... لیکن یہ تو ناممکن ہے کہ کوئی ہماری زندگی میں اسے ہاتھ بھی لگا سکے۔

"ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔ شائد کسی کے پاس ایک چاقو بھی نہ نکلے۔"

"جو صورت بھی ہو۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ ہم اسے جنگلیوں کے حوالے کر دیں۔ عمران کہاں ہے۔"

"ہوگا یہیں.... کہیں۔"

"اس سے گفتگو کرنی چاہئے۔"

حمید محض تفریحاً ان کے پیچھے لگ گیا۔ وہ عمران کی تلاش میں اٹھے تھے، عمران اور قاسم ایک ہی جگہ ملے۔ انہوں نے کیلی کے متعلق گفتگو چھیڑ دی۔

عمران نے کہا۔ "میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ عورت ہمارے ساتھ ہے اس لئے رحمت کے فرشتے دور ہی بھاگیں گے۔ عورت بھی اگر شادی شدہ ہوتی تو خیر کوئی بات نہیں تھی۔"

"میں کہتا ہوں کچھ سوچو۔" اوبران نے کہا۔

"اس اندھیرے میں کیا سوچا جاسکتا ہے۔ مشعلوں کی روشنی ناکافی ہے۔ سورج نکلنے دو پھر سوچیں گے۔"

"بیکار ہے....!" اوبران نے غصیلے لہجے میں غالباً کرامویل کو مخاطب کیا تھا۔ "ہمیں خود ہی کچھ سوچنا چاہئے۔"

حمید نے پھر عمران کی آواز نہیں سنی۔

❁

دوسری صبح وہ ایک ایسی جگہ لے جائے گئے جہاں درختوں کی چھاؤں تھی لیکن ان کے گرد مسلح جنگلیوں کا پہرہ بدستور قائم تھا۔ کیلی بھی ابھی اُن کے پاس ہی تھی۔

صبح انہیں ان آدمیوں کے ہاتھ سے ناشتہ ملا جو فریدی کے ساتھ کیتو سے آئے تھے۔ لیکن قاسم بدستور پیٹ ہی پیٹتا رہ گیا کیونکہ اس کا بھلا اتنے میں نہیں ہوا تھا۔ حمید بھی انہیں لوگوں میں تھا۔ تقریباً آٹھ بجے فریدی ادھر آتا ہوا دکھائی دیا اور پھر حمید نے اُسے سیدھے کرامویل کی طرف جاتے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں حمید بھی وہیں تھا۔

"حالات بگڑ گئے ہیں۔" فریدی نے کرامویل سے کہا۔ "ہم نے کوشش کی بھی کہ تم لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ہی نکال لے جائیں لیکن بستی کا مکھیا جو پچھلی رات ہمارے ساتھ تھا لڑکی کے لئے اڑ گیا ہے۔ وہ کہتا ہے تم سب چلے جاؤ لڑکی نہیں جاسکے گی۔ وہ اسے ضرور بالضرور اپنی بیوی بنائے گا۔ ہم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، لیکن وہ بولا کہ اگر لڑکی چلی گئی تو اس کی بہت توہین ہوگی۔ کیونکہ اس نے پچھلی رات سب کے سامنے اسے اپنی بیوی بنانے کا اعلان کیا تھا.... اب لڑکی اسی صورت میں جاسکتی ہے جب وہ مار ڈالا جائے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بھی

اس لڑکی کا دعوے دار ہے تو اس سے جنگ کرے.... خود مر جائے یا اسے مار ڈالے۔ اب فیصلہ اسی صورت سے ہو سکتا ہے۔"

کرامویل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ فریدی کہتا رہا۔ "ہمارا اسلحہ پہلے ہی سے لیا جاچکا ہے۔ لہٰذا ہمیں بڑی احتیاط برتنی پڑے گی۔"

"میں جنگ کروں گا سالے سے.... میں۔" یک بیک قاسم چھاتی ٹھونکتا ہوا بولا۔ لیکن فریدی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔

کچھ دیر بعد کرامویل نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ہم ان کے طریق جنگ سے ناواقف ہیں۔"

"وہ لوگ عموماً نیزے استعمال کرتے ہیں۔"

"اور ہم میں شاید کسی کو نیزہ پکڑنے کا بھی سلیقہ نہ ہو۔"

عمران قریب ہی اکڑوں بیٹھا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے وہ کھڑا ہو گیا۔

"میری عقل میں کچھ بھی نہیں سما رہا۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

"آپ کی عقل تو یقیناً اس وقت نئے گل کھلانے کے چکر میں ہوگی مسٹر عمران۔" فریدی مسکرایا۔

"میں کہتا ہوں کہ ایک نہیں ہزار ایسی لڑکیاں قربان اس ستم ظریف جنگلی پر، جو اتنی موٹی رقابت کے مزے لوٹنا چاہتا ہو۔"

"صرف زبان ہی چلے گی تمہاری یا کچھ کرو گے بھی۔"

"میں تو اب اپنی بقیہ زندگی اس درویش کی خدمت میں گزار دینا چاہتا ہوں جس کے کاندھے پر سیاہ نیولے سواری کرتے ہوں۔"

"سمجھا!" فریدی نے تشویش کن انداز میں سر کو جنبش دی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ شکا کی کے متعلق تمہاری معلومات وسیع ہوں اور تم ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔ لیکن میں تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کردوں۔ اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو ہو سکتا ہے کہ لڑکی بچ جائے لیکن ہم میں سے صرف وہی بچیں گے جن کے ستارے بہت اچھے ہوں گے۔"

"پتہ نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

”تم نے یہی سوچا ہے نا کہ سیاہ نیولے کو لڑکی کے ہاتھوں مروا ڈالو۔“

عمران کی آنکھوں میں ایک لحظہ کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے اور اس کے بعد چہرے پر پھر وہی احمقانہ سنجیدگی طاری ہو گئی۔

”کیوں نیولے کا کیا قصہ ہے۔“ کرامویل نے پوچھا۔

”سب سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم لوگ اس طرف کیوں آئے ہو۔“

”مجھے افسوس ہے کہ میں یہ نہ بتا سکوں گا۔“ کرامویل نے کہا۔ ”کیونکہ پارٹی لیڈر اسے نامناسب سمجھتا ہے۔“

”کیا اوبران پارٹی لیڈر ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”تم اسے جانتے ہو۔“ کرامویل نے سوال کیا۔

”میں اسے جانتا ہوں اور شاید یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگوں کے اجتماع کا کیا مطلب ہے۔ یہ لڑکی فرانسیسی ہے نا۔“

”ہاں....؟“

”تب تمہیں زیرولینڈ کی تلاش ہے۔ کیونکہ جن ممالک میں زیرولینڈ کے جاسوس پکڑے گئے تھے ان میں سے شاید ایک کی نمائندگی نہیں ہے بقیہ چار تو ہیں۔ یہ کمال ہے....“ کرامویل نے پلکیں جھپکائیں۔ ”میرا خیال ہے زیرولینڈ کی کہانی عام نہیں ہوئی۔“

”ہم لوگ خاص باتوں کے لئے ہیں گریمی ڈیئر۔“ فریدی مسکرایا۔

”جب تم جانتے ہی ہو تو.... کچھ کہنا سننا بیکار ہے۔“

”شاید تمہارا خیال ہے کہ تمہاری منزل تاریک وادی ہی ثابت ہو۔ اسی لئے تم لوگوں نے قاسم کو ان چینیوں سے حاصل کیا تھا۔ مگر اس کی یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ تم نے خود ہی اندازہ کر لیا ہوگا۔“

فریدی خاموش ہو کر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”آپ نے موٹے بھائی ہی کے لئے یہ سفر اختیار کیا تھا؟“ عمران نے پوچھا۔

”یقیناً....!“

”تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔“

”اگر زیرولینڈ کی بات نہ آپڑی ہوتی تو میں یہیں سے واپس ہو جاتا۔ مگر اب ایک بار پھر دل چاہتا ہے کہ اس وادی میں اترنے کی کوشش کی جائے۔“

”بہت نیک خیال ہے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مگر یہ آپ کے اسسٹنٹ صاحب کو کیا ہو گیا تھا۔ بڑے عجیب حلیہ میں ملے تھے۔“

”ہاں بھئی....!“ فریدی حمید کی طرف مڑا.... اور پھر حمید کو اپنی داستان دہرانی پڑی۔ اس پر کچھ تھوڑے ہی قہقہے بھی اڑے۔ فریدی بھی ہنس رہا تھا۔

”کم نہیں معلوم ہوتے دوست!“ عمران حمید کو مخاطب کر کے بولا۔

حمید نے فخریہ انداز میں اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر فریدی سے پوچھا ”ان چینیوں کا کیا ہوا تھا۔“

میں نے صرف تین لاشیں دیکھی تھیں۔ ان میں سے ایک تن لین بھی تھا۔ لیکن گاڑی میں قاسم نہیں ملا تھا۔ یہ چیز متحیر کن تھی۔ طارق نے تمہارے گھوڑے کو بھڑکتے دیکھا تھا۔ لیکن سچویشن ایسی نہیں تھی کہ کوئی تمہارے پیچھے جاسکتا۔ بہر حال پھر اس کے بعد اور زیادہ بھٹکنا پڑا۔

”ارے تم اس نیولے کے متعلق کچھ بتانے جا رہے تھے۔“ کرامویل نے کہا۔

”ہاں تو عمران صاحب۔“ فریدی نے ایک طویل سانس لے کر عمران کو مخاطب کیا۔ اگر تمہارے ذہن میں وہی اسکیم ہو جس کا تذکرہ میں نے ابھی کیا تھا۔ خیر ہوگا۔ اس پر اچھی طرح غور کر لینا.... ہاں گریمی.... یہ نیولا ان اطراف میں مقدس سمجھا جاتا ہے۔ دیوتا سمجھ لو۔ شکا کہلاتا ہے۔ لیکن یہ کمیاب بھی ہے۔ شاذ و نادر ہی ملتا ہے.... جس کے پاس یہ ہو اس سے لوگ خوف کھاتے ہیں اور اسے بھی کوئی آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں۔ اس سے اور زیادہ خوف کھاتے ہیں جو اسے مار ڈالے۔ ان کے عقیدے کے مطابق ایسے آدمی کے جسم میں کوئی خبیث روح ہوتی ہے.... مسٹر عمران نے غالباً یہی سوچا ہے کہ لڑکی اس نیولے کو مار ڈالے۔ اس طرح وہ محفوظ رہ سکے گی۔ ہو سکتا ہے کہ لڑکی محفوظ رہے لیکن وہ اس کا غصہ ہم پر اتاریں گے.... اور ہمارے بعد کوشش کریں گے کہ لڑکی بستی سے نکل جائے۔ اگر لڑکی نہ نکلی تو خود ہی بستی چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ پھر لڑکی کا انجام معلوم....!“

”یہ یقیناً ایک خطرناک حرکت ہوگی۔“ کرامویل نے کہا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکراتا

ہوا بولا۔ "ابھی تک یہ حضرت بہت عقلمند ثابت ہوتے آئے ہیں۔ ان کی ذہانت ہی پر تم مجھے بے حد یاد آئے تھے۔"

"اس خطے کی آب و ہوا میرے لئے مفید معلوم ہوتی ہے۔" عمران نے بڑبڑا کر اپنی آنکھوں کو گردش دی اور سوالیہ انداز میں صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

"رشتے داروں کے درمیان پہنچ کر یونہی طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے۔" حمید بولا۔

"ٹھیک کہتے ہو بڑے بھائی۔" عمران نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

"کیا تمہاری یہی اسکیم تھی۔" کرامویل نے عمران سے پوچھا۔

"ارے.... توبہ.... توبہ....!" عمران منہ پیٹنے لگا۔

اتنے میں فریدی دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ طارق بڑی تیز رفتاری سے ان کی طرف آ رہا تھا۔ جنگلیوں کے حلقے سے گزر کر وہ ان لوگوں کے پاس آیا اور دم لئے بغیر کہنے لگا۔ "وہ آج رات کو شادی کا جشن برپا کریں گے۔ ان لوگوں سے کہو کہ کوئی تدبیر کریں.... میں اسے نہیں پسند کروں گا کہ وہ لڑکی تباہی کی غار میں گرے۔"

"اگر آپ یہ نیولا اسی کے کاندھے پر بٹھادیں تو کیسی رہے گی۔" عمران نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

"کیا یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ آپ اس نیولے کی شادی ہی اُس سے کرادیں۔"

"ابے دماغ خراب ہوا ہے تمہارا۔" قاسم عمران پر جھپٹ پڑا۔ "مجال ہے سالے نیولے کی.... اگر میں تمہاری شادی کسی نیولی سے کردوں تو کتنا برا لگے گا تمہیں۔ اپنی ہی طرح دوسروں کو بھی سمجھا کرو۔"

قاسم کی اس کھری بات پر سب نے جی کھول قہقہے لگائے اور حمید نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا پیارا کھالا جاد ہے.... کیوں کھفا ہوتے ہو۔"

"ہوگا.... تم چوپ راؤ۔"

"بھئی حمید میاں! خدا کے لئے ایسے مواقع پر تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔" طارق نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ پھر فریدی سے بولا۔ "وہ بار بار یہی کہتا ہے کہ جسے اس لڑکی پر دعویٰ ہو مجھ سے فیصلہ کرلے۔"

"خیر.... میں فیصلہ کرلوں گا۔" فریدی نے بڑی خود اعتمادی سے کہا۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر تم نے اُسے مار بھی لیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ وہ سارے وحشی ہم پر آپڑیں گے۔" طارق نے کہا۔

کچھ دیر کے لئے سناٹا چھا گیا.... کیلی کو سبھی حالات کا علم تھا۔ لیکن اس نے ابھی تک اس مسئلہ پر دوسروں سے گفتگو نہیں کی تھی، طارق کو دیکھ کر وہ بھی ان کے قریب آگئی۔ لیکن اب طارق نے دوسری قسم کی گفتگو شروع کردی تھی۔ شائد اپنی دانست میں وہ ایسا کر کے کیلی کو خوف زدہ ہونے سے بچا رہا تھا۔

حمید نے قاسم کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کی خواہش ہو کہ کیلی یہاں سے چلی جائے۔

"میں اپنی حفاظت خود کر سکوں گی۔" کیلی نے پروقار لہجے میں کہا۔ "آپ لوگ پریشان نہ ہوں اور میرا خیال ہے کہ یہ لوگ مجھے ہاتھ بھی نہ لگا سکیں گے۔"

"اسی لئے مجھے اس وقت بھی نیند آرہی ہے۔" عمران بڑبڑایا۔

"میرے پاس میرا پستول موجود ہے.... انہوں نے میری تلاشی نہیں لی تھی اور نہ کسی نے مجھے ہاتھ لگانے کی ہمت کی تھی۔"

"میں نے جغرافیہ میں پڑھا تھا کہ یہ لوگ عورتوں کو تل کر کھاتے ہیں۔" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ابے او خالہ جاد۔" قاسم بول پڑا۔ "اب میں تمہیں اٹھا کر پٹخ دوں گا۔ تمہاری دم میں نمدہ.... ہاں نہیں تو۔"

بس وہ لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے لیکن بظاہر کوئی واضح اسکیم نہ بنا سکے۔

❋

سورج غروب ہوتے ہی ان کی الجھن بڑھ گئی۔ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر جنگلی خشک لکڑیاں ڈھیر کر رہے تھے۔ جب خاصا بڑا انبار ہو گیا تو اس میں آگ لگادی گئی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ چھوٹا سا میدان روشن ہو گیا جسے بنانے کے لئے کبھی لاتعداد درخت گرائے گئے ہوں گے۔

جنگلیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد جم غفیر ہو گیا اور ان مہذب آدمیوں

نے محسوس کیا کہ اس تعداد میں اگر ان پر صرف تھپڑوں ہی کی بارش ہو جائے تو وہ سب کے سب ذرا سی دیر میں جان بحق ہو سکتے ہیں۔

فریدی اور طارق بھی وہیں موجود تھے۔

جنگلیوں نے ہلکی آواز میں کوئی گیت شروع کیا اور پھر آہستہ آہستہ گیت کا جوش و خروش بڑھتا گیا اور وہ آگ کے گرد اچھلنے کودنے لگے۔ ان میں بستی کا سردار بھی تھا اور اس وقت بھی اس کے جسم پر وہی پتلون تھی جس میں وہ پچھلی رات کو نظر آیا تھا۔

پھر یہ ناچ بھی ختم ہو گیا اور جنگلی آگ کے پاس سے ہٹتے چلے گئے۔ صرف سردار آگ کے قریب کھڑا رہ گیا۔

دفعتاً اس نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا جس کے جواب میں طارق بھی کچھ بولا اور پھر ان میں تقریباً دو منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر سردار نے مڑ کر اپنے آدمیوں سے کچھ کہا.... اور ایک جنگلی بھیڑ سے نکلا۔ بھیڑ سے باہر آتے وقت اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے دوسرے جنگلی کے ہاتھ سے نیزہ لے لیا تھا.... پھر عمران نے فریدی کو آگے بڑھتے دیکھا۔ حمید اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"یہ کیا چکر ہے۔" اس نے حمید سے کہا۔ "یہ حضرت تو سردار سے لڑنے والے تھے!" حمید نے یہی سوال طارق سے دہرایا۔

"فریدی ہی کی تجویز کے مطابق سب کچھ ہو رہا ہے۔" طارق نے جواب دیا۔ "وہ اندازہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ کس قسم کی نیزہ بازی کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے سردار کے سامنے تجویز پیش کی تھی کہ وہ پہلے اپنے کسی آدمی سے اُسے لڑائے، سردار نے تجویز منظور کر لی ہے۔ غالباً اس نے سوچا ہو گا کہ اب اسے تکلیف نہ کرنی پڑے گی۔"

"سن لیا تم نے۔" حمید نے عمران کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا۔ "لیکن تم کچھ نہ کر سکے۔ حالانکہ یہ تمہارے ہی ساتھ آئی تھی۔"

"سنو بھائی....!" عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں ایک پرلے سرے کا گاؤدی ہوں۔ اسی لئے میں کسی کے معاملات میں دخل دینا پسند نہیں کرتا۔ اگر میں کہتا کہ میں اس سردار کے پٹھے سے کشتی لڑوں گا تو کرنل کا دل ٹوٹ جاتا.... لہٰذا چلنے دو۔"

"ابے جاؤ....!" قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "تم پکے چار سو بیس ہو۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ حقیقتاً وہ ایسا ہی آدمی تھا۔ نہ اسے اپنی آن کی پرواہ تھی اور نہ بدنامی کی.... وہ تو بس کام نکالنا جانتا تھا۔ خواہ کسی صورت سے نکلے۔ اس کا نظریہ تھا کہ اگر محض مکاری سے کوئی مسئلہ حل ہو سکے تو اس کے لئے جسم یا ذہن کو تھکانے سے فائدہ!

فریدی اور جنگلی نیزے سنبھالے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل ہو چکے تھے۔ جنگلی نے پہلے حملہ کیا.... فریدی نے وار خالی دیا اور اس کے دوسرے حملے کا انتظار کرتا رہا۔ اسی طرح اس نے اس کے سات یا آٹھ وار خالی دیئے.... خود حملہ نہیں کیا۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر جنگلی کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔ سردار نے بھی کچھ کہا اور جنگلی پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد سردار نے اپنا نیزہ سنبھالا۔

"میں بھی اکثر ایئر گن سے مکھیوں کا شکار کرتا ہوں۔" عمران بڑبڑایا۔

"اب زیادہ بکواس نہ کرو۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ورنہ تمہیں مجھ سے نپٹنا پڑے گا اور....!"

جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی عمران نے اس کے سر پر ایک چپت جھاڑ دی اور اچھل کر بھاگا۔

"ٹھہرو اُلو کے پٹھے۔" حمید اپنا بانس کا ڈنڈا تانے ہوئے اس کے پیچھے دوڑا.... فریدی اور سردار ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی بجائے انہیں دیکھنے لگے۔ بلکہ فریدی نے حمید کو للکارا بھی مگر کون سنتا تھا۔ عمران اسے چپت مار کر بھاگا تھا۔ یہ آسانی سے نظر انداز کر دی جانے والی حرکت نہیں تھی۔

ایک جگہ عمران کے رکتے ہی حمید نے اس پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ مگر ڈنڈا زمین پر پڑا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے وار خالی دیا تھا۔ حمید کا پارا اوپر چڑھ گیا اور اس نے اندھا دھند ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے۔ مگر ایک بار بھی جو عمران کے لگا ہو۔ سبھی زمین پر پڑتے رہے۔ عمران بالکل بندروں کے سے انداز میں اچھل کود کر وار خالی دے رہا تھا.... جنگلی یہ تماشہ دیکھنے کے لئے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے.... حمید کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے ہاتھ بھی تیزی سے چلنے لگے تھے.... مگر فریدی جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ دفعتاً عمران نے کہا۔ "اوبران:.... کراموئیل.... چپ چاپ کھسک جاؤ.... وہیں پہنچو جہاں ہم نے قیام کیا تھا۔ حملے کے وقت میں نے ایک پٹی

بائیں جانب والے نشیب میں دھکیل دی تھی اس میں دو ٹامی گنیں اور کافی میگزین ہے۔ کم از کم یہ پوری بستی تباہ کی جاسکتی ہے۔"

اس نے یہ جملے بالکل اسی انداز میں کہے تھے جیسے حمید کو گالیاں دے رہا ہو۔ اچانک انہوں نے بہت ہی تیز قسم کی بو محسوس کی اور ان کے سر چکرانے لگے۔ جنگلی چیختے ہوئے ایک طرف بھاگ نکلے وہ کچھ بدحواسی کے عالم میں بھاگے تھے کہ ان میں سے کئی تو آگ کے ڈھیر کی نظر ہوگئے۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے وہ بو ان کے لئے کسی بہت بڑے خطرے کی علامت ہو۔

پھر اس میدان میں عمران اور فریدی کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہ گیا۔ لیکن اس تیز قسم کی بو نے جو یقینی طور پر کسی قسم کی گیس تھی انہیں ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کرنا شروع کر دیا تھا۔ حمید کے ہاتھ سے ڈنڈا چھوٹ گیا اور عمران ایک بار دھپ سے زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر کسی کو ہوش نہیں رہا کہ بعد کی باتیں اس کی سمجھ میں آسکتیں۔

❁

حمید کو اپنے جسم میں پتھروں کی چبھن محسوس ہوئی اور وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا، آنکھوں کے سامنے دھند سی چھائی ہوئی تھی اور سر بہت شدت سے چکرا رہا تھا.... آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آئی اور اس نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ اس کے کچھ ساتھی زمین پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھے تھے۔ خود حمید کو بھی بڑی تھکن محسوس ہو رہی تھی اور سر اتنا بھاری لگ رہا تھا کہ اسے سہارے کی ضرورت تھی۔ اس نے بھی دوسروں ہی کی طرح گھٹنوں میں سر رکھ لیا۔

مگر اس کا ذہن سوچ سکتا تھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ دور دور تک جنگلیوں کا پتہ نہیں ہے کیوں نہ کسی طرف نکل چلیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دیر بعد اپنے تساہل پر افسوس کرنا پڑے۔

اس نے سر اٹھا کر شرابیوں کے سے انداز میں کرنل کو آواز دی۔ جواب تو مل گیا لیکن حمید کچھ کہہ نہ سکا کیونکہ اس کی زبان لڑکھڑا رہی تھی.... تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے قریب قدموں کی آواز سنی اور پھر چونک کر سر اٹھایا۔

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا۔

"کھڑے ہو جاؤ....!" اس نے کہا۔

"مجھ میں اتنا دم نہیں ہے کہ کھڑا ہو سکوں۔" حمید نے افیونیوں کے سے انداز میں کہا۔

"سبھوں کی حالت دگرگوں ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"عمران صاحب بھی کھیاں مار رہے ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ ابھی کھل کر نشہ نہیں ہوا۔ تھوڑی سی اور منگوا دو۔"

پھر حمید نے بھی عمران کی آواز سنی جو شرابیوں کے سے انداز میں گا رہا تھا۔

کس بلا کی ہوا میں مستی ہے
کہیں برسی ہے آسمان سے آج

بلموا.... ہاں ہاں.... سجنوا.... اب گھر جانے دے

حمید نے اسے بھی دیکھا۔ وہ زمین پر چت پڑا اوٹ پٹانگ بکواس گانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی زبان میں لکنت تھی اور آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"چپ رہو ورنہ پتھر کھینچ ماروں گا....!" حمید نے یونہی خواہ مخواہ اسے دھمکی دی۔ ورنہ حقیقت یہ تھی کہ اس کی دھمکی میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ عمران نے اور زور سے ہانک لگائی۔

لیلیٰ نے اپنے شہر میں یہ منادی کر دی
کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو

فریدی نے جیب سے سگار نکال کر سلگایا اور ایک پتھر پر بیٹھ کر انہیں تشویش آمیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر تکان کے آثار نہیں تھے۔

"فریدی.... بیٹے سگار بجھا دو۔" طارق کی کمزور سی آواز آئی۔ "اس وقت اس کی بو گراں گزر رہی ہے۔ جی مالش کر رہا ہے۔"

فریدی نے فوراً ہی سگار بجھا دیا۔ دفعتاً حمید بولا۔ "اگر وہ کمبخت واپس آگئے تو بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔"

"کون کمبخت....!" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ارے.... وہی جنگلی....!"

"ہاہا.... تو تم خود کو اسی جنگل میں سمجھ رہے ہو جہاں تم نے عمران پر ڈنڈے برسائے تھے۔"

"کیوں....؟ پھر ہم کہاں ہیں؟"

”تاریک وادی میں فرزند....!“

”ہاہا....!“ حمید نے قہقہہ لگانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا.... پھر بولا۔ ”اب آپ بھی گانا شروع کر دیجئے۔ مگر میرے ہاتھوں میں اتنی سکت نہیں ہے کہ طبلہ بجا سکوں۔“

”ابھی جب تم ان درختوں کے پیچھے جاؤ گے تو میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔“ فریدی نے ایک طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ارے تو ہم یہاں کیسے پہنچ گئے۔“ حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بس یہی سمجھ لو کہ ہم سچ مچ زیرو لینڈ والوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔“ عمران کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ حمید کچھ نہ بولا۔

عمران زمین پر ہی پڑے پڑے رینگتا ہوا ان کے قریب آ گیا تھا۔

”یہی تاریک وادی ہے۔“ اس نے فریدی سے پوچھا۔

”ہاں.... ان درختوں کے اس طرف سے وہ قدرتی دیوار دیکھی جا سکتی ہے جو میلوں اونچی معلوم ہوتی ہے۔“

عمران نے بائیں کنپٹی زمین پر رکھ دی اور اسی کروٹ پڑا رہا۔

”کیا تم اٹھ بھی نہیں سکتے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”مجھے شاید گٹھیا ہو گیا ہے۔“ عمران نے بے بسی سے کہا۔ ”یہ غالباً اسی اچھل کود کا نتیجہ ہے۔ مگر آپ حیرت انگیز طور پر تندرست نظر آ رہے ہیں۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اس نے مسکرا کر کہا۔ ”تمہاری وہ حرکت بڑی دلچسپ تھی۔ شاید تم کامیاب بھی ہو جاتے۔ مگر اُس گیس کی بدبو نے حالات یکسر بدل دیئے تھے۔ جنگلی کس طرح خوفزدہ ہو کر بھاگے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اکثر ان پر ایسی افتاد پڑتی رہتی ہے۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نامعلوم آدمی ہمیں بے ہوش کر کے یہاں لایا ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”واہ.... بھئی یہاں تو طلسم ہوشربا کا مزہ آ گیا۔ بیٹھے تھے طلسم نور افشاں میں جشن برپا تھا اچانک کسی جادوگر نے اوپر سے گولہ مارا مجلس درہم برہم ہو گئی اور اہل محفل بے ہوش! دوسری بار آنکھ کھلی تو خود کو باغ سیب میں پایا.... افراسیاب کے سامنے پابجولاں کھڑے ہوئے تھے۔“

کوئی کچھ نہ بولا۔ شاید ہی کوئی بولنے کے موڈ میں رہا ہو۔

آہستہ آہستہ وہ اعتدال پر آتے گئے۔ فریدی عمران کو اس جگہ لے گیا جہاں سے وہ اس جگہ کو تاریک وادی ثابت کر سکتا تھا۔

”مگر دیکھو....!“ اس نے کہا۔ ”پوری وادی بادلوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بادل ان قدرتی دیواروں سے چپک کر رہ گئے ہوں۔ شاید شاذ و نادر ہی سورج کی روشنی دیکھ سکیں۔“

اچانک قریب کی جھاڑی سے ایک آواز آئی۔ ”معزز مہمانو خوش آمدید۔ یہی تمہارا اصل وطن ہے اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے۔“

یہ جملے انگریزی میں کہے گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ پھر فریدی جھاڑی کی طرف بڑھا۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔ حمید اور صفدر بھی جھپٹے۔ پھر اوبران اور کراموئیل کو بھی ہوش آیا۔

جھاڑی میں انہیں جو کچھ بھی نظر آیا وہ عمران کے لئے بہت زیادہ سنسنی خیز تھا۔ جھاڑی کے وسط میں اس نے سنہرے اسفنج کا ایک بہت بڑا ڈھیر دیکھا۔

اس ڈھیر سے پھر آواز آئی۔ ”کچھ دن اس حیرت انگیز وادی کی سیر کرو۔ پھر تمہیں اپنے اس نئے وطن کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔“

فریدی نے آگے بڑھ کر اس ڈھیر کو ٹٹولا۔ اس میں نمی تھی۔ کوئی سیال شے اس کے ہاتھوں میں لگ گئی.... اس نے اسے سونگھا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ عمران بھی اب اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس نے فریدی کو جھاڑی سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

وہ خاموشی سے چلتے رہے اور جھاڑی سے بہت دور ہٹ آئے۔

فریدی نے عمران سے کہا۔ ”میں اپنے ہاتھ میں ایسٹیک ایسڈ کی بو محسوس کر رہا ہوں۔“

”آپ کا خیال درست ہے۔“ عمران نے کہا اور مختصراً سنہرے اسفنج کی داستان سنائی۔

”استوائی جنگلوں میں اسفنج کی شکل کی کائی میں نے اکثر دیکھی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن سنہری کائی دیکھنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے.... ٹھہرو.... ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ رنگت ایمونیا اور ایسٹیک ایسڈ ہی کی وجہ سے ہوئی ہو۔“

"خدا جانے۔" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "تو اب ہم ان کے قیدی ہیں۔"

"قیدی ہی نہیں بلکہ جانے پہچانے قیدی۔ اگر راستے میں ان کے آدمیوں سے تمہارا ٹکراؤ ہوتا رہا ہے تو وہ تم میں سے ہر ایک کو اچھی طرح جانتے ہوں گے۔" فریدی نے کہا۔

دفعتاً انہوں نے کیلی کی چیخیں سنی اور چونک کر آواز کی طرف مڑے۔ وہ تیزی سے ان کی طرف آرہی تھی۔ قریب آکر اس نے کہا۔ "کیا اس موٹے کا دماغ چل گیا ہے۔"

"کیوں.... کیا ہوا؟" عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"وہ کہتا ہے اب شاید سوئٹزرلینڈ میں نہ آباد ہو سکیں اس لئے یہیں شادی ہو جانی چاہئے.... یہ کیا بکواس ہے۔ میں پتھر مار مار کر اسے ہلاک کر دوں گی۔"

فریدی نے استفہامیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا۔

حمید نے اردو میں کہا۔ "انہی حضرت نے اس کا دماغ خراب کیا ہے۔"

"میں کیا کرتا۔" عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "اسے قابو میں کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔ چینیوں نے بھی اس سے کسی تگڑی سی لڑکی کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہم اسے سمجھا دیں گے۔" فریدی نے کیلی سے کہا۔ "وہ کمزور دماغ کا آدمی ہے۔ اکثر بہک جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے خواب میں اس سے شادی کا وعدہ کیا ہو۔ اکثر اوٹ پٹانگ خواب بھی اسے حقیقت ہی کی طرح یاد آتے ہیں۔"

کیلی غصیلے انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگی۔

حمید نے عمران کو آنکھ مار کر کہا۔ "تم چکر میں ہو۔"

"میرے باپ جو اس چکر میں پڑے تھے آج تک پچھتا رہے ہیں۔ پھر میں بیچارہ کیا پڑوں گا اس چکر میں۔"

"بڑے بے ہودہ ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"طارق بہت اداس تھا۔ اس نے ایک بار بھی تاریک وادی کے خزانے کا نام نہیں لیا۔ ویسے وہ راستے بھر اسی کا تذکرہ کرتا آیا تھا۔ اس کی اداسی کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وہ جنگلیوں کے درمیان اپنا بیش قیمت نیولا شکا کی کھو آیا تھا۔ جب وہ بے ہوش ہوا تھا اس وقت تو نیولا اس کے کاندھے ہی پر موجود تھا.... اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ گیس کی بدبو پھیلتے ہی نیولے نے بڑی کریہہ آواز نکالی تھی۔

اوبران اور اس کے ساتھی خاموش تھے۔

دفعتاً تھوڑی دیر بعد ایک جھاڑی سے پھر آواز آئی۔ "بائیں طرف چلتے رہو دوستو! تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ آگے تمہیں تمہاری آسائش کا سارا سامان ملے گا۔"

"چلنا ہی پڑے گا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ "جب تک کہ اس معاملے کا سر پیر نہ معلوم ہو جائے کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"کچھ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" حمید بولا۔ "ہم تاریک وادی کی سیر کرنا چاہتے تھے، کر رہے ہیں۔ واپسی کا سوال ہی اٹھانا فضول ہے کیونکہ مرنے کے بعد کوئی بھی دوبارہ دنیا میں واپس نہیں آتا۔"

"گڈ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "میں بھی ایسے ہی درویشانہ خیالات رکھتا ہوں۔"

پوری پارٹی میں صرف قاسم بہت مگن دکھائی دیتا تھا۔ اسے شاید اس کی بھی پرواہ نہیں تھی، کیلی اظہار عشق پر بھڑک اٹھی تھی۔

❁

تین دن تک وہ اس وادی کے مختلف حصوں میں چکراتے رہے، لیکن انہیں اپنے علاوہ اور کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔

لیکن انہیں اپنے لئے دو بڑے بڑے خیمے نصب ملے تھے اور ان میں ضروریات کی ساری چیزیں موجود تھیں، وہ دن بھر مارے مارے پھرتے اور شام کو انہیں خیموں میں آکر پڑے رہتے۔ کیلی اور روزا دونوں ہی بہت بیزار نظر آتی تھیں۔

ان تین دنوں میں انہیں ایک دن بھی دھوپ نہیں دکھائی دی تھی۔ وادی پر چھائے ہوئے سفید بادل ایک جگہ پر جمے ہوئے سے معلوم ہوتے تھے۔ اکثر وہ انہیں کافی دیر تک دیکھتے رہتے لیکن کسی گوشے میں بھی حرکت نظر نہ آتی۔

چوتھے دن ایک سفید فام آدمی خیموں کے قریب نظر آیا۔ فریدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت نہ کر بیٹھیں۔ پھر اس نے عمران سے اردو میں کہا وہی اس آدمی سے گفتگو کرے۔

اس آدمی نے قریب آکر بڑے دوستانہ انداز میں انہیں "صبح بخیر" کہی اور نرم لہجے میں بولا۔

"میں مطمئن ہوں کہ اس وقت اپنے دوستوں کے درمیان ہوں۔"

"یقیناً...یقیناً....!" عمران نے سر ہلا کر کہا۔

"وہ جنگلی تم لوگوں کو زندہ نہ چھوڑتے۔ اسی لئے ہم تمہیں یہاں اٹھالائے.... وہ آدم خور تھے۔ آگ اسی لئے روشن کی گئی تھی کہ تمہیں بھون کر کھا جائیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میں ان کے پیٹ میں بڑی گڑبڑ مچاتا۔" عمران نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

"اور پھر تم تو یہاں آنا ہی چاہتے تھے۔" اس آدمی نے مسکرا کر کہا۔

"شاید میں تمہیں پہچاننے میں غلطی نہیں کررہا مسٹر علی عمران۔"

"آہا.... تو کیا یہ زیرولینڈ ہے۔" عمران نے لاپروائی سے پوچھا۔

"زیرولینڈ....!" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "نہیں یہ زیرولینڈ نہیں ہے۔ بلکہ یہاں زیرولینڈ کے لئے کام ہوتا ہے۔ یہاں کئی ایسی فیکٹریاں ہیں جو زیرولینڈ کے لئے ضروری سامان تیار کرتی ہیں۔"

"اوہ....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"تمہیں مایوسی ہوئی ہے۔" وہ آدمی مسکرایا۔

"نہیں! میں سوچ رہا ہوں کہ انکانسل کے خزانے کا کیا حشر ہوا ہوگا جو یہاں تھا۔"

"وہ زیرولینڈ کے کام آرہا ہے۔ ایک بہت بڑا خزانہ.... تم اس کی قیمت کا اندازہ ہی نہیں لگا سکتے! یہ جواہرات اور قدیم ظروف پر مشتمل تھا۔ سونے چاندی کے ظروف اتنے سائنٹیفک طریقے سے محفوظ کئے گئے تھے کہ ان کا ایک حصہ بھی نہیں ضائع ہوا۔ وہ یقیناً کافی ترقی یافتہ اور ذہین لوگ تھے۔"

طارق نے جو قریب کھڑا ہوا تھا ٹھنڈی سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہی نہیں۔" اس آدمی نے کہا۔ "اس خزانے کے علاوہ بھی اسے ہیروں ہی کی وادی کہنا چاہئے۔ یہاں ایک ایسا حصہ بھی ہے جہاں کی مٹی میں ہلکی سی نیلاہٹ پائی جاتی ہے۔ وہاں چاروں طرف ہیرے ہی ہیرے بکھرے ہوئے ملے تھے۔"

"اب بھی وہاں ہیرے ہیں۔" طارق بول پڑا۔

"نہیں.... وہ سب زیرولینڈ پہنچا دیئے گئے۔ اگر کھدائی کی جائے تو شاید ابھی اور نکلیں۔"

"کیا یہاں آدمی بھی تھے۔" عمران نے پوچھا۔

"ممکن ہے کبھی رہے ہوں۔ کیونکہ ہمیں اکثر انسانی ڈھانچے بھی ملے ہیں۔ اوہو تم اس کی فکر نہ کرو۔ کبھی رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔ لیکن اب یہ وادی آباد ہوگئی ہے۔ جہاں دنیا کے چند بہترین دماغ دنیا کی بہتری کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔ تم لوگ زیرولینڈ کو ہوا سمجھتے ہو۔ لیکن تم دیکھنا کہ تیسری جنگ عظیم کے دوران زیرولینڈ کتنا اہم رول ادا کرتا ہے۔ ہمیں بس تیسری جنگ کے چھڑنے کا انتظار ہے۔"

"تم کیا کرو گے اس سلسلے میں۔" عمران نے پوچھا۔

"وقت ہی بتائے گا۔ زیرولینڈ کے شہریوں کو کسی قسم کا خدشہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ ہر حال میں محفوظ رہیں گے۔ ہم سائنسی ترقی کی دوڑ میں ساری دنیا سے آگے ہیں۔"

"آہا تو کیا ہم زیرولینڈ کے شہری بنالئے گئے ہیں۔"

"اسی وقت جب تمہارے قدم اس وادی کی زمین سے لگے تھے۔"

"بہت عمدہ....!" عمران خوش ہو کر بولا۔ "یہ بہت اچھا ہوا۔ میں زیرولینڈ کی تہہ دل سے خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ واہ.... کتنے بااخلاق اور شریف ہو تم لوگ۔ ارے مجھے معاف کردیا۔ میں جس کی ذات سے زیرولینڈ کو کافی نقصانات پہنچے ہیں۔"

عمران آب دیدہ نظر آنے لگا.... اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"ارے وہ کچھ نہیں۔" سفید فام جلدی سے بولا۔ "تم اس کی پرواہ نہ کرو۔ کبھی آدمی غلطیاں کرتا ہے اور کبھی سیدھی راہ پر آجاتا ہے۔ زیرولینڈ یا اس کے باشندے آسمان سے نہیں ٹپکتے بلکہ اسی زمین کے بسنے والے کچھ ایماندار لوگ ہیں جو بے انصافیوں اور جانبداریوں سے تنگ آکر ایک مثالی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔"

"میرے ساتھ کبھی انصاف نہیں ہوا....!" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"مت پرواہ کرو.... اب تمہیں اپنی منزل کا عرفان ہوگیا ہے۔"

"مگر پیارے بھائی۔ کیا اس وادی میں دھوپ کبھی نہیں آتی۔" عمران نے پوچھا۔

"پہلے آتی تھی۔" سفید فام مسکرایا۔ "مگر جب سے تم لوگوں کو زیرولینڈ کی فکر ہوئی ہے نہیں آتی۔"

”میں نہیں سمجھا پیارے بھائی۔“

”یہ مصنوعی بادل ہیں۔ جو ابھی حال ہی میں وادی پر مسلط کئے گئے ہیں! تاکہ وادی تمہاری دنیا کے ہوابازوں کی نظروں سے محفوظ رہ سکے۔“

”آہا.... زمین کے بادل....!“

”زمین کے بادل....! ہاں یہی سمجھ لو۔ مگر بادل تو ہر حال میں زمین ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آسمان سے نہیں آتے....!“

”پیارے بھائی مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں اس مسئلے پر تم سے گھنٹوں بحث کر سکتا ہوں۔“

”یہ بُری عادت ہے۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ وقت کسی کام پر صرف کرنا چاہئے۔ ہم لوگ لاحاصل مباحث میں وقت نہیں برباد کرتے۔“

”اچھی بات ہے۔“ عمران کان پکڑتا ہوا بولا۔ ”اب میں کسی سے بھی بحث نہ کروں گا۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ آہا.... ٹھہرو پیارے بھائی میری سب سے بڑی الجھن رفع کر دو۔“

”کہو.... کیا بات ہے۔“

”وہ سنہرا اسفنج....!“

”اوہ....!“ وہ مسکرایا۔ ”تم نے اس کا استعمال تو دریافت کر لیا تھا۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن یہاں اس کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر دیکھ کر عقل چکرا گئی ہے۔“

سفید فام تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”یہ دریافت محض اتفاقیہ تھی۔ تمہیں اس کے متعلق ہرگز نہ بتایا جاتا.... مگر اب تم زیرولینڈ کے شہری ہو اور ایک ذہین آدمی ہو اس لئے یہ راز بتایا جا رہا ہے.... بہت عرصے کی بات ہے کہ ہم یہاں ایک قسم کے راکٹ کا تجربہ کر رہے تھے۔ اس راکٹ میں ایک خاص مقصد کے تحت ایمونیا اور ایسٹیک ایسڈ کا محلول بھی بہت بڑی مقدار میں تھا۔ اچانک راکٹ زمین سے ایک ہی گز بلند ہو کر پھٹ گیا.... ہاں یہ جو اسفنج کے ڈھیر تمہیں نظر آتے ہیں اپنی اصلی ہیئت میں سنہرے نہیں تھے اور یہ اسفنج نہیں بلکہ ایک قسم کی اکائی ہے جو اس وادی میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ہاں تو راکٹ پھٹتے ہی ایسڈ اور ایمونیا کا محلول چاروں طرف پھیل گیا۔ نیچے کائی کے بکثرت ڈھیر تھے۔ جیسے ان پر محلول پڑا ان کی رنگت تبدیل ہو گئی اور ہم نے ان میں اپنی آوازیں سنیں۔ ہم جو مختلف جگہوں پر کھڑے گفتگو کر رہے تھے اپنی آوازیں اس جگہ سے

دوسری جگہ سنتے رہے۔ اس کے بعد ہم نے اس کائی پر باقاعدہ طور پر تجربات شروع کر دیئے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ ٹرانسمشن کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔“

”اچھا پیارے بھائی ایک بات اور.... میں مادام تھریسیا سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ ان سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ سکوں۔“

”مادام تھریسیا یہاں کہاں ہیں۔“ سفید فام نے حیرت سے کہا۔

”اگر نہیں تو یہ میری بدقسمتی ہے۔ جس کے لئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ اچھا پیارے بھائی۔ اب کام بتاؤ.... ہم تمہاری کیا خدمت کر سکتے ہیں۔“

”کام بھی بتایا جائے گا.... ابھی دو ایک دن آرام کر لو.... میں تو اس وقت تمہاری خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔“

”ہم تو بفضلہ خیریت ہیں اور تمہاری بھی خیر و عافیت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہے۔“

سفید فام مسکراتا ہوا دوسری طرف مڑ گیا اور وہ سب بیک وقت بولنے لگے۔ فریدی ایک کونے میں خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

اوبران کہہ رہا تھا۔ ”مسٹر عمران تم نے اس سے بہت ہی گھٹیا قسم کی گفتگو کی ہے۔ ہم کسی قیمت پر بھی ان کے لئے کوئی کام نہیں کر سکتے۔“

”ہم مشرقی ہوتے ہی گھٹیا ہیں۔“ عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

پھر وہ فریدی کے قریب آیا جو اب بھی خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے۔“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”میں اس گفتگو سے مطمئن ہوں۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ تم سے یا تمہارے مشن سے واقف ہے یا نہیں۔“

”اب کیا ارادہ ہے۔“

”فی الحال خاموش رہو۔ پہلے ہم ان کے متعلق سب کچھ معلوم کر لیں پھر دیکھیں گے کیا کر سکتے ہیں۔ یہاں سے نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”جب نکلنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تو کچھ کرنے کی ضرورت۔“

”تم نہیں سمجھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں یہ کہہ رہا تھا کہ اوپر جانے کے لئے کوئی راستہ ملنا محال ہے۔ لیکن یہ لوگ تو بہرحال اوپر جاتے ہیں۔ چنانچہ اوپر جانے کا ذریعہ دریافت کرنا پڑے

گا۔اس سے پہلے کچھ کر بیٹھنا حماقت ہی ہوگی۔"

عمران کچھ سوچتا ہوا سر ہلانے لگا.... فریدی پھر بولا۔

"یہ لوگ شاید جنگلیوں کو پکڑ کر یہاں لاتے ہیں اور ان سے اپنی فیکٹریوں میں کام لیتے ہیں۔ اس رات گیس کی بو محسوس کر کے جنگلیوں کا بھاگ نکلنا یہی ظاہر کرتا ہے۔ یہ انہیں بیہوش کر کے اٹھالاتے ہیں۔"

"کھلی ہوئی بات ہے۔"

"اچھا اب میری تجویز سنو۔ تم اسی طرح ان کا اعتماد حاصل کر سکتے ہو کہ تمہارے کچھ آدمی ان کی خدمت کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور کچھ اس پر اڑ جائیں کہ خواہ جان چلی جائے۔ وہ زیرولینڈ کے لئے کوئی کام ہرگز نہ کریں گے۔"

"آپ کا یہ خیال بھی درست ہے۔" عمران بولا۔

اور فریدی پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ عمران وہاں سے جا چکا تھا۔ حمید نے جب دیکھا کہ فریدی تنہا ہے تو وہ اس کے قریب آیا۔

"یہ آپ کی کسی تجویز پر عمل نہیں کرے گا۔ اپنا وقت نہ برباد کیجئے۔ پکا فراڈ ہے۔"

"کوئی غلط قدم اٹھائے گا تو خود ہی بھگتے گا۔ مجھے تو اپنے ساتھیوں کو صحیح وسلامت نکال لے جانا ہے۔ مگر تم اسے فراڈ کیوں کہہ رہے ہو۔"

"ارے اس رات وہ ڈنڈا اسی ڈفر نے میرے ہاتھ میں تھمادیا تھا اور بولا تھا بڑے بھائی تھوڑی دیر اسے پکڑے رہو ورنہ کسی کے کھینچ ماروں گا۔ کیونکہ مجھے اختلاج ہو رہا ہے۔ اس طرح وہ اپنی اسکیم بروئے کار لایا تھا۔"

فریدی ہنسنے لگا پھر بولا۔ "اس کی حرکتیں بعض اوقات بڑی پیاری لگتی ہیں۔ اچھی سوجھ بوجھ کا آدمی ہے۔"

"ارے جگلر ہے۔ انداز گفتگو بھی مداریوں ہی کا سا ہے۔ شاید ہمیشہ بدسلیقہ اور جاہل آدمیوں میں اٹھتا بیٹھتا رہا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا.... اتنے میں قاسم دکھائی دیا اور قریب آکر اس نے کہا۔ "میں ما پھی چاہتا ہوں حمید بھائی۔ بہت تمہارا دل دکھایا ہے۔"

"کیوں....؟ اب عقل آئی نا۔"

"ارے.... یار کیا بتاؤں.... وہ کھلالازاد پکا چار سو بیس نکلا۔"

"کیوں کیا ہوا....!"

"اس نے لونڈیا سے کہا ہے کہ میں بالکل الو کا پٹھا ہوں اور مجھے محوبت کرنے کی تمیز نہیں ہے.... اب تم بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ سر پھاڑ دوں سالے کا۔"

پھر یک بیک اس کی نظر کرنل پر پڑی اور وہ بوکھلا گیا۔ شاید اس نے پہلے اسے نہیں دیکھا تھا۔ فریدی اسے گھور رہا تھا۔ قاسم تھوڑی دیر کھڑا احمقانہ انداز میں حلق سے طرح طرح کی آوازیں نکالتا رہا۔ پھر اس طرح وہاں سے بھاگا، جیسے یک بیک کسی ہاتھی کا دماغ الٹ گیا ہو۔

"اب دیکھئے....!" حمید نے کہا۔ "اس مردود نے اس کی بھی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔"

"بھئی وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔ کسی نہ کسی طرح اپنا کام نکال لیتا ہے۔ خواہ اس کے لئے کچھ کرنا پڑے۔ بااصول آدمی نہیں ہے.... لیکن اس کی ذہانت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا بتاؤں... کاش یہ میرے ساتھ صرف ایک سال ہی گذار سکتا۔" حمید برا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا۔

❋

اوبران بہت دیر سے عمران کے کان کھا رہا تھا۔

"میں کہتا ہوں.... کیا فریدی قانونی طور پر ہماری مہم میں شریک ہوا تھا۔"

"یہ کون کہتا ہے مسٹر اوبران۔"

"پھر تم اس کے مشوروں پر کیوں عمل کر رہے ہو۔"

"میں کسی کے بھی مشوروں پر کبھی عمل نہیں کرتا۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔

"اور پھر میرے عمل کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے.... پارٹی لیڈر تم ہو۔ تم ہی کوئی ڈھنگ کا مشورہ دو۔"

"ہم ان کے لئے کام نہیں کریں گے۔" اوبران نے سختی سے کہا۔

"خواہ ہمیشہ یہیں پڑے سڑتے رہو۔" عمران نے پوچھا۔

"اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

"مجھے تو پرواہ ہے مسٹر اوبران۔" عمران نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"مجھے ان بچوں کی فکر کھائے جا رہی ہے جو ابھی تک پیدا نہیں ہو سکے۔"

"تو پھر تم ہم سے علیحدہ ہو رہے ہو۔" اوبران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہونا ہی پڑے گا کیونکہ جب سے میں نے اس وادی میں قدم رکھا ہے زیرولینڈ سے بے پناہ محبت محسوس ہوتی ہے۔"

"بس دفع ہو جاؤ سامنے سے۔"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔" عمران نے کہا اور وہاں سے ہٹ کر فریدی کے خیمے میں آیا... اب قاسم بھی یہیں تھا اور ہر وقت کھالا جاد کی شان میں قصیدے پڑھتا رہتا تھا۔

"فریدی خیمے میں موجود نہیں تھا...." حمید نے قاسم کو ہشکار دیا۔

"آؤ.... آؤ....!" قاسم نے عمران کو گھونسا دکھا کر کہا۔ "آج میں نے پھیسلا کر لیا ہے۔"

روزا حالانکہ اردو نہیں سمجھتی تھی لیکن پھر بھی ہنس پڑی، کیوں کہ اسے اس قضیئے کا علم تھا۔

"یار ختم بھی کرو۔" عمران پلکیں جھپکا کر بولا۔ "اس بے وفا کو بھول جاؤ۔ تم سے پہلے بھی دنیا میں کروڑوں ناکام محبت گذرے ہیں.... صبر کرو۔ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔"

"ٹھینگے کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔" قاسم بُری طرح جھلا گیا اور پھر کفن پھاڑ انداز میں بولا۔

"سالے مرو گے تو پتہ چلے گا.... تن تن کیڑے پڑیں گے.... جیسے میرا دل دکھایا ہے۔"

"ارے پیارے بھائی۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ بھلا میں نے کیوں دل دکھایا ہے۔ وہ تم سے محبت کرتی تھی.... لیکن یہاں آکر موسم بدل گیا۔ اب وہ ہنٹر سے محبت کرنے لگی ہے۔"

"ہنٹر سے کرتی ہو یا لاٹھی ڈنڈے سے۔ میں تو تم سے سمجھوں گا۔"

"اور کیا.... سیدھی سی بات ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "تم بڑے کھرے آدمی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری رگوں میں خالص خون دوڑ رہا ہے۔"

"اس کا کیا مطلب ہوا۔" قاسم آنکھیں نکال کر حمید پر الٹ پڑا۔

"مطلب یہ ہوا کہ خالص خون۔"

"خالص خون نہیں تو کیا اس میں مٹی کا تیل ملایا جاتا ہے.... اے تم بھی مجھے الو بناتے رہتے ہو۔ مگر میں کسی کو بھی کچھ نہیں سمجھتا.... سمجھے۔"

"ارے یہ تو آج صبح تمہیں الو کا پٹھا کہہ رہے تھے۔" عمران بول پڑا۔

"یہ خود الو کے پٹھے۔ ان کے باپ دادے بھی سالے۔"

"ابے ہوش میں ہے یا نہیں۔" حمید نے کہا۔

"دیکھا پیارے بھائی۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ "ابھی تمہاری رگوں میں خالص خون دوڑ رہا تھے اور اب ابے تبے سے باتیں کرنے لگے۔ گویا تم کسی تانگے والے کی اولاد ہو۔"

"ارے.... بے شرم کہیں کے۔" حمید جلدی سے بول پڑا۔ "پہلے اُسے دھوکا دیا اب تانگے والے کی اولاد بتا رہے ہو.... اور قاسم تم کھڑے سن رہے ہو.... میرا خیال ہے کہ تمہارے باپ نے کبھی تانگہ نہیں چلایا۔"

"بالکل نہیں چلایا۔" قاسم عمران کو خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔ "بات بڑھ جاتی لیکن ٹھیک اسی وقت فریدی خیمے میں داخل ہوا۔

"یہ کیا بے ہودگی مچا رکھی ہے تم لوگوں نے....!" اس نے کہا۔ پھر عمران سے بولا۔

"باہر تین آدمی کھڑے ہیں.... وہ ہمیں یہاں سے کہیں اور لے جانا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہمیں یہاں آرام نہیں ہے۔"

"کیا ابھی لے جائیں گے۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں ابھی....!"

"اب کیا خیال ہے۔"

"جو کچھ بھی وہ کہیں کرتے رہو۔ فی الحال یہی مناسب ہے۔"

"لیکن اوبران اور اس کے ساتھی۔"

"ان کا عدم تعاون بھی ہمارے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں پہلے بھی یہ خیال ظاہر کر چکا ہوں۔"

وہ خاموشی سے خیمے سے نکل آئے، اجنبیوں نے اوبران اور اس کے ساتھیوں کو باہر نکال لیا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اوبران نے خیمے سے نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر اجنبیوں نے تشدد کی دھمکی دی۔ وہ سب نہتے تھے۔ اس لئے خاموش ہو رہے اور جو کچھ بھی کہا گیا تھا کان دبا کر کرنا پڑا۔

اب ان تینوں میں سے ایک ان سے کہہ رہا تھا۔ "دوستو! تم خود سوچ سکتے ہو کہ تمہارا کیا انجام ہوگا۔ تمہاری کیا حقیقت ہے۔ ہم یہاں تقریباً پانچ صد خونخوار قسم کے جنگلیوں کو کنٹرول

کرتے ہیں۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ عمران نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن فریدی نے اسے اشارے سے منع کر دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہے تھے۔

تین گھنٹے گذر گئے لیکن منزل کا کہیں پتہ نہ تھا۔ روزا اور کیلی کا بُرا حال تھا۔ وہ اس پر تیار نہیں تھیں کہ کوئی انہیں اٹھا کر لے چلے۔

کچھ دیر بعد انہیں سیاہ رنگ کی کچھ چمنیاں نظر آئیں.... جن سے دھواں نکل رہا تھا اور پھر بڑی بڑی عمارتیں بھی دکھائی دیں جو پتھروں سے بنائی گئی تھیں۔ وہ چلتے رہے اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں رکنے کو کہا گیا۔ وہ ایک عمارت کے دروازے پر رکے تھے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور انہیں اندر چلنے کا حکم دیا۔ عمارت باہر سے جتنی بھدی نظر آئی تھی اندر سے اتنی ہی حسین نظر آئی.... یہ ایک بہت بڑا ہال تھا.... جس کی دیواریں شیشے کی طرح جھلکتی تھیں مگر یہ ہال چوکور نہیں تھا بلکہ اس کی بغلی دیواریں اس مناسبت سے ترچھی تھیں.... کہ اگر انہیں کچھ اور بڑھا دیا جاتا تو یہ ہال مثلث کی شکل اختیار کر لیتا.... ہال کے تنگ سرے پر ایک اسٹیج سا بنا ہوا تھا.... جس پر ایک شیشے کی دیوار تھی جو چھت سے جالی تھی اور ہال کا وہ حصہ شیشے کا ایک بہت بڑی صندوق معلوم ہوتا تھا.... شیشے کی دیوار کے پیچھے پانچ سفید فام آدمی نظر آئے.... وہاں کچھ مشینیں بھی تھیں.... جن کی نلکیاں شیشے کی دیوار سے گزر کر ہال کے کھلے ہوئے حصے میں نکلتی تھیں.... شیشہ اتنا صاف تھا کہ دوسری طرف کی ہر چیز بخوبی نظر آتی تھیں۔ وہ تین آدمی جو انہیں یہاں لائے تھے وہ بھی شیشے کی دیوار کے پیچھے چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی.... پھر ان میں سے ایک آدمی نے عمران کو اردو میں مخاطب کیا۔

"مسخرے احمق۔ ہم نے چاہا تھا کہ تم لوگ راہِ راست پر آ جاؤ۔"

"ارے باپ رے۔" عمران بڑبڑایا۔ "یہ تو اردو بول رہا ہے۔ ہو گیا کباڑا۔"

"تم نے ہمیں دھوکہ دینے کی اسکیم بنائی ہے.... ہم سے فی الحال تقاضا کرو گے اور موقع کے منتظر رہو گے.... ہاہا.... لیکن ہم اس سے پہلے ہی تمہیں راہِ راست پر لائیں گے.... ادھر دیکھو! ہم یہاں صرف آٹھ آدمی ہیں اور پانچ سو جنگلیوں کو کنٹرول کرتے ہیں.... کیا یہ ہماری جسمانی قوت کا کارنامہ ہے۔"

"ہو گا بھئی.... میں یقین کئے لیتا ہوں۔" عمران نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ یہ تاریک وادی ہے۔ اگر تم یہاں ہمارے خلاف کچھ سوچو گے بھی تو ہمیں اطلاع ہو جائے گی۔ ہم تمہاری شخصیتوں تک کو بدل دینے کا دعویٰ رکھتے ہیں.... اور.... اب تمہارے ساتھ یہی کیا جائے گا تاکہ تم ہمارے کارخانوں میں کام کی دیکھ بھال کر سکو۔ ہمیں مہذب اور پڑھے لکھے آدمیوں کی ضرورت ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہا ہے۔" اوبران نے عمران سے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "محض تمہاری ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے بات بڑھ گئی.... نہ تم اس مسئلے پر مجھ سے جھگڑا کرتے اور نہ اس کی نوبت آتی۔"

دفعتاً عمران نے ایک تیز قسم کی بو محسوس کی.... اور بے تحاشہ ہال کے دروازے کی طرف بھاگا.... یہاں یہی ایک دروازہ تھا.... لیکن اسے بند پایا۔ یہ بو اُس کے اعصاب پر بُری طرح حاوی ہوتی جا رہی تھی.... پھر ساتھیوں کی طرف پلٹا.... اور بدقت ان تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا.... کیونکہ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پیروں کی جان نکل چکی ہو.... اس نے اپنے اکثر ساتھیوں کو بھی بیٹھے دیکھا.... کئی تو بیٹھتے ہی فرش پر دراز ہو گئے تھے۔ فرش پر دراز ہو جانے والوں میں اسے فریدی بھی نظر آیا اور پھر وہ خود بھی کھڑا نہ رہ سکا.... اب یہ حالت تھی کہ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں.... اور سب کچھ دیکھ سکتی تھیں۔ لیکن جسم میں جنبش کرنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی تھی۔ جب سبھی لمبے لمبے لیٹ گئے تو ہال کی چھت میں ایک طویل و عریض خلا نمودار ہوا جس سے وادی پر چھایا ہوا سفید بادل صاف نظر آیا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ تیز قسم کی بو ہلکی ہوتی گئی اور پھر یک لخت غائب ہو گئی۔

مگر ان کی وہی کیفیت تھی.... وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن سوچ سکتے تھے اور خائف ہو سکتے تھے۔

بُو کے غائب ہوتے ہی وہ آٹھوں آدمی ہال میں آ گئے۔

"بولو.... دوستو.... اب کیا حال ہے۔" ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔

"ایسی ہی چار منازل سے گزرنے کے بعد تم ہمارے لئے کارآمد ہو جاؤ گے۔ تمہارے دلوں میں کبھی بغاوت کا خیال بھی نہیں پیدا ہو سکے گا.... تم زیرولینڈ کے لئے جان تک دے دو گے۔"

لیکن خوشی سے جان دو گے.... تمہیں اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔"

اچانک عمران نے فریدی کو ان پر چھلانگ لگاتے دیکھا.... وہ کسی بھوکے بھیڑیئے کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا تھا.... اس کے دونوں ہاتھ کیا چل رہے تھے بس ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بجلیاں کوند رہی ہوں۔

وہ آٹھوں اس غیر متوقع حملے سے بوکھلا گئے تھے.... لیکن اچانک ان تینوں آدمیوں میں سے ایک نے ریوالور نکال لیا جو انہیں یہاں تک لائے تھے اور پھر اس نے فائر جھونک مارا۔

عمران نے فریدی کو گرتے دیکھا.... اور اس کے حلق سے ایک بے تحاشہ قسم کی چیخ نکلی۔

"دیکھو.... دیکھو....!" ایک آدمی چلایا.... اور وہی آدمی فریدی کی طرف جھپٹا جس نے اس پر فائر کیا تھا.... عمران پاگل ہوا جا رہا تھا.... اس کی حالت بالکل ایسے شکاری کتے کی سی تھی جسے زنجیروں سے جکڑ دیا گیا ہو اور وہ اپنے آزاد ساتھیوں کو شکار کھیلتے دیکھ کر بے چین ہو اٹھے.... ایسے کسی موقع پر زنجیریں بھی توڑی جاسکتی تھیں.... مگر وہ اسے کیا کرتا کہ اس کا جسم ہی اس کے قابو میں نہیں تھا۔

فائر کرنے والا جھک کر فریدی کو دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے ایک کریہہ سی چیخ نکلی کیونکہ وہ زمین سے کئی گز اونچا اچھل گیا تھا اور پھر زمین پر دوبارہ پہنچنے سے پہلے اسے ملک الموت نے جالیا۔ اسی کے ریوالور کی گولی اس کے سینے میں پیوست ہو گئی تھی.... اور ریوالور فریدی کے ہاتھ میں تھا۔

عمران کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ پھیل گئی.... جیسے یہ کارنامہ اسی کا رہا ہو۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!" فریدی بقیہ سات آدمیوں کو گھورتا ہوا بولا۔

لیکن جواب میں بیک وقت دو فائر ہوئے۔ شیشے کی دیوار میں دو سوراخ ہو گئے۔ فریدی کو بچنے کے لئے زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ ان لوگوں کی بدحواسی کی وجہ سے نشانہ پہلے ہی خطا کر گیا تھا۔

لیکن فریدی نے جوابی فائر نہیں کیا.... اب عمران کی آنکھیں کھلیں۔ وہ اپنے سنگ آرٹ پر بہت نازاں تھا۔ لیکن یہاں دو آدمی فریدی پر متواتر گولیاں برسا رہے تھے اور ابھی تک اس کا بال بیکا نہیں ہوا تھا۔

پھر اس نے پے در پے دو فائر کئے اور وہ دو آدمی ڈھیر ہو گئے.... جنہوں نے دروازے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی.... وہ اپنے ریوالور کی گولیاں بہت احتیاط سے صرف کر رہا تھا.... ان دونوں کے ریوالور خالی ہو چکے تھے.... پھر یک بیک ایسا معلوم ہوا جیسے بقیہ پانچ آدمیوں کے دماغ الٹ گئے ہوں.... وہ اس کی پرواہ کئے بغیر کے فریدی کے ہاتھ میں ریوالور ہے اس پر چڑھ دوڑے.... فریدی کے ریوالور سے پے در پے دو شعلے نکلے.... دو آدمی اور گرے.... پھر اس نے ریوالور پھینک دیا کیونکہ وہ خالی ہو چکا تھا۔ بقیہ تین آدمی اس سے بھڑوں کی طرح چمٹ گئے تھے.... اور کوشش کر رہے تھے کہ اُسے گرا دیں.... فریدی تھوڑی دیر تک تو کھڑا اس طرح جھومتا رہا جیسے اس پر غشی طاری ہو رہی ہو.... مگر پھر یک بیک اس کے ہاتھ چلنے لگے.... اس کی قمیض کئی جگہ سے پھٹ گئی تھی اور چیتھڑے جھول رہے تھے۔ چہرہ حد درجہ بھیانک ہو گیا تھا۔ لیکن آنکھیں اس عالم میں بھی نیم غنودہ سی تھیں.... ویسے وہ فریدی کا چہرہ تو معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا.... ذرا ہی دیر میں دو آدمی ڈھیر ہو گئے.... اب ایک آدمی رہ گیا تھا۔ لیکن اس نے فریدی سے رحم کی بھیک نہیں مانگی.... جب تک اس کے پیروں میں کھڑے ہونے کی قوت رہی.... ڈٹا ہی رہا.... مگر کب تک.... آخر کار اُسے بھی ڈھیر ہونا ہی پڑا۔

❁

تین گھنٹے......بہت ہوتے ہیں! اگر آدمی بے دست و پا پڑا رہے..... تین گھنٹے بعد وہ اس قابل ہوئے کے اُٹھ کر بیٹھ سکیں.....فریدی کسی مافوق الفطرت ہستی کی طرح ان کے ذہنوں پر چھا گیا تھا!........ ہال میں آٹھ لاشیں پڑی ہوئی تھیں! ان میں سے بھی کوئی جانبر نہ ہو سکا تھا جن کی مرمت اس نے صرف ہاتھوں سے کی تھی!

روزا کیلی سے آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی! "یہ دیکھو یہ ہے کرنل فریدی! جسے تم کہانیوں کا شہر کہہ رہی تھیں......بولو......اب خاموش کیوں ہو؟.....کیا یہ سب تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھا.......کیا اس کے علاوہ اور کسی میں بھی اتنی سکت تھی کہ حالات کا رخ اس طرح موڑ سکتا......! فریدی عظیم ہے ہر حال میں......اور رہے گا!"

کیلی کچھ نہ بولی ! چوتھے گھنٹے کا اختتام ان کے لئے مزید قوت لایا......اور وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکے!

کارخانوں میں کام کرنے والے جنگلی اس نئے انقلاب سے بے خبر تھے۔ لیکن فی الحال انہوں نے ان کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں انہیں کئی اور بھی عمارتیں نظر آئیں جن میں مختلف قسم کے عجیب و غریب آلات اور مشینیں ملیں۔ یہ بھی حقیقت ہی تھی کہ وہاں ان آٹھ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.... وہ اپنا اطمینان کر لینے کے لئے مزید آدمیوں کو تلاش کرتے رہے.... مگر ایک بھی نہ مل سکا۔

کچھ دیر بعد عمران نے فریدی سے کہا۔ "آخر اب اس طرح بھٹکتے پھرنے سے کیا فائدہ۔"

"میں اس طیارے کی تلاش میں ہوں جس کے ذریعے وہ ہمیں یہاں لائے تھے۔ طیارہ نہیں بلکہ اڑن طشتری کہو۔"

"کیوں کیا آپ نے کوئی اڑن طشتری دیکھی تھی۔" عمران نے پوچھا۔

"وہی دیکھی تھی جس پر ہم یہاں آئے تھے۔"

"اوہ.... کیا آپ ہوش میں تھے۔"

"بالکل اسی طرح جیسے اس وقت ہوش میں تھا۔"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس دن بھی آپ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں نظر آئی تھی جس دن ہم یہاں پہنچے تھے اور ہم اس قابل نہیں تھے کہ اپنی قوت صرف کر کے کھڑے بھی ہو سکتے.... آخر آپ کیا پکا کر کھاتے ہیں۔"

"اوہو.... کچھ بھی نہیں۔" فریدی مسکرایا۔ "وہ تو ایک بہت معمولی سا واقعہ تھا۔ میں نے سانس روکنے کے سلسلے میں کافی مشق بہم پہنچالی ہے۔ یہی آرٹ اس رات بھی کام آیا تھا.... اور آج اس وقت بھی۔"

"کتنی دیر سانس روک سکتے ہیں آپ....!"

"کم از کم آدھے گھنٹے تک.... نہایت سکون کے ساتھ۔"

"ارے باپ رے۔" عمران آنکھیں نکال کر اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "جب اس رات بھی آپ ہوش میں تھے.... تو اسی قسم کا ہنگامہ وہاں بھی کیوں نہیں برپا کر دیا تھا۔"

"اسکیم یہی تھی مگر اڑن طشتری دیکھ کر ہی خیال بدل دیا تھا.... میں نے سوچا کہ اگر یہ مریخ

کے باشندے بھی ہوئے.... تو سودا برا نہ رہے گا.... کیونکہ پر اسرار اڑن طشتریاں عرصے سے خاصا ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہیں۔"

عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا.... پھر بولا۔ "تو اس رات آپ بیہوش ہی نہیں ہوئے تھے۔ ظاہر ہے پھر کیوں نہ آپ....!"

عمران جملہ پورا نہ کر سکا.... کیونکہ طارق انہیں آواز دے رہا تھا۔ وہ رک گئے۔ طارق نے قریب آ کر کہا۔ "میں کیوں نہ ان جنگلیوں کو ان کی رہائی کا مژدہ سنادوں۔"

"ہرگز نہیں.... تاوقتیکہ باہر نکلنے کی کوئی معقول صورت نہ نظر آجائے۔"

"ان لوگوں سے کسی قسم کی گفتگو پریشانیاں ہی لائے گی۔ بہتر ہے کہ انہیں کسی تبدیلی کا احساس ہی نہ ہونے پائے۔"

"وہ دیکھو....!" طارق نے اپنی پیشانی تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "کیوں نہ ہم وہ جگہ بھی تلاش کرنے کی کوشش کریں جہاں کی مٹی نیل گوں ہے۔"

"ہیرے....!" فریدی مسکرایا۔ "یقین کیجئے کہ اب وہاں ایک ذرہ بھی نہیں ملے گا۔"

"ہم اس کی باتوں پر کیوں یقین کر لیں۔"

فریدی نے کچھ کہنا چاہا.... لیکن پھر خاموش ہی رہا.... سارا دن وہ اس اڑن طشتری کو تلاش کرتے رہے جس کا تذکرہ فریدی نے کیا تھا.... اسی دوران میں وہ نیلی مٹی والے خطے میں بھی جا نکلے۔ یہ مٹی کسی برادے کی راکھ معلوم ہوتی تھی اور کہیں کہیں جلے بھنے پتھر بھی نظر آرہے تھے۔

فریدی محض طارق کے خیال سے وہاں رکا رہا کہ وہ اپنا اطمینان کرلے.... اسے بوڑھے سنجیدہ اور عقل مند طارق کا یہ بچپنا شدت سے کھل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد طارق نے بالکل بچوں ہی کے سے انداز میں کہا۔ "جیسا کہ اس کا خیال تھا کہ اگر یہاں کی کھدائی کی جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کھدائی سے بہتر یہ ہوگا کہ فرصت کے اوقات میں اپنی قبریں کھودا کریں۔" حمید بولا۔ "کیونکہ اگر ہیرے مل بھی گئے تو انہیں لے کہاں جائیں گے۔"

طارق اس پر خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن صاف ظاہر تھا کہ اسے حمید کا یہ ریمارک بہت گراں گزرا تھا۔

فریدی اور عمران دونوں ہی سوچ رہے تھے کہ اگر اس دوران میں اسی تنظیم سے تعلق رکھنے

والا کوئی آدمی کسی دوسری جگہ سے یہاں آگیا تو مزید دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔

وہ بڑی تندہی سے اڑن طشتری کی تلاش میں لگے رہے۔ بالآخر تیسرے دن حمید نے ایک ایسی جگہ دریافت کی جہاں پڑی ہوئی چٹانیں کچھ غیر قدرتی سی معلوم ہو رہی تھیں.... عمران نے بھی حمید کے شبہے کی تائید میں مزید شبہ ظاہر کیا.... اور پھر اس جگہ کا تفصیلی جائزہ لینے کی ٹھہری۔

حمید کا شبہ غلط نہیں نکلا.... چٹانوں کی جگہ تبدیل کرنے میں یقینی طور پر انسانی ہاتھ نے کام کیا ہوگا۔

جیسے ہی اوپر چڑھ کر چٹانوں کے قریب پہنچے.... انہیں چالیس پچاس فٹ گہرا ایک غار دکھائی دیا جس کی ساخت کنوئیں کی سی تھی۔ قطر کم از کم دو سو فٹ ضرور رہا ہوگا.... اور پھر اس غار کی تہہ میں انہیں ایک اڑن طشتری نظر آئی.... مگر عمران نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور درد ناک آواز میں بولا۔ "یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہم اسے استعمال کر ہی سکیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ غار کے گرد چل رہے تھے۔ ایک جگہ انہیں زینے نظر آئے فریدی کے اشارے پر حمید اور عمران بھی اس کے عقب میں اترتے چلے گئے۔

پھر وہ اڑن طشتری میں بھی داخل ہوگئے.... وہ اندر سے ایک بڑا گول کمرہ معلوم ہوتی تھی ایک جانب کچھ مشینیں نظر آرہی تھیں۔

عمران کے منع کرنے کے باوجود بھی فریدی نے ایک مشین پر ہاتھ ڈال دیا اور سامنے ڈیش بورڈ پر دو فٹ لمبی اور ایک فٹ چوڑی اسکرین روشن ہوگئی۔ ساتھ ہی اڑن طشتری سے اس قسم کی آواز نکلنے لگی.... جیسے کسی بہت بڑے برتن میں سینکڑوں من پانی کھول رہا ہو۔

"ادھر اسکرین کی طرف دیکھو۔" فریدی نے ان دونوں سے کہا۔ اب اسکرین پر ایک اڑن طشتری کی تصویر بھی نظر آرہی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اڑن طشتری کی تصویر بھی متحرک نظر آنے لگی تھی اور وہ اوپر ہی طرف اٹھتی معلوم ہو رہی تھی۔ فریدی نے انہیں بتایا کہ یہی اسکرین ہی اس کے کنٹرول کا ذریعہ ہے۔ یہ گرد و پیش کے مناظر کے ساتھ ہی ساتھ اس اڑن طشتری کی پوزیشن بھی واضح کر دیتی ہے۔ مثلاً یہ دیکھو اوپر طشتری کی راہ میں ایک نکیلی چٹان حائل ہے۔ اگر راستہ کاٹا نہ گیا تو یہ اس چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔ دیکھو میں اسے بچاتا ہوں۔ فریدی نے ایک پرزے پر ہاتھ رکھا.... اور اسکرین پر اڑن طشتری کی تصویر ایک طرف کھسکنے

لگی حتیٰ کہ نوکیلی چٹان اس سے بہت دور ہوگئی۔ پھر طشتری کی تصویر کے اوپر بادل نظر آنے لگے۔

"دیکھو....! ہم اوپر چھائے ہوئے بادلوں کے قریب پہنچ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"میں کہتا ہوں آپ کو اس کے پائیلٹ کرنے کا طریقہ کیسے معلوم ہوگیا۔" عمران نے پوچھا۔

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اس رات بے ہوش نہیں ہوا تھا.... میں نے خصوصیت سے اس حیرت انگیز طیارے کے متعلق ایک ایک تفصیل ذہن میں رکھی تھی۔"

کچھ دیر بعد فریدی نے اسے نہایت اطمینان سے تاریک وادی کی عظیم الشان قدرتی دیوار کے ایک حصے پر اتار دیا۔ اس طرح انہیں یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ اب وہ آزاد ہیں۔

❁

کیتو کے لئے وہ رات بڑی حیرت انگیز تھی جب وہاں ایک بہت بڑی اڑن طشتری ہوائی اڈے پر اتری۔ لیکن چونکہ اوبران کی مہم ایکویڈور کی حکومت کی اجازت سے وہاں داخل ہوئی تھی اس لئے حالات ان کے موافق ہی رہے۔

انہوں نے تاریک وادی سے ایک ایک متنفس کو نکال لیا۔ فریدی کو اس سلسلے میں درجنوں بار اوپر سے نیچے جانا پڑا تھا اور وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں اس طشتری کا ایندھن ہی نہ ختم ہو جائے۔ جنگلی اوپر لا کر چھوڑ دیئے گئے تھے اور پھر ان میں سے جس کے جدھر سینگ سمائے نکل بھاگا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی چھوٹے سے پنجرے میں بہت سے پرندے بند رہے ہوں اور راہ فرار ملتے ہی ہُرّا مار اڑ گئے ہوں۔

کیتو پہنچ کر فریدی نے اوبران عمران اور کراموئل کو الوداع کہی۔

"میں آپ کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" اوبران نے کہا۔

"لیکن اسے بھول جانا کہ میں بھی اس مہم میں شریک تھا۔"

"کیوں کراموئل کے لہجے میں حیرت تھی۔"

"میں قانونی طور پر اس مہم میں شریک نہیں تھا اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس سلسلے میں ہم لوگوں کا نام لیا جائے۔"

"مگر ہم لوگوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" اوبران نے کہا۔

"اعتراض ہو یا نہ ہو.... میں اسے پسند نہیں کرتا۔"

فریدی، حمید، قاسم اور طارق کیتو سے کیلیفورنیا کے لئے روانہ ہو گئے۔ طارق کی تجویز تھی کہ وہ سب کچھ دنوں تک اس لاحاصل سفر کی کوفت دور کریں۔

کچھ دن بعد انہیں معلوم ہوا کہ تاریک وادی پر باقاعدہ طور پر چڑھائی کی گئی تھی۔ اس مقصد کے لئے اسی اڑن طشتری کو استعمال کیا گیا تھا.... لیکن وہاں انہیں اب نہ وہ بادل دکھائی دیئے اور نہ انہیں ان کارخانوں کا سراغ ہی مل سکا جو انہوں نے وہاں دیکھے تھے۔ اس کے بجائے وہ وادی اب سمندر کا ایک ٹکڑا معلوم ہو رہی تھی.... حد نظر پانی ہی پانی موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا۔

فریدی کو یہ اطلاع لاس اینجلز میں ملی تھی اور اس نے کہا تھا۔ "میں کسی دن دنیا کو بتاؤں گا کہ زیرولینڈ کہاں ہے۔"

تمام شد